تجارت

کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا

حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق

مؤلف
مفتی محمد انعام الحق صاحب قاسمی
دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

بیت العمار کراچی

تجارت

کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا

حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق

مؤلف

مفتی محمد انعام الحق صاحب قاسمی

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

بیت العمار کراچی

تجارت

کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا

مؤلف : مفتی محمد انعام الحق صاحب قاسمی

طبع اول : ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰ء

ای میل: baitulammar2004@gmail.com
qaasmiesencyclopedia2004@gmail.com

ملنے کے پتے

ملک بھر کے مشہور کتب
خانوں میں دستیاب ہے

ناشر

بیت العمار کراچی

نورانی مسجد گل پلازہ، مارسٹن روڈ کراچی - ۷۴۴۰۰

0333-3136872, 0302-2205466
0333-3845224

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان
٧٤	زخمیوں کے لیے خون خریدنا.....................
٧٤	زر.....................
٧٤	زر اعتباری.....................
٧٤	''زر'' اور ''کرنسی'' میں فرق.....................
٧٥	''زر'' تخلیق کرنے کا اختیار.....................
٧٦	زرِ ثمن میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنا.....................
٧٧	زرِ حقیقی.....................
٧٧	زر سونا چاندی کا ہونا ضروری نہیں.....................
٧٨	زرعی قرض لینا.....................
٨٠	زر کی تین خصوصیات ہیں.....................
٨٠	زر کی قسمیں.....................
٨١	زعفران مصنوعی ہے.....................
٨٢	زقوم کی خرید و فروخت کرنا.....................
٨٢	زکاۃ مشترکہ کمپنی پر.....................
٨٣	زکاۃ نہ دینے والے تاجر سے مال خریدنا.....................
٨٤	زمین بٹائی پر دینا.....................
٨٤	زمین پر قبضہ.....................
٨٦	زمین پر قبضہ ہو گیا.....................

صفحہ نمبر	عنوان

صفحہ نمبر	عنوان
٩٤	زیادہ کام کو تھوڑا بتانا...........
٩٤	زیادہ کمیشن کی خاطر مہنگے داموں فروخت کرنا...........
٩٤	زیادہ لاگت کو کم کر کے بتانا...........
٩٤	زیادہ مقدار میں خریدنے کی بناء پر قیمت میں کمی کرنا...........
٩٤	زیادہ منافع کی امید پر کسی چیز کی فروخت میں تاخیر کرنا...........
٩٥	زیادہ منافع کے لیے ذخیرہ اندوزی کرنا...........
٩٥	زیادہ نفع نہ لینا...........
٩٥	زیرو مارجن...........
٩٦	زینت...........
٩٦	زیورات آرڈر پر بنانا...........
٩٦	زیورات میں دھوکہ...........
٩٧	زیور جڑاؤ ہو...........
٩٧	زیور دونوں طرف سادہ ہو...........
٩٨	زیور مورتیوں والے...........
	س
٩٩	ساتھی کی بیع...........
٩٩	سادہ اور نگینہ والے زیور کا تبادلہ...........
١٠٠	سادہ زیور دونوں طرف ہو...........

صفحہ نمبر	عنوان

صفحہ نمبر	عنوان

صفحہ نمبر	عنوان
۲۰۹	سینما بنانا
۲۱۰	سینڈور
۲۱۱	شارٹ سیل(Short Sale)
۲۱۱	شاہانہ انداز
۲۱۱	شبہات سے بچنا
۲۱۲	شپنگ کے بعد بیچنا
۲۱۲	شراب اور ہماری معیشت
۲۱۴	شراب کا اعلان
۲۱۴	شراب کی آمدنی کے عوض اشیاء فروخت کرنا
۲۱۵	شراب کی بیع جائز نہیں
۲۱۶	شراب کی تجارت کرنے والے کے ہاتھ سامان فروخت کرنا
۲۱۷	شراب کی خرید و فروخت
۲۱۷	شراب کی دکان میں ملازمت کرنا
۲۱۸	شراب کے لئے بوتل فروخت کرنا
۲۱۹	شراب ملی ہوئی اشیاء
۲۲۰	شراکت بینک کی
۲۲۰	شراکت کا سرمایہ حلال ہونا چاہیئے

عنوان	صفحہ نمبر
شریک کو ملازم رکھنا	۲۷۶
شریک کے حصے کو فروخت کرنا	۲۷۷
شریک معاہدہ کے مطابق عمل نہ کرے	۲۷۸
شوروم میں مجسمے اور ڈمی (DUMMY) لگانا	۲۷۸
شوہر کا مال اجازت کے بغیر فروخت کرنا	۲۷۹
شہر سے باہر جا کر قافلے سے خریداری کرنا	۲۸۰
شہری بازاروں کا حکم	۲۸۰
شہری کا دیہاتی سے بیع کرنا	۲۸۰
شہری کے لئے دیہاتی کا مال فروخت کرنا	۲۸۰
شیئرز کی خرید وفروخت	۲۸۱
شیر کا پاخانہ	۲۸۲
شیر کی چربی	۲۸۷
شیطان آج کل کیا کر رہا ہے	۲۸۷
شیعہ کے ساتھ خرید وفروخت کرنا	۲۸۸
شیو کرنے والا برش	۲۹۰
شیئر (SHARE)	۲۹۱
شیئر جاری کرنے کے دو طریقے ہیں	۲۹۲
شیئرز اور صکوک میں فرق	۲۹۲

صفحہ نمبر	عنوان
۲۹۲	شیئرز کی خرید وفروخت کرنا کب جائز ہوتا ہے........
۲۹۳	شیئرز کی دلالی........
۲۹۴	شیئرز کے کاروبار ناجائز تو تجارت کیسے چلے گی........
۲۹۶	شیئرز میں منافع کی تقسیم........
۲۹۷	شیئرز کمپنی کے آرٹیکلز میں یہ شق موجود ہے........
۲۹۸	شیئر کو قبضہ سے پہلے آگے فروخت کرنا........
	ص
۳۰۰	صارفین........
۳۰۱	صانع کا بذات خود مطلوبہ چیز بنانا........
۳۰۲	صبح صبح دکان کھولیں........
۳۰۲	صبح نکلنا برکت کا باعث ہے........
۳۰۳	صحابہ کرام کا پیشہ........
۳۰۴	صحیح چیز میں ردی کی ملاوٹ کر کے فروخت کرنا........
۳۰۴	صدقات سے مال میں اضافہ ہوتا ہے........
۳۰۵	صدقات نہ کرنے سے مال تباہ ہو جاتا ہے........
۳۰۸	صدقہ کثرت سے کرنا........
۳۰۸	صدقہ کر کے کاروبار کو پاک کرنا........
۳۰۹	صدقہ کے لیے آمدنی کا کچھ حصہ مقرر کرنا........

صفحہ نمبر	عنوان
۳۰۹	صرّاف
۳۰۹	صفاتِ تاجر
۳۰۹	صفات کے متعلق عیب چھپانا
۳۰۹	صفت کی شرط لگا کر سودا کرنا
۳۰۹	صفت مرغوب کی شرط لگا کر سودا کرنا
۳۱۲	صکوک (SUKUK)
۳۱۴	صکوک
۳۱۵	صکوک اور بانڈز میں فرق
۳۱۵	صکوک اور شیئرز میں فرق
۳۱۵	صکوک کی خرید وفروخت
۳۱۷	صکوک کی قسمیں
۳۱۷	صکوک کے احکام
۳۱۹	صکوک کے احکام
۳۲۰	صکوک مشارکہ
۳۲۰	صکوک مضاربہ
۳۲۰	صلح کا معنی
۳۲۱	صلح کرنے کا طریقہ
۳۲۱	صلح کی کوشش کرنا

صفحہ نمبر	عنوان
۳۵۰	عمر رضی اللہ عنہ کی تجارت........................
۳۵۰	عمر رضی اللہ عنہ نے بازاروں میں نگران مقرر فرمائے تھے...........
۳۵۰	عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تاجر تھے........................
۳۵۲	عمل کے بغیر اجرت میں شریک ہونا........................
۳۵۳	عمل کے ذریعہ ایجاب وقبول........................
۳۵۳	عملی اشارے سے سودا کرنا........................
۳۵۴	عموم بلوئی........................
۳۵۵	عوامی فنڈ سے بچی ہوئی چیز بلیک میں فروخت کرنا........................
۳۵۵	عورت کا دودھ........................
۳۵۵	عورت کو خرید کر رکھنا........................
۳۵۷	عورت کی خرید وفروخت کرنا........................
۳۵۸	عورت کے لیے تجارت کرنا........................
۳۵۹	عورت کے لیے کاروبار کرنا........................
۳۵۹	عورتوں کے بال کاٹنا مردوں کا........................
۳۶۰	عورتوں کا دکان پر بیٹھ کر تجارت........................
۳۶۱	عورتوں کو تجارتی اشتہارات میں استعمال کرنا........................
۳۶۱	عورتوں کا بال کاٹنا........................
۳۶۲	عورتوں کے جسم کو تجارتی اعلانوں میں استعمال کرنا........................

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رأس المال

رأس المال: اصل سرمایہ (کیپیٹل) کو کہتے ہیں۔ (۱)

❶ شرکت میں رأس المال نقدی کی صورت میں ہونا چاہیے۔ (۲)

❷ سامان یا جائیداد وغیرہ کو اگر کیپیٹل بنانا ہو تو اس کو بیچ کر اس کی قیمت شرکت میں شامل کرنی چاہیے۔ (۳)

❸ مال کا تناسب واضح ہونا چاہیے، مثلاً ایک شریک کا چالیس فی صد اور دوسرے شریک کا ساٹھ فی صد سرمایہ ہے۔ (۴)

❹ لوگوں کے ذمے جو قرض ہیں انہیں وصول کیے بغیر شرکت کا سرمایہ نہیں بنایا جا سکتا۔ (۵)

---

(۱) رأس المال عبارة عن السرماية۔ (شرح المجلّة لرستم باز: (۱/۷۴۳) المادة: ۱۰۵۷، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، المقدمة: في الاصطلاحات الفقهية، ط: مكتبه فاروقيه)

شرح المجلّة لخالد الأتاسي: (۴/۲۱۳) المادة: ۱۰۵۷، ط: رشيديه۔

(۲، ۳) يشترط أن يكون رأس المال من قبيل النقود۔ (شرح المجلّة لرستم باز: (۲/۵۶۲) المادة: ۱۳۳۸، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الفصل الثالث في بيان الشروط الخاصة بشركة الأموال، ط: مكتبه فاروقية)

(وشرطها كون رأس المال من الأثمان) كما مز في الشركة۔ (الدر مع الرد: (۵/۶۴۷) كتاب المضاربة، ط: سعيد)

بدائع الصنائع: (۶/۵۹) كتاب الشركة، فصل: وأما بيان شرائط جواز هذه الأنواع، ط: سعيد۔

(۴) لم يبين مقدار رأس مال كل واحد منهما؛ لأن عند القسمة لا بد من تحصيل رأس مال كل واحد منهما؛ ليظهر الربح، فلا بد من إعلام ذلك في كتاب الشركة ليرجعا إليه عند المنازعة۔ (المبسوط للسرخسي: (۱۱/۱۵۶) كتاب الشركة، ط: دار المعرفة)

بدائع الصنائع: (۶/۶۳) كتاب الشركة، فصل: وأما بيان شرائط جواز هذه الأنواع، ط: سعيد۔

(۵) يشترط أن يكون رأس مال الشركة عينا ولا يكون دينا أي لا يكون المطلوب من ذمم الناس رأس =

⑤ اگر سرمایہ نقدی (کیش) میں نہ ہو تو اس طرح شرکت کرنا کہ اس سامان کی بازاری قیمت لگا کر "رأس المال" (کیپیٹل) میں اس شریک کے حصے کا تعین کرلیا جائے یہ امام احمد اور امام مالک رحمہما کے نزدیک درست ہے، احناف کے نزدیک درست نہیں۔ (1)

راستے پر بیٹھ کر خرید و فروخت کرنا

عام راستہ عام لوگوں کے درمیان مشترک ہوتا ہے اور سب کو آمد و رفت کی اجازت ہوتی ہے اس لیے عام راستے پر بیٹھ کر خرید و فروخت کے جائز ہونے کے لیے چند شرائط ہیں:

① راستے پر بیٹھ کر خرید و فروخت کرنے سے عام لوگوں کو آمد و رفت وغیرہ میں پریشانی نہ ہو۔

= مال للشركة، مثلاً ليس لاثنين أن يتخذا دينهما الّذي في ذمة آخر رأس مال للشركة فيعقدا عليه الشركة۔ وإذا كان رأس مال أحدهما عينًا والآخر دينًا فلا تصح الشركة أيضًا۔ (شرح المجلّة لرستم باز: (٥٦٢/٢)، المادة: ١٣٤١، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الفصل الثالث في بيان الشروط الخاصة بشركة الأموال، ط: مكتبه فاروقيه)

بدائع الصنائع: (٦٠/٦) كتاب الشركة، فصل: وأمّا بيان شرائط جواز هذه الأنواع، ط: سعيد۔

الدر مع الرد: (٦٤٨/٥) كتاب المضاربة، ط: سعيد۔

(١) فأمّا العروض فلا تجوز الشركة فيها في ظاهر المذهب نص عليه أحمد في رواية أبي طالب وحرب وحكاه عنه ابن المنذر ... وعن أحمد رواية أخرى أن الشركة والمضاربة تجوز بالعروض وتجعل قيمتها وقت العقد رأس المال... وهو قول مالك۔ (المغني لابن قدامة: (١٢٣/٧) كتاب الشركة، فصل: شركة العنان، ط: هجر، قاهره)

وقال الإمام مالك: لايشترط كون رأس مال الشركة نقدًا وإنّما تصحّ الشركة في الدراهم والدنانير، كما تصحّ في العروض سواء اتّفقا جنسًا أو اختلفا، وتكون الشركة في العروض مقدرة بقيمتها۔ (الفقه الإسلامي وأدلّته: (٨٠٨/٣) القسم الثالث العقود أو التصرفات المدنية المالية، الفصل الخامس: الشركات، المطلب الثاني: شرائط شركة العقود، ط: دار الفكر)

إمداد الفتاوى: (٣٩٥/٣) كتاب الشركة، القصص السني في حكم حصص كمپنی، ط: دار العلوم كراچی۔

- اور اس سے کوئی عاقل و بالغ منع نہ کرے۔
- حکومت کی جانب سے اجازت ہو۔

اور اگر راستے پر بیٹھ کر تجارت کرنے سے عام لوگوں کو گزرنے میں تکلیف ہوتی ہو یا کوئی عاقل و بالغ اس سے روکتا ہو اور حکومت سے اجازت بھی نہ ہو تو عام راستے پر بیٹھ کر خرید و فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (۱)

راستے پر ٹھیلہ لگانا

''فٹ پاتھ پر کاروبار کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۸۹/۵)

راستے کی جگہ کو شامل کرنا

عام راستے اور سڑک حکومت کی ملکیت ہوتی ہے، اور یہ راستے عام گزرنے والوں کے لئے بنائے جاتے ہیں، بعض لوگ راستے کے کنارے کی جگہ کو ذاتی زمین کی طرح اپنی دکان، مکان اور زمین میں شامل کر لیتے ہیں اور دکان وغیرہ کو کشادہ کر لیتے ہیں، اور گزرنے والوں کو تنگ راستے سے گزرنے میں تکلیف ہوتی ہے۔

اس طرح راستوں کو تنگ کرنا اور حکومت کی زمین پر ناجائز طور پر قبضہ کرنا

---

(۱) قول صاحب الدر المختار ملحقاً:

ولكل احد اهل الخصومة منعه و مطالبة بنقضه بعده، هذا اذا بنى لنفسه بغير اذن الامام، وان بنى للمسلمين كمسجد ونحوه لا، وان كان يضر بالعامة لايجوز احداثه ... والقعود في الطريق لبيع وشراء يجوز ان لم يضر باحد والا لا على هذا التفصيل السابق... الخ

(قوله: أو بنى باذن الامام) ظاهره انه الى ان قال: قال ابو حنيفة: لكل احد من عرض الناس ان يمنعه من الوضع وان يكلفه الرفع بعد الوضع سواء كان فيه ضرر او لا اذا وضع بغير اذن الامام لان التدبير فيما يكون للعامة الى الامام لتسكين الفتنة فالذى وضع بغير اذنه يفتات على رأي الامام فيه فلكل واحد ان ينكره عليه... الخ (الدر مع الرد: (۵۹۲/۶) كتاب الديات، باب مايحدثه الرجل في الطريق وغيره، ط: سعيد)

مجمع الأنهر: (۳۶۰/۴) كتاب الديات، باب مايحدث في الطريق، ط: دار الكتب العلمية۔

تبيين الحقائق: (۱۴۲/۶) كتاب الديات، باب مايحدثه الرجل في الطريق، ط: امدايه۔

اوردکان، مکان وغیرہ میں شامل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔[۱] اوراس سے حاصل کی جانے والی کمائی بھی حلال نہیں ہے۔[۲] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دردناک عذاب دیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک بالشت کے برابر کسی کی زمین پر ظلم کے ساتھ قبضہ کیا تو اسے قیامت کے دن ساتھ زمینوں کا طوق بنا کر پہنایا جائے گا۔[۳]

ایک اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ناحق کسی زمین کا تھوڑا سا حصہ بھی لے لیا تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں تک

---

(۱)الكبيرة السابعة والعشرون بعد المائتين: الغصب، وهو استيلاء علي مال الغير ظلماً. (الزواجر عن اقتراف الكبائر: (۴۳۴/۱)باب الغصب، الكبيرة السابعة والعشرون بعد المائتين: الغصب، ط: دار الفكر)

الكبائر للذهبي: (ص:۱۲۳)، الكبيرة الثامنة والعشرون: أكل الحرام وتناوله علي أي وجه كان، ط: وحيدي كتب خانه.

(۲)وعن أبي حرة الرقاشي، عن عمه رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح: (ص:۲۵۵) كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ط: قديمي)

فإن كان الخبث لعدم الملك يعمل في النوعين جميعاً حتي لايطيب الربح كالمودع والغاصب إذا تصرفا في العرض والنقد. (الجامع الصغير وشرحه النافع الكبير: (ص:۳۲۳)، كتاب البيوع، باب مايجوز بيعه ومالايجوز، ط: عالم الكتب)

الدرمع الرد: (۹۷/۵) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في تعيين الدراهم في العقد الفاسد، ط: سعيد)

(۳)عن سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل أن رسول الله صلي الله عليه وسلم قال: من اقتطع شبراً من الارض ظلماً طوقه الله إياه يوم القيامة من سبع أرضين. (صحيح مسلم: (۳۲/۲) كتاب المساقاة والمزارعة، باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها، ط: قديمي)

السنن الكبري للبيهقي: (۹۸/۶) كتاب الغصب، باب التشديد في غصب الأراضي وتضمينها بالغصب، ط: إدارة تاليفات اشرفيه.

مسند احمد بن حنبل (۲/ ۴۳۲) رقم الحديث: ۹۵۷۹، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، ط: مؤسسة قرطبة.

دھنسایا جائے گا۔[۱]

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر لعنت کرے جو زمین کے نشانات کو بدلنے والا ہے۔[۲]

راستے میں چلنے کا حق

راستے میں چلنے کا حق مادی چیز راستے سے متعلق ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔[۳]

---

(۱)عن سالم عن أبيه قال: قال النبي صلي الله عليه وسلم: من أخذ من الارض شيئاً بغير حقه خسف به يوم القيامة إلي سبع أرضين. (صحيح بخاري:(۱/ ۳۳۲) كتاب المظالم، باب إثم من ظلم شيئاً من الارض، ط:قديمي)

مشكاة المصابيح (ص: ۲۵۶) كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثالث، ط:قديمي.

كنز العمال: (۳/ ۵۰۳) رقم الحديث: ۷۶۲۰، الكتاب الثالث في الأخلاق، الباب الثاني، الفصل الثاني: في الأخلاق والأفعال المذمومة، ط:مؤسسة الرسالة۔

(۲)ابو الطفيل عامر بن واثلة، قال: كنت عند علي بن أبي طالب، فأتاه رجل، فقال: ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يسر إليك: قال: فغضب، وقال: ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يسر إلي شيئا يكتمه الناس، غير أنه قد حدثني بكلمات أربع: قال: فقال: ماهن يا أمير المؤمنين؟ قال: "لعن الله من لعن والده، ولعن الله من ذبح لغير الله، ولعن الله من آوى محدثاً، ولعن الله من غير منار الأرض". (صحيح مسلم: (۲/ ۱۶۰) كتاب الأضاحي، باب تحريم الذبح لغير الله تعالي ولعن فاعله، ط:قديمي)

السنن الكبري: (۶/ ۹۹) كتاب الغصب، باب التشديد في غصب الأراضي وتضمينها بالغصب، ط: إدارة تاليفات اشرفيه.

والمراد بمنار الأرض ـ بفتح الميم ـ علامات حدودها. (شرح النووي علي الصحيح لمسلم: (۲/ ۱۶۰) كتاب الأضاحي، باب تحريم الذبح لغير الله تعالي ولعن فاعله، ط: قديمي)

(۳) (وصح بيع حق المرور تبعاً) للأرض (بلا خلاف و) مقصوداً (وحده في رواية وبه أخذ عامة المشايخ شمني وفي أخرى لا، وصححه أبو الليث)۔ (قوله: وبه أخذ عامة المشايخ) قال السائحاني وهو الصحيح، وعليه الفتوى مضمرات اهـ والفرق بينه وبين حق التعلي حيث لايجوز هو: أن حق المرور يتعلق برقبة الأرض، وهي مال هو عين، فما يتعلق به له حكم العين۔ أما حق التعلي فمتعلق بالهواء، وهو ليس بعين مال اهـ فتح۔ (الدر مع الرد: (۵/ ۸۰) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في بيع الشرب، ط:سعيد)=

راستے میں چیز مل جاتی ہے

"تاجروں کی گاڑیوں سے کوئی چیز گر جائے" عنوان کے تحت دیکھیں۔

راشن زیادہ قیمت میں فروخت کرنا

"سرکاری راشن زیادہ قیمت میں فروخت کرنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔

راشن کارڈ سے مال لے کر زیادہ قیمت پر فروخت کرنا

آج کل بعض ممالک میں عوام کو حکومت کی جانب سے راشن کارڈ (Ration Card) ملتا ہے اور اس سے کم قیمت میں سامان ملتا ہے بعض لوگ راشن کارڈ سے سامان خریدنے کے بعد زیادہ قیمت پر دوسرے لوگوں کو فروخت کر دیتے ہیں یہ جائز ہے، کیوں کہ راشن کارڈ سے سامان خریدنے کے بعد خریدنے والا مالک بن جاتا ہے اور مالک کو اپنی چیز جس قیمت پر چاہے فروخت کرنے کا حق ہے، اور رقم بھی حلال ہے، ہاں اگر قانون کے خلاف ہے تو اس سے بچنا بہتر ہے تاکہ گرفتاری اور بے عزتی کا خطرہ باقی نہ رہے۔ [1]

راکھی بیچنا

ہندوؤں کا ایک تہوار "رکھشا بندھن" آتا ہے، جس میں بہن اپنے بھائی کو راکھی باندھتی ہے، تو اس تہوار کے موقع پر راکھی بیچنا کافروں کی مذہبی رسم میں تعاون

= شرح المجلّة لخالد الأتاسي: (۱۱۵/۲) المادة: ۲۱۶، الكتاب الأوّل: البيوع، الباب الثاني في بيان المسائل المتعلّقة بالمبيع، ط: رشيديه۔

فتح القدير: (۳۹۵/۶) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه۔

البحر الرائق: (۸۱،۸۲/۶) كتاب البيع، باب البيع الفاسد، ط: سعيد۔

(۱) تخریج کے لیے "غیر قانونی طور پر مال لانا" عنوان کے تحت حاشیہ دیکھیں۔

کرنا ہے، اس لیے اس سے بچنا ضروری ہے۔ (۱)

رائیلٹی

بعض لوگ کتابوں کی ''رائیلٹی'' وصول کرتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مصنف اپنی کتاب کی طباعت کا حق کسی آدمی یا ادارے کو دیتا ہے اور یہ معاہدہ کرتا ہے کہ اگر ایک ہزار کتاب چھاپی ہیں تو مصنف کو مثلا ایک ہزار اور اگر دو ہزار چھاپی ہیں تو مصنف کو دو ہزار روپے ملیں گے، باقی کتاب اور اس سے حاصل ہونے والی رقم ناشر کو ملے گی، اس کو ''رائیلٹی'' کہتے ہیں۔

اس طرح معاملہ کرکے رائیلٹی لینا درست نہیں ہے کیوں کہ یہ حقوق مجردہ میں سے ہے۔ (۲)

رائیلٹی کی شرعی حیثیت

❶ رائیلٹی یا تو حق طباعت کا معاوضہ ہے اور یہ جائز نہیں ہے جس کی تفصیل ''کاپی رائٹ'' عنوان کے تحت آئے گی۔

---

(۱) قال اللہ تعالی: {وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان}۔ (المائدة: ۲)

▭ الإعانة في المعصية وترويجها وتقريب الناس إليها معصية وفساد في الأرض۔ (حجة اللہ البالغة: (۱۶۹/۲) من أبواب ابتغاء الرزق، البيوع المنهي عنها، ط: دار الجيل)

▭ فيه تصريح بتحريم كتابة المترابيين والشهادة عليهما، وبتحريم الإعانة على الباطل۔ (مرقاة المفاتيح: (۵۱/۶) كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الأول، ط: رشيديه)

▭ وما كان سببا لمحظور فهو محظور۔ (شامي: (۳۵۰/۶) كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ط: سعيد۔

(۲) ولا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة۔ (الدر مع الرد: (۵۱۹/۴) كتاب البيوع، ط: سعيد)

▭ شرح المجلة لرستم باز: (۸۵/۱) رقم المادة: ۲۱۶، الكتاب الأول: في البيوع، الباب الثاني في المسائل المتعلق بالمبيع، الفصل الثاني فيما يجوز بيعه وما لا يجوز، ط: مكتبه فاروقيه۔

▭ شرح المجلة لخالد الأتاسي: (۱۲۱/۱) رقم المادة: ۲۱۶، ط: رشيديه۔

یا یہ مسودہ کی قیمت ہے، عام طور سے جو طریقہ رائج ہے کہ ناشر جتنی مرتبہ بھی طباعت واشاعت کرے گا ہر مرتبہ اتنی فی صد کتب یا ان کی قیمت مصنف کو دے گا تو اس میں مسودہ کی قیمت مجہول رہتی ہے، اور یہ جہالت جھگڑے کا باعث ہے اور ایسی جہالت سے بیع فاسد ہوجاتی ہے۔[1]

رب المال پر عمل کی شرط لگانا

مضاربت میں رب المال (سرمایہ لگانے والے) کا مضارب کے ساتھ کام کرنے کی شرط لگانے سے مضاربت فاسد ہوجاتی ہے۔[2]

رب المال کے لیے ماہانہ متعین رقم طے کرنا

''مضاربت میں مالک کے لیے ماہانہ متعین رقم طے کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۳۱/۶)

---

(۱) ومنها (أي شرائط صحة البيع) أن يكون المبيع معلوما وثمنه معلوما علما يمنع من المنازعة فإن كان أحدهما مجهولا جهالة مفضية إلى المنازعة فسد البيع۔ (بدائع الصنائع: (۱۵۶/۵) كتاب البيوع، وأما شرائط الصحة فأنواع، ط: سعيد)

الفتاوى الهندية: (۳/۳) كتاب البيوع، الباب الأول في تعريف البيع وركنه... الخ، ط: رشيديه۔

البحر الرائق: (۲۶۰/۵) كتاب البيع، ط: سعيد۔

(۲) واشتراط عمل رب المال مع المضارب مفسد للعقد؛ لأنه يمنع التخلية فيمنع الصحة۔ (الدر مع الرد: (۶۵۴/۵) كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، ط: سعيد)

شرح المجلة للاتاسی: (۳۳۱/۴) [المادة: ۱۴۱۰] الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السابع في حق المضاربة، الفصل الثاني في بيان شروط المضاربة، ط: رشيديه)

المضاربة تفسد بأشياء... ومنها: اذا شرط في المضاربة عمل رب المال مع المضارب لان ذلك يمنع التخلية بين المال والمضارب۔ (قاضي خان على هامش الهندية: (۱۹۱/۳) كتاب المضاربة، ط: رشيديه)

فان شرطا ان يعمل رب المال مع المضارب تفسد المضاربة سواء كان المالك عاقدا او غير عاقد۔ (هندية: (۲۸۶/۴) كتاب المضاربة، ط: رشيديه)

بدائع: (۸۵/۶) كتاب المضاربة، فصل: وأما شرائط الركن، ط: سعيد

رجسٹری کے مصارف

زمین، مکان، دکان اور آفس وغیرہ کی رجسٹری کے تمام مصارف مشتری (خریدار) کے ذمے ہیں کیونکہ رجسٹری کے کاغذات وغیرہ مشتری کے نام پر ہی بنائے جاتے ہیں۔[1]

رجسٹری میں نام نہیں ہے

''سرکاری کاغذات میں اندراج'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۳۰/۴)

رجوع کرنا

بائع اور مشتری کے درمیان ایجاب وقبول سے بیع تام ہوجاتی ہے اس کے بعد کوئی بھی دوسرے کی رضامندی کے بغیر رجوع نہیں کرسکتا۔[2]

رخصت تلاش کرنا

☆...... کسی معاملہ میں حیلہ کرنا یا رخصتیں ڈھونڈ کر نکالنے کا طریقہ کار جائز

---

(۱) الغرم بالغنم، يعني أن من ينال نفع شيء يتحمل ضرره. (شرح المجلة لرستم باز: (۴۸/۱) المادة: ۸۷، المقالة الثانية: في بيان القواعد الكلية الفقهية، ط: فاروقيه)

☐ الغرم بالغنم)....أي من ينال نفع شيء يجب أن يتحمل ضرره... وإليك فيما يلي بعض المسائل المتفرعة عن هذه القاعدة كل مسألة تحت عنوان من نوعها. البيع: أجرة كتابة سند المبايعة وحجة البيع تلزم المشتري: لأن منفعة السند تعود عليه لا إلى البائع. (دور الحكام شرح مجلة الأحكام: (۹۰/۱) المادة: ۸۷، ايضاً، ط: دار الجيل)

☐ أجرة كتابة السندات والحجج وصكوك المبايعات تلزم المشتري. (شرح المجلة لرستم باز: (۱/ ۱۴۰) المادة: ۲۹۲، الكتاب الأول في البيوع، الباب الخامس: في بيان المسائل المتعلقة بالتسليم والتسلم، الفصل الرابع في مؤنة التسليم ولوازم إتمامه، ط: فاروقيه).

(۲) وإذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع ولا خيار لواحد منهما إلا من عيب أو عدم رؤية۔ (الهداية: (۲۰/۳، ۲۱) كتاب البيوع، ط: رحمانية)

☐ الدر مع الرد: (۵۲۸/۴) كتاب البيوع، مطلب: مايبطل الإيجاب سبعة، ط: سعيد۔

☐ مجمع الأنهر: (۱۱/۳) كتاب البيوع، ط: دار الكتب العلمية۔

بھی ہے اور ناجائز بھی، اس لیے حیلہ کرنے اور رخصت تلاش کرنے سے پہلے جائز اور ناجائز کی تمیز کرنا ضروری ہے، ورنہ یہودیوں اور مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا، یہودیوں نے معمولی معمولی حیلہ کرتے ہوئے حرام کو حلال قرار دیا ہے۔ (۱)

☆...... حضرت بنوری نور اللہ مرقدہ فقہاء کرام کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"تتبع رخص" کو مقصد نہ بنایا جائے کیوں کہ یہ دین ہی سے نکل جانے کے مرادف ہے۔ (۲)

☆...... موجودہ دور خواہشات نفس کی اتباع، خود رائی، اور دین کے ساتھ کھیل تماشا کا دور ہے اس لیے شدید ضرورت عموم بلویٰ اور شرعی اعتبار سے اضطرار کے تحقق کے بعد حیلہ کرنا چاہیے۔ (۳)

☆...... اگر حیلہ کرنے کی وجہ سے کسی دوسرے آدمی کے حق کو باطل کرنا لازم آئے تو وہ حیلہ جائز نہیں، شفعہ کے حق کو ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے، اور زکاۃ کے وجوب کو ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرنا منع ہے، کیوں کہ اس سے فقراء کا

---

(۱) لاترکبوا ماارتکبت الیھود، فتستحلوا محارم اللہ بأدنی الحیل۔ (أعلام الموقعین: (۳/ ۱۶۳) فصل في سد الذرائع، جواب الذین أبطلوا الحیل، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت)

ابطال الحیل لابن بطة، (ص: ۴۲) بحوالہ: موسوعة اطراف الحدیث، (۷/ ۱۰۰) ط: دار الفکر بیروت، لبنان۔

(۲) فتاویٰ بینات: (۱/ ۲۸)، (۱/ ۶۰) مقدمہ، ط: مکتبہ بینات۔

(۳) والثالث: ان لایکون علی وجہ تتبع الرخص فانہ لایجوز للعامي اجماعاً کماصرح بہ ابن عبد البر من انہ لایجوز للعامي تتبع الرخص اجماعاً، قلت: ھذا رأي المتقدمین من مشایخنا الحنفیة حیث لم یشترطوا الضرورة الشدیدة والاضطرار بل اکتفوا علی اشتراط عدم تتبع الرخص، أما زماننا ھذا فھو زمان اتباع الھوی واعجاب کل ذي رأي برأیہ والتلاعب بالدین فتتبع الرخص متعین ومتیقن باعتبار الغالب الاکثر فلایجوز الا بشرائط الضرورة الشدیدة وعموم البلوی والاضطرار۔ (جواھر الفقہ: (۱/ ۱۶۶) التمام الخیر في الافتاء بمذھب الغیر، ط: مکتبة دار العلوم کراچی)

حق باطل کرنا لازم آتا ہے۔ (۱)

رزق جو مقدر میں ہے وہ ضرور ملے گا

''مقدر میں جو لکھا ہے وہ ملے گا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۵۶/۶)

رزق حلال طلب کرنا فرض ہے

رزق حلال کے سلسلے میں اتنی محنت ومزدوری ضروری اور فرض ہے جو خود اس کے لیے اور اس کے اہل وعیال کے لیے کافی ہو، اس کے بعد باقی اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں محنت ومجاہدہ کر کے گزارنا افضل ہے، اور اگر کوئی شخص اس سے زیادہ محنت ومزدوری کرتا ہے تاکہ ضرورت سے زائد مال جمع ہوجائے تو یہ واجب کے درجہ میں نہیں ہے، بلکہ مباح کے درجے میں ہے، بشرطیکہ اس سے فرائض اور واجبات میں خلل واقع نہ ہو اور حرام اور گناہ کا ارتکاب نہ ہو اور زائد مال کے حقوق ادا کرتا ہو۔ (۲)

---

(۱) كل حيلة يحتال بها الرجل لابطال حق الغير او لادخال شبهة فيه او لتمويه باطل فهو مكروهة۔ (الهندية: (۳۹۰/۶) كتاب الحيل، الفصل الاول في بيان جواز الحيل وعدم جوازها، ط: رشيديه كوئٹه)

الدر مع الرد: (۲۴۶/۶) كتاب الشفعة، باب مايبطلها، قبيل: مطلب: لاشفعة للمقرله بدار، ط: سعيد۔

بدائع الصنائع: (۳۵/۵) كتاب الشفعة، فصل: واما الكلام في كراهة الحيلة للاسقاط وعدمها، قبيل: كتاب الذبائح والصيود، ط: سعيد۔

ولاتكره الحيلة في اسقاط الشفعة عند ابي يوسف وتكره عند محمد لان الشفعة انما وجبت لدفع الضرر، ولو ابحنا الحيلة مادفعناه، ولابي يوسف انه منع عن اثبات الحق فلايعد ضرراً، وعلى هذا الخلاف الحيلة في اسقاط الزكاة۔ (الهداية مع فتح القدير: (۳۴۴/۸، ۳۴۵) كتاب الشفعة، باب مايبطل به الشفعة، فصل، ط: رشيديه كوئٹه)

(۲) عن عبد الله بن مسعود رضي الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة۔ رواه البيهقي في شعب الإيمان۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۲) كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثالث، ط: قديمي)=

رزق حلال کی طلب

(۴۶) رزق حلال کھانا اور اس کے لیے کوشش اور تدبیر کرنا ضروری ہے، اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شامل ہے اور آخرت میں نجات اور دنیا میں خیر و برکت اور امن و سکون کا ذریعہ ہے۔ [۱]

رزق کی تنگی دور کرنے کا وظیفہ

رزق کی تنگی دور کرنے کے لئے یہ آیت روزانہ سات بار پڑھا کریں:

رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔ [۲]

= قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: طلب كسب الحلال فريضة) أي على من احتاج إليه لنفسه أو لمن يلزم مؤنته ـ (مرقاة المفاتيح: (۶/۲۵) كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثالث، ط: رشيديه)

ثم الكسب نوعان: كسب من المرء لنفسه، وكسب منه على نفسه، فالكاسب لنفسه هو الطالب لما لا بدّ له من المباح... ثم يتبني على هذه المسألة مسألة أخرى وهي أنه بعد ما اكتسب ما لا بدّ منه هل الاشتغال بالاكتساب أفضل أم التفرغ للعبادة؟ قال بعض الفقهاء رحمهم الله: الاشتغال بالكسب أفضل، وأكثر مشايخنا رحمهم الله على أن التفرغ للعبادة أفضل... وجه القول الآخر، وهو الأصح أن الأنبياء والرسل ما اشتغلوا بالكسب في عامة الأوقات، ولا يخفى على أحد أن اشتغالهم بالعبادة في عمرهم كان أكثر من اشتغالهم بالكسب ومعلوم أنهم كانوا يختارون لأنفسهم أعلى الدرجات، ولا شك أن أعلى مناهج الدين طريق المرسلين عليهم السلام ـ (المبسوط للسرخسي: (۳۰/۲۳۸، ۲۵۲) كتاب الكسب، ط: دار المعرفة)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أطيب ما أكلتم من كسبكم وإن أولادكم من كسبكم... وفيه تحريض على الكسب الحلال... وقال عامة أهل العم: الكسب بمقدار ما يكفيه وعياله واجب فإن زاد على ذلك فهو مباح ـ (مجالس الأبرار: (ص: ۵۳۰، ۵۳۱) المجلس التاسع والستون في بيان لزوم طلب كسب الحلال، ط: سعيد)

(۱) انظر إلى الحاشية السابقة رقم: ۲، على الصفحة السابقة۔

(۲) (سورة المائده آيت: ۱۱۴)

رزق کی تنگی ہو تو کیا کرے

گناہ سے رزق میں تنگی ہوتی ہے، عبادت، اطاعت، فرمانبرداری اور تقویٰ پرہیزگاری سے رزق میں برکت، وسعت اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد ہوتی ہے، خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قرآن مجید میں تقویٰ کی بنیاد پر بے حساب رزق کا وعدہ فرمایا ہے:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد آپ نے فرمایا: اے لوگو! میں اسی چیز کا حکم دیتا ہوں جس کا اللہ پاک حکم دیتا ہے، اور اسی چیز سے منع کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، پس رزق تلاش کرنے میں سنجیدگی اختیار کرو، اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں ابوالقاسم کی جان ہے! تم میں سے ہر ایک کو رزق اس طرح تلاش کرتا ہے جس طرح موت، پس اگر رزق میں تنگی ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اسے حاصل کرو۔ (۱)

رزق کی دعا فجر کی نماز کے بعد

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر

---

(۱) وروي عن الحسن بن علي رضي الله عنهما قال: صعد رسول الله صلي الله عليه وسلم المنبر يوم غزوة تبوك، فحمد الله وأثني عليه، ثم قال: ياايها الناس إني ما آمركم إلا بما أمر الله، ولا أنهاكم إلا عما نهاكم الله عنه فأجملوا في الطلب، فوالذي نفس أبي القاسم بيده إن أحدكم ليطلبه رزقه كما يطلبه أجله، فإن تعسر عليكم شيء منه فاطلبوه بطاعة الله عزوجل. رواه الطبراني في الكبير. (الترغيب والترهيب: (۲/۴۳۸) رقم الحديث: ۲۶۴۶، كتاب البيوع، الترغيب في الاقتصاد في طلب الرزق والإجمال فيه، ط: دار الكتب العلمية)

المعجم الكبير للطبراني: (۳/۸۴) رقم الحديث: ۲۷۳۷، باب الحاء حسن بن حسن بن علي عن أبيه رضي الله عنه، ط: مكتبه ابن تيمية.

كنز العمال: (۴/ ۲۳) رقم الحديث: ۹۳۶۳، كتاب البيوع، الباب الأول: في الكسب، الفصل الثاني: في آداب الكسب، ط: مؤسسة الرسالة.

کی نماز کے بعد جب سلام پھیرتے تو یہ دعا مانگتے:

"اللھم انی اسئلک علما نافعا و عملا متقبلا و رزقا طیبا"(۱)

رزق مقدر ہے

☆......تمام مسلمان تاجروں کا یہ پختہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ قسمت میں جو رزق لکھا ہوا ہے وہ زندگی میں مقررہ وقت پر ضرور ملے گا، وقت سے پہلے جتنی بھی کوشش کی جائے نہیں ملے گا، لہٰذا لالچ اور حرص سے بچنا چاہئے۔

☆......حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا اور مال شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق طلب کرو، کیونکہ ہر ایک کو اسی کی توفیق دی جاتی ہے، جو اس کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس کی توفیق ملتی ہے جو دنیا میں سے اس کے لئے قسمت میں لکھی گئی ہے۔(۲)

☆......حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رزق بندے کو ایسے ہی تلاش کرتا ہے جیسے موت اسے تلاش کرتی ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ رزق بندے کو اس سے زیادہ تلاش کرتا ہے جتنی

---

(۱) مشكاة المصابيح: (ص:۲۲۰) كتاب الدعوات، باب جامع الدعاء الفصل الثالث، ط: قديمي)

سنن ابن ماجه: (ص:٦٦) أبواب اقامة الصلوات والسنة فيها، باب مايقال بعد التسليم، ط: قديمي)

مسند أحمد: (٢٩٤/٦) رقم الحديث: ٢٦٥٦٢)، حديث أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم، ط: مؤسسة قرطبة.

(۲) عن ابي حميد الساعدي رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اجملوا في طلب الدنيا: فان كلا ميسر لما خلق له. رواه ابن ماجه واللفظ له ـ وأبو الشيخ ابن حبان في كتاب الثواب والحاكم إلا أنهما قالا: فإن كلا ميسر لما كتب له منها ـ (الترغيب والترهيب: (٣٣٧/٢) كتاب البيوع، الترغيب في الاقتصاد في طلب الرزق والإجمال فيه، ط: دار الكتب العلميه.

سنن ابن ماجه: (ص:١٥٥) أبواب التجارات، باب الاقتصاد في طلب المعيشة، ط: قديمي.

مسند بزار: (١٦٩/٩) رقم الحديث: ٣٧١٩، حديث أبي حميد الساعدي المدني، ط: مكتبه العلوم والحكم.

موت اس کو تلاش کرتی ہے۔[1]

☆......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی ایک اپنے رزق کو چھوڑ کر بھاگتا ہے تو رزق اُسے آکر پالیتا ہے جیسے موت اس کو پالیتی ہے۔[2]

☆......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جو چیز تمہارے لئے وقت سے پہلے قسمت میں لکھی ہوئی نہ ہو اس کے بارے میں اس گمان کے ساتھ ہرگز جلدی نہ کرو کہ اگر تم جلدی کرو گے تو پالو گے (ایسا ممکن نہیں) اور جو نقصان تمہاری قسمت میں لکھا ہوا ہے اس کو اس خیال سے ہرگز مؤخر نہ کرو کہ اگر تم موخر کرو گے تو وہ تم سے اٹھالیا جائے گا۔ (ایسا نہیں)[3]

---

(۱) عن ابي الدرداء رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الرزق يطلب العبد كما يطلبه اجله. رواه ابن حبان والبزار ورواه الطبراني بإسناد جيد إلا أنه قال: إن الرزق ليطلب العبد أكثر مما يطلبه أجله. (الترغيب والترهيب: (۲/۴۳۸) كتاب البيوع، الترغيب في الاقتصاد في طلب الرزق والإجمال فيه ط: دار الكتب العلمية)

صحيح ابن حبان: (۳۱/۸) رقم الحديث: ۳۲۳۸، كتاب الزكاة، باب ماجاء في الحرص ومايتعلق به، ط: مؤسسة الرسالة.

مسند بزار: (۲/ ۳۷) رقم الحديث: ۴۰۹۹، حديث أبي الدرداء عن النبي صلى الله عليه وسلم، ط: مكتبة العلوم والحكم.

(۲) وعن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلي الله عليه وسلم: لو فر أحدكم من رزقه أدركه كما يدركه الموت رواه الطبراني في الأوسط والصغير بإسناد حسن. (الترغيب والترهيب: (۲/ ۴۳۸) رقم الحديث: ۲۶۴۸، كتاب البيوع، الترغيب في الاقتصاد في طلب الرزق والإجمال فيه، ط: دار الكتب العلمية)

المعجم الأوسط: (۳۶۳/۴)، رقم الحديث: ۴۴۴۴، باب العين، من اسمه: عبد الله، ط: دار الحرمين۔

المعجم الصغير: (۱/۳۶۵) رقم الحديث: ۶۱۱، باب العين، من اسمه: عبدالله، ط: المكتبه للإسلامي.

(۳) وروي عن معاوية بن ابي سفيان رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلي الله عليه وسلم: لا تعجلن إلي شئ تظن أنك إن استعجلت إليه إنك مدركه إن كان لم يقدر لك ذلك، ولا تستأخرن عن شئ تظن أنك=

رزق میں اضافہ کی دعا

(۵۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، کہنے لگا اے اللہ کے نبی! دنیا نے مجھ سے منہ موڑ لیا ہے (یعنی فقر و فاقہ کا شکار ہوں) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم فرشتوں کی دعا اور تمام مخلوق کی تسبیح سے کہاں غافل ہو جس سے تمام مخلوق کو روزی بھی دی جاتی ہے، وہ کہنے لگا وہ تسبیح کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح صادق کے بعد فجر کی نماز تک کے وقت میں سو مرتبہ **"سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم استغفر اللہ"** پڑھا کرو، تو دنیا ذلیل ہو کر آئے گی، اور اس کے ہر کلمہ سے ایک فرشتہ پیدا کیا جائے گا جو قیامت تک اللہ کی پاکی بیان کرے گا اور اس کا اجر تمہارے لئے ہوگا۔ (۱)

= إن استأخرت عنه أنه مدفوع عنك إن كان الله قدره عليك. رواه الطبراني في الكبير والأوسط.
(الترغيب والترهيب:(٢/ ٤٣٨) رقم الحديث:٢٦٤٩، كتاب البيوع، الترغيب في الاقتصاد في طلب الرزق والإجمال فيه، ط: دار الكتب العلمية)

المعجم الأوسط:(٣/٣٥٥)، رقم الحديث: ٣٣٩١، باب الجيم، من اسمه: جعفر، ط: دار الحرمين۔

كنز العمال:(١/ ١٣٢)، رقم الحديث: ٦٢٠، الكتاب الأول من حرف الهمزة في الإيمان والإسلام، الباب الأول، الفصل السادس في الإيمان بالقدر، ط: مؤسسة الرسالة.

(١) عن نافع ان ابن عمر رضي الله عنهما قال: أتي رجل إلي رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا عنده، فقال: يانبي الله إن الدنيا تولّت عني وادبرت، فقال النبي صلى الله عليه وسلم فأين انت عن صلاة الملائكة وتسبيح الخلائق، وبه يرزقون؟ قال: وماهو يانبي الله؟ قال: قل حين يطلع الفجر إلي صلاة الغداة: سبحان الله وبحمده، سبحان الله العظيم، استغفر الله، مائة مرة، تأتيه الدنيا صاغرة راغمة وخلق من كل كلمة منها ملك يسبح الله عز وجل إلي يوم القيامة لك ثوابه.

امالي ابن بشران لأبي القاسم عبدالملك بن محمد بن عبدالله بن بشران البغدادي المتوفي: ٤٣٠هـ: (١/ ٢٥١) رقم الحديث: ٦٧٦، المجلس التاسع والستون والستمائة، الناشر: دارالوطن الرياض الطبعة الاولي: ١٤١٨هـ١٩٩٧ء

رزق میں فراوانی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ اس کے مال میں کشادگی اور فراوانی ہو، اور اس کی عمر میں اضافہ ہو تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کیا کرے یعنی عزیزوں اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے۔ (۱)

رزق میں وسعت کے لئے

رزق میں وسعت کے لئے روزانہ فجر کی نماز کے بعد گیارہ بار پڑھے:

اَللّٰہُ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ وَیَقۡدِرُ لَہٗ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ۔ (۲)

رسید پر حقیقی رقم سے زیادہ رقم درج کرنا

مسلمانوں کو چاہئے کہ صداقت، دیانت، امانت اور سچائی کے ساتھ معاملات کریں، جھوٹ، فریب اور دھوکہ سے معاملات نہ کریں، اور ناحق لوگوں کا مال نہ کھائیں لہٰذا اگر ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو کوئی چیز خرید کر لانے کے لئے بھیجا تو اس کے لئے اسکی قیمت خرید سے زیادہ لینا یا رسید لکھوانا جائز نہیں۔ (۳)

---

(۱) عن انس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أحب ان يبسط له في رزقه وينسأله في اثره فليصل رحمه. (مشكوة المصابيح: (۲/۴۱۹) كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثالث، ط: قديمي)

صحيح البخاري: (۲/۸۸۵) كتاب الأدب، باب من بسط له في الرزق بصلة الرحم، ط: قديمي.

السنن الكبري للبيهقي: (۷/۲۷) كتاب قسم الصدقات، باب الرجل يقسم صدقته علي قرابته وجيرانه، ط: إدارة تاليفات اشرفيه.

(۲) (سورة العنكبوت: أيت: ۶۲)

(۳) يا ايها الذين امنوا لاتأكلوا أموالكم بينكم بالباطل. (سورة النساء: ۲۹) =

اسی طرح بیچنے والے کے لئے بھی رسید پر حقیقی رقم سے زیادہ لکھنا حرام ہے، اور یہ گناہ اور زیادتی کے کام میں تعاون ہے، اور باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھانے کے مترادف ہے۔ [1]

رسید کا اہتمام کرنا

''نقدلین دین لکھنے کی ضرورت نہیں'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۷۹/۶)

رشک نہ کرو حرام کمانے والے پر

''حرام کمانے والے پر رشک نہ کرو'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۸۹/۳)

رشوت دے کر آرڈر حاصل کرنا

☆...... تجارت کو فروغ دینے کے لیے کسی ادارے یا آدمی کو رشوت دے کر آرڈر حاصل کرنا ناجائز اور حرام ہے، اس میں نقصانات زیادہ اور فوائد کم ہیں، بلکہ نقصانات کے مقابلے میں فوائد کا حجم نہ ہونے کے برابر ہے، مزید یہ کہ اس سے مہنگائی میں اضافہ ہوتا ہے، اور خریداروں پر بے جا بوجھ پڑتا ہے جو قیمت میں اضافہ کا باعث بنتا ہے، اور سامان کم فروخت ہوتا ہے، اور یہ بہت سے جرائم اور انفرادی و اجتماعی نقصانات میں اضافے کا ذریعہ بنتا ہے، جس کے نقصانات بعد میں خود اس تاجر تک پہنچتے ہیں، پھر یہ ان سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا۔

= قوله تعالى: يا أيها الذين آمنوا لاتأكلوا أموالكم بينكم بالباطل) بالحرام ،يعني: بالربا والقمار والغصب والسرقة والخيانة ونحوها. (تفسير البغوي: (۱۹۹/۲) النساء:۲۹، ط: دار طيبة)

التفسير المظهري: (۸۷/۲) سورة النساء:۲۹، ط: رشيديه.

(۱) ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب. (المائدة:۲)

ولا تعاونوا علي الإثم والعدوان يعني لا تعاونوا علي ارتكاب المنهيات ولا علي الظلم. (احكام القرآن للقرطبي: (۱۹/۳)، المائده:۲، ط: دار الفكر).

قال: النووي: فيه تصريح بتحريم كتابة المترابين والشهادة عليها وبتحريم الإعانة علي الباطل. (مرقاة المفاتيح: (۴۳/۶) كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الأول، ط: رشيديه.

مثلاً: جب کسی ادارے سے رشوت دے کر آرڈر حاصل کیا گیا تو دوسرا تاجر زیادہ رشوت دے کر وہ آرڈر چھین لیتا ہے اس طرح تجارت کو اجتماعی طور پر نقصان ہوتا ہے اور لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔

☆...... ابتداء میں رشوت نہ دینے سے کچھ تنگیاں آئیں گی، کام نہیں چلے گا، مارکیٹنگ مشکل ہوجائے گی، فروخت کم ہوگی، لیکن اس پر ثابت قدم رہیں، صبر و تحمل اختیار کریں اور اللہ سے مانگیں، ہوسکے تو صدقہ خیرات بھی کریں تو ان شاء اللہ راستہ کھل جائے گا اور تنگی دور ہوجائے گی۔ (۱)

رشوت دینا پڑے ملازم کو

''ملازم کو رشوت دینی پڑتی ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۷۷/۶)

رشوت دینا ٹھیکہ حاصل کرنے کے لیے

''ٹھیکہ حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۵۷/۳)

رشوت دینا کسٹم ڈیوٹی سے بچنے کے لیے

''کسٹم ڈیوٹی سے بچنے کے لیے رشوت دینا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لعنة الله على الراشي والمرتشي۔ رواه أبو داود وأحمد والترمذي وحسنه ابن حبان وصححه ۔ (إعلاء السنن: (۶۰/۱۵) كتاب القضاء، باب الرشوة، ط: إدارة القرآن)

وعن عبد الله بن عمرو قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي۔ رواه أبو داود وابن ماجة۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۳۲۶) كتاب الإمارة والقضاء، باب رزق الولاة وهداياهم، الفصل الثاني، ط: قديمى)

والإسلام يحرم الرشوة في أي صورة كانت وبأي اسم سميت ، فتسميتها باسم الهدية لايخرجها عن دائرة الحرام إلى الحلال۔ (الحلال والحرام في العلاقات الاجتماعية للقرضاوي: (ص: ۲۷۱) الرشوة لدفع الظلم، ط: مصطفى البابي الحلبي، مصر)

رشوت دینا گاڑی والے کا پولیس کو

''گاڑی والے کا پولیس کو رشوت دینا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۹۳/۵)

رشوت دینا ملازمت برقرار رکھنے کے لیے

''ملازمت برقرار رکھنے کے لیے رشوت دینا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

رشوت کی رقم سے خرید وفروخت کرنا

''حرام رقم سے خرید وفروخت کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۸۷/۳)

رشوت کی رقم سے قبرستان کے لیے جگہ خریدنا

رشوت کی رقم ناجائز اور حرام ہے، اس سے قبرستان کے لیے جگہ خریدنا اور اس میں مسلمان میتوں کو دفن کرنا جائز نہیں ہے اور ایسی رقم اصل مالک کو واپس کردینا ضروری ہے، اگر مالک یا اس کے ورثاء کا علم نہ ہو تو ثواب کی نیت کے بغیر مستحق زکاۃ لوگوں کو صدقہ کو دینا ضروری ہے۔ (۱)

رضامندی

بائع اور مشتری کی رضامندی کے بغیر خرید وفروخت، لین دین کرنا جائز

---

(۱) مات رجل وكسبه من ثمن الباذق، والظلم، واخذ الرشوة، تعود الورثة، ولايأخذون منه شيئاً، وهو الأولى لهم ويردونه على أربابه ان عرفوهم والايتصدق؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق اذا تعذر الرد۔ (البحر الرائق: (۲۰۱/۸) كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: سعيد)

في البزازية: اخذ مورثه رشوة او ظلماً ان علم ذلك بعينه لايحل له اخذه والافله اخذه حكما، اما في الديانة فيتصدق به بنية ارضاء الخصم۔ (شامي: (۹۹/۵) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في من ورث مالا حراما، ط: سعيد)

غمز عيون البصائر شرح الاشباه والنظائر: (۲۳۳/۳) كتاب الكراهية، الحظر والإباحة، ط: دار الكتب العلمية۔

نہیں۔[1]

(۵۵) رضامندی سے پورٹ (Port) وغیرہ میں چھوڑا ہوا مال

بعض اوقات امپورٹر کسی خاص وجہ کی بنا پر اپنا درآمد کیا ہوا مال وصول نہیں کرتا مثلاً بعض اموال کو برآمد کرنے پر پابندی ہے، اور بعض اموال کے برآمد کی اجازت ہے مگر حکومت کی جانب سے ایک حد متعین ہے لیکن کچھ امپورٹر اس طرح کا مال چھپا کر زیادہ لے آتے ہیں یا پابندی والا مال چھپا کر لے آتے ہیں، اور ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ اگر پکڑا گیا تو چھوڑ دیں گے یا کچھ رقم دے کر چھڑا لیں گے لیکن ایسا آسان نہیں ہوتا، اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ سستا اور کم قیمت کا سامان منگوایا جاتا ہے لیکن اس پر ڈیوٹی زیادہ لگتی ہے، ڈیوٹی دے کر چھڑانے میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا، لہٰذا ایسے مال کو پورٹ میں چھوڑ دیا جاتا ہے، کسٹم والوں کی طرف سے نوٹس بھی ملتا ہے لیکن امپورٹر ایسے مال کو وصول نہیں کرتا، تو ایسے مال کا حکم لقطہ والا ہے، کسٹم والوں کے لئے ایسے مال کو نیلام کرنا اور لوگوں کے لئے ایسے مال کو خریدنا جائز ہے تاہم کسٹم والے ہر جگہ کی اجرت کی رقم نکال کر باقی رقم مالک کو واپس کر دینا ضروری ہے۔[2]

---

(۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (سورة النساء:۲۹)

والتراضي: هو الرضا من الجانبين بما يدل عليه من لفظ أو عرف، وهو أساس العقود بصفة عامة، وأساس المبادلات المالية بصفة خاصة فلا بيع ولا شراء ولا إجارة ولا شركة ولا غيرها من عقود التجارة مالم يتحقق الرضا. (التفسير الوسيط لطنطاوي: (۱۲۶/۳) سورة النساء:۲۹، ط: دار نهضة، القاهرة)

(۲) إنما ينتفع بها بعد الإشهاد والتعريف إلى أن غلب على ظنه أن صاحبها لا يطلبها والمراد جواز الإنتفاع بها والتصدق، وله إمساكها لصاحبها وفي الخلاصة: له بيعها ايضاً. (شامي: (۲۷۹/٤) كتاب اللقطة، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۱۶۳/۵) كتاب اللقطة، ط: سعيد. =

رضامندی معلوم ہوتی ہے

(۵۶) ”واپس دینے کا اختیار“ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۱۲/۶)

رعایت دینا قیمت مقررہ وقت سے پہلے ادائیگی پر

”مقررہ وقت سے پہلے ادائیگی پر رعایت دینے کا حکم“ عنوان کے تحت دیکھیں۔

رعایت ملے سامان خریدتے وقت

اگر کسی نے دکاندار سے کوئی سامان خریدا اور دکاندار نے مقررہ قیمت سے کچھ رقم واپس کردی، تو یہ قیمت میں کمی کی ایک صورت ہے، لہٰذا اگر خریدار نے یہ چیز اپنے لئے خریدی ہے تو واپس کی ہوئی رقم خریدار کے لئے حلال ہے، اور اگر خریدار نے وہ چیز کسی اور آدمی یا ادارے کے لئے خریدی ہے تو واپس کی ہوئی رقم خریدار کے لئے رکھنا جائز نہیں ہوگا بلکہ جس ادارہ یا جس آدمی کے لئے چیز خریدی ہے یہ اس کا حق

= والقاضي يحبس الحر المديون ليبيع ماله لدينه۔۔۔ لايبيع القاضي عرضه ولاعقاره) للدين (خلافالهما وبه) أي بقولهما ببيعهما للدين (يفتى) اختيار، وصححه في تصحيح القدوري۔

قوله ليبيع ماله) أطلق المال فشمل المرهون والمؤجر والمعار، وكل ماهو ملك له۔ (الدر المختار مع الرد: (۱۵۰/۶، ۱۵۱)، كتاب الحجر، ط: سعيد)۔

شامي: (۳۸۷/۵)، كتاب القضاء، مطلب في ملازمة المديون، ط: سعيد۔

ومن اشترى عبداً فغاب فبرهن البائع على بيعه وغيبته معروفة لم يبع لدين البائع وإلا بيع لدينه)۔۔۔ ولم يذكر المصنف أنه يدفع الثمن إلى البائع، لأن القاضي إنما يدفع له بقدر ما باعه فإن فضل شيئ عن دينه أمسكه للمشتري الغائب لأنه بدل ملكه۔ (البحر الرائق: (۱۷۴/۶، ۱۷۵) كتاب البيع، باب المتفرقات، ط: سعيد)۔

وعنه (أي عن سمرة رضي الله عنه) عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: على اليد ما أخذت حتى تؤدي۔ (مشكاة المصابيح، (ص: ۲۵۵)، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ط: قديمي)۔

(قال: على اليد ما أخذت) أي يجب على اليد ما أخذته۔۔۔ (حتى تؤدي) أي حتى تؤديه إلى مالكه فيجب رده في الغصب۔۔۔ يعني من أخذ مال أحد بغصب أو عارية أو وديعة لزمه رده۔ (مرقاة المفاتيح: (۱۳۷/۶)، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ط: رشيديه جديد)۔

ہے اس کو واپس کر دینا لازم ہوگا۔

بعض لوگ سرکاری ادارے یا کمپنی کے لئے سامان خریدتے ہیں، اگر سامان خریدنے کے بعد دکاندار نے اس کو کچھ رقم واپس کر دی تو وہ سرکاری ادارے یا کمپنی کو واپس کر دینا ضروری ہے خریدنے والے کے لئے اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہوگا۔ (۱)

رقم نقد حاصل کرنے کا طریقہ

''نقد رقم کے لیے منصوبہ کے ساتھ خرید وفروخت کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

رمضان میں بیکری کا سامان فروخت کرنا

رمضان المبارک میں دن میں بیکری کا سامان فروخت کرنا جائز ہے، البتہ جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ کسی عذر کے بغیر دن کے وقت کھانے کے لیے خرید رہا ہے تو اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا، اور معلوم نہ ہونے کی صورت میں بیچنا جائز ہوگا۔ (۲)

---

(۱) وفي الواقعات الحسامية: ولو امر رجلا ان يشتري له جارية بالف، فاشتراها ثم ان البائع وهب الألف من الوكيل فللوكيل ان يرجع علي الآمر، ولو وهب منه خمس مائة لم يكن له ان يرجع علي الآمر الا بخمس مائة، ولو وهب منه خمس مائة ثم وهب منه ايضا الخمس مائة الباقية لم يرجع الوكيل علي الامر الا بالخمسة الاخرى لان الاول حط والثاني هبة. (البحر الرائق: (۷/۲۶۳) كتاب الوكالة، باب الوكالة بالبيع والشراء، ط: رشيديه)

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال احد بغير سبب شرعي. (البحر الرائق: (۵/۶۸) كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير، ط: رشيديه)

(۲) وبيع العصير ممن يتخذه خمرا وبيع الأمرد ممن يعصى به وإجارة البيت ممن يبيع فيه الخمر أو يتخذها كنيسة أو بيت نار وأمثالها فكله مكروه تحريمًا بشرط أن يعلم البائع والآجر من دون تصريح به باللسان فإنه إن لم يعلم كان معذورًا وإن علم وصرح كان داخلاً في الإعانة المحرمة۔ (جواهر الفقه: (۲/۴۵۳) تفصيل الكلام في مسئلة الإعانة على الحرام، ط: مكتبه دار العلوم كراچى)=

رنگا

سودا کرتے وقت خریدار بیچنے والے سے خرید شدہ چیز کے علاوہ اور کوئی چیز مانگے تو اس کو ''رنگا'' کہتے ہیں، اگر بیچنے والا خوشی سے دے دے تو مانگنا اور لینا جائز ہے، اور یہ مبیع کا جز بن جائے گا، لیکن اس کے رواج کو لازم قرار دینا مناسب نہیں بلکہ ترک کرنا ہی بہتر ہے۔[1]

رنگائی کا خرچہ اصل قیمت کے ساتھ ملانا

''اصل قیمت کے ساتھ اضافی اخراجات'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۹۱/۱)

رنگ استعمال کرنا چائے میں

''چائے کا معیار بہتر بنانے کے لیے رنگ استعمال کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۵۶/۳)

رنگ استعمال کرنا معیار بہتر بنانے کے لیے

''معیار بہتر بنانے کے لیے کیمیکل استعمال کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

رنگ کے ڈبے میں نقدی رکھنا

بعض کمپنیاں اپنی مصنوعات مثلاً رنگ کی کمپنی رنگ کے ڈبے میں کاریگر کے لیے نقدی یا اس کا کارڈ رکھ دیتی ہے، یہ کمیشن نہیں بلکہ رشوت ہے، کاریگر کے لیے وہ رقم لینا جائز نہیں ہوگا۔ ہاں اگر مالک نے خریدا ہے تو وہ رقم مالک کو دے دے

= وبيع المكعب المفضض للرجل إن ليلبسه يكره ؛ لأنه إعانة على لبس الحرام۔ (شامي: (۳۹۲/٦) كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع ط: سعيد)

تبيين الحقائق: (۲۹/٦) كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: امداديه۔

(۱) تخریج کے لیے ''مبیع میں زیادتی کا مطالبہ کرنا'' عنوان کے تحت حاشیہ دیکھیں۔

تو رشوت نہیں ہوگی۔ (۱)

(۵۹) روپیہ بھنانے میں بٹہ لینا

روپیہ بھنانے میں دونوں فریق کی طرف سے رقم ہوتی ہے، البتہ ایک فریق بڑی رقم کا نوٹ دیتا ہے اور دوسرا اسی قیمت کے چھوٹے نوٹ ادا کرتا ہے، یہ بیع صرف ہے، کمی بیشی جائز نہیں، کیوں کہ یہ سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے اس لیے روپیہ بھناتے ہوئے اس میں سے کچھ بٹہ کاٹ لینا بالکل جائز نہیں ہے۔ (۲)

البتہ جہاں اس کی ضرورت ہو تو اس میں متبادل جائز صورت یہ اختیار کی جاسکتی ہے کہ دکان دار بٹہ میں پیسہ کاٹنا چاہے کاٹ لے اور اس کے بدلے میں

---

(۱) قال الله تعالى: {سمّاعون للكذب أكّلون للسحت}۔ (المائدة: ۴۲)

قال أبوبكر: اتّفق جميع المتأوّلين بهذه الآية على أنّ قبول الرشا محرم، واتّفقوا على أنّه من السحت الّذي حرمه الله تعالى۔ (أحكام القرآن للجصاص: (۵۴۱/۲) باب قطع السارق، ط: دار الكتب العلمية)

عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم على الراشي والمرتشي۔ (جامع الترمذي: (۲۴۹/۱) أبواب البيوع، باب ماجاء في أكل الربا، ط: سعيد)

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي۔ (شامي: (۶۱/۴) كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال، ط: سعيد)

لايجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي... فعلى ذلك يجب أن ترد اللقطة الّتي تؤخذ بقصد إمتلاكها أو المال الّذي يؤخذ رشوة أو سرقة أو غصبا لصاحبها۔ (درر الحكام شرح مجلّة الأحكام۔ (۹۸/۱) المادة: ۹۷، المقالة الثالثة: في بيان قواعد الكلية الفقهية، ط: دار الجيل)

شرح المجلّة لخالد الأتاسي: (۲۶۴/۱، ۲۶۵) المادة: ۹۷، ط: رشيديه۔

(۲) ولايجوز بيع الذهب بالذهب، والفضة بالفضة إلا مثلاً بمثل تبرا كان أو مصوغا أو مضروبًا۔ (الفتاوى الهندية: (۲۱۸/۳) كتاب الصرف، الباب الثاني في أحكام العقد بالنظر إلى المعقود عليه، ط: رشيديه)

(الصرف بيع النقد بالنقد) أي بيع الثمن بالثمن... ويشترط لصحته عدم التأجيل وخيار الشرط والتساوي وزنًا والتقابض قبل الافتراق إذا اتحدا جنسًا۔ (شرح المجلّة لرستم باز: (۵۷/۱) المادة: ۱۲۱، الكتاب الأوّل: في البيوع، المقدّمة: في الإصطلاحات الفقهية المتعلّقة بالبيوع، ط: دار الكتب العلمية)

الدر مع الرد: (۲۵۷/۵، ۲۵۸) كتاب البيوع، باب الصرف، ط: سعيد۔

گاہک کو کوئی معمولی چیز چاکلیٹ اور ٹافی وغیرہ دے دے تاکہ وہ چیز بٹہ میں کاٹے ہوئے پیسے کے بدلے میں ہو جائے اور سود سے بچ جائے اور دونوں فریق گناہ سے بچ جائیں۔ [1]

روپیہ ثمن ہے

☆...... موجودہ دور میں سونے اور چاندی کے روپے یعنی دینار اور درہم رائج نہیں ہیں، کاغذی نوٹ اور پیتل اور سلور وغیرہ کے سکوں کو ان کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے اور اب سارا کاروبار کاغذی نوٹ اور سکوں سے ہی ہوتا ہے، اس لیے یہ اصطلاحی ثمن ہیں، رسید یا حوالہ کی حیثیت نہیں ہے ورنہ لوگوں کے لیے بہت بڑی پریشانی کا باعث ہوگا، نہ اس سے زکاۃ واجب ہوگی اور نہ ادا ہوگی، نہ صدقہ اور فدیہ وغیرہ۔ [2]

---

(١) وإذا تبايعا فضة بفضة، ووزن أحدهما أكثر ومع الأقل منهما شيء آخر من خلاف جنسه فالبيع جائز فإن كانت قيمة الخلاف تبلغ قيمة الزيادة أو أقل بما يتغابن الناس فيه يجوز من غير كراهة، وإن كانت قليلة كالفلس والجوزة والبيضة، وإنما أدخلاه ليجوز العقد فإن العقد جائز من طريق الحكم ولكنه مكروه۔ (الجوهرة النيرة: (٢٦٩/١) كتاب البيوع، باب الصرف، ط: حقانيه)

الدر مع الرد: (٢٦٥/٥) كتاب البيوع، باب الصرف، مطلب: في حكم بيع فضة بفضة قليلة مع شيء آخر لإسقاط الربا، ط: سعيد۔

الهداية: (١١٣/٣) كتاب الصرف، ط: رحمانيه

(٢) وبالجملة صارت هذه الاوراق اليوم كالنقود ويطلق عليها اسم النقد والعملة فى العربية والانكليزية والاردية ... فالذى ارى ان القول بثمنيتها اصبح قويا منذ ان جعلتها الحكومات اثمانا قانونية، وجبرت الناس بقبولها عند اقتضاء ديونهم۔ (تكملة فتح الملهم: (٥٢٠/١) باب تحريم مطل الغني، ط: دار العلوم كراچى)

فالذى اراه حقا وادين الله عليه: ان حكم الورق المالى كحكم النقدين فى الزكاة سواء بسواء؛ لانه يتعامل به كالنقدين تماما؛ ولان مالكه يمكنه صرفه وقضاء مصالحه به فى اى وقت شاء فمن ملك النصاب من الورق المالى ومكث عنده حولاً كاملاً، وجبت عليه زكاته۔ (شرح الفتح الرباني: (٨/ ٢٥١) آخر باب الزكاة الذهب والفضة۔

بحوث في قضايا فقهية معاصرة، (ص: ١٥٩) ط: دار العلوم كراچى۔

☆......روپیہ کی بیع روپیہ کے عوض میں یا سونا چاندی کے عوض میں بیع صرف ہے، نقد ہونا ضروری ہے ادھار جائز نہیں ہے۔ (۱)

روپے دو قسم کے چلتے ہیں

''دو قسم کے روپے چلتے ہیں'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۵۳/۳)

روپے کے نقصان سے بچنے کے لیے ڈالر خریدنا

''ڈالر خریدنا روپے کے نقصان سے بچنے کے لیے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

روٹیاں جمع کر کے فروخت کرنا

بعض لوگ ضرورت سے زائد روٹیاں اور اس کے ٹکڑے وغیرہ جمع کر کے فروخت کرتے ہیں تو یہ شرعاً جائز ہے، کیوں کہ خرید و فروخت صحیح ہونے کے لیے بنیادی طور پر کسی چیز کا مال متقوم (قیمتی مال) ہونا ضروری ہے، روٹی اور روٹی کے ٹکڑے مال متقوم ہیں لہٰذا ان کی خرید و فروخت جائز ہے۔ (۲)

---

(۱) الصرف بيع النقد أي بالنقد أي بيع الثمن بالثمن ... ويشترط لصحته عدم التأجيل وخيار الشرط والتساوي وزنًا والتقابض قبل الافتراق إذا اتحدا جنسًا ... وأمّا إذا لم يتجانسا فيلزم التقابض لا التساوي۔ (شرح المجلّة لرستم باز: (۵۷/۱) المادة: ۱۲۱، الكتاب الأوّل في البيوع، المقدمة: في الاصطلاحات الفقهية المتعلّقة بالبيوع، ط: مكتبه فاروقيه)

البحر الرائق: (۱۹۲/۶، ۱۹۳) كتاب الصرف، ط: سعيد۔

الدر مع الرد: (۲۵۸/۵، ۲۵۹) كتاب البيوع، ط: سعيد۔

(۲) وشرطان يكون في العقد عوضان كل واحد منهما مال ليتحقق ركن البيع وهو مبادلة المال بالمال۔ (تبيين الحقائق: (۶۱/۴) فصل في قبض المشتري المبيع في البيع الفاسد بامر البائع، ط: امداديه ملتان)

وقيد بقوله: وكل من عوضه مال ليخرج البيع بالميتة وكل بيع باطل۔ (البحر الرائق: (۹۲/۶) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: سعيد)

حاشية الشلبي على هامش تبيين الحقائق: (۳/۴) كتاب البيوع، ط: امداديه ملتان۔

روزانہ کی سیل پر نفع مقرر کرنا

(۶۲) کسی دکان دار کو کاروبار کے لیے رقم دیتے وقت یہ شرط رکھنا کہ روزانہ کی بکری میں سے اتنی رقم نفع کے طور پر دینا ہے یہ درست نہیں ہے، یہ سود ہے اور شرط شرط فاسد ہے۔[1]

روزی میں برکت کی دعا

''روزی میں اضافہ کی دعا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

رول اوور (Roll Over)

سودی نظام میں قرضہ کی ادائیگی کا وقت آجائے اور مقروض ابھی قرض ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو یا ابھی ادا نہ کرنا چاہتا ہو تو اس قرض کی مدت بڑھا دی جاتی ہے، پہلا سود اصل قرضے میں شامل ہو جاتا ہے اور اس پر مزید سود لگا کر مزید مہلت دے دی جاتی ہے، اس کو (Roll Over) رول اوور کرنا کہتے ہیں۔

رؤیت کا خیار قابل انتقال نہیں ہے

''خیار رؤیت میں وراثت جاری نہیں ہوتی'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

---

(۱) فان کان فیہ منفعۃ لاحد المتعاقدین، فالبیع فاسد، لأن الشرط باطل فی نفسہ، والمنتفع بہ غیر راض بدونہ فتمکن المطالبۃ بینہما بہذا الشرط، فلہذا فسد بہ البیع۔ (المبسوط للسرخسي: (۱۸/۱۳) باب البیوع اذا کان فیہا شرط، ط: مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

وفي الأشباه: كل قرضٍ جرّ نفعًا حرام۔ (قوله: كل قرضٍ جرّ نفعًا حرام) أي إذا كان مشروطًا كما علم مما نقله عن البحر... ثم رأيت في جواهر الفتاوى إذا كان مشروطًا صار قرضًا فيه منفعة وهو ربا وإلاّ فلابأس به اهـ۔ (الدر مع الرد: (۱۶۶/۵) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، مطلب كل قرضٍ جرّ نفعًا حرام، ط: سعيد)

المبسوط للسرخسي: (۳۵/۱۴) كتاب الصرف، باب القرض والصرف فيه، ط: دار المعرفة۔

رؤیت کے لیے کافی ہے

''دیکھنے کے لیے کافی ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۷۱/۳)

رہن طلب کرنا ادھار کی صورت میں

''ادھار کی صورت میں ضمانت طلب کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۳۷/۱)

رہن کو بیچنا

اگر راہن (گروی رکھوانے والا) مقررہ وقت پر مرتہن (گروی رکھنے والے) کا قرض ادا نہیں کرسکا تو مرتہن کو رہن کی چیز فروخت کرکے اپنا قرض وصول کرنے کا حق ہوگا۔ [1]

رہن کی چیز سے فائدہ اٹھانا

رہن کی چیز جس آدمی کے پاس ہوتی ہے اس آدمی کے لیے اس سے نفع حاصل کرنا اور اس کی پیداوار لینا اور اس کا کرایہ لینا جائز نہیں ہے۔ [2] جب بھی

---

(۱) (وإن مات الراهن باع وصيه الرهن وقضى الدين) لأن الوصي قائم مقام الموصي، ولو كان الموصي حيًا كان له أن يبيع الرهن، فكذا الوصيه (فإن لم يكن له وصي نصب له القاضي وصياً وأمر ببيعه) وفعل ذلك إلى القاضي لأن القاضي نصب ناظراً لحقوق المسلمين إذا عجزوا عن النظر لأنفسهم وقد تعين النظر في نصب الوصي ليؤدي ما عليه لغيره ويستوفي حقوقه من غيره۔ (تبيين الحقائق: (۹۳/۶) كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن، ط: امداديه)

مجمع الأنهر: (۳۰۳/۴) كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن، ط: دار الكتب العلمية۔

الاختيار لتعليل المختار: (۷۱/۲) آخر كتاب الرهن، ط: دار الكتب العلمية۔

(۲) لايحل له ان ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن، لأنه اذن له في الربا، لانه يستوفي دينه كاملا، فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون رباً۔ (الدر مع الرد: (۴۸۲/۶) كتاب الرهن، ط: سعيد)

وفيه أيضا: (۱۶۶/۵) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، مطلب كل قرض جر نفعا حرام، ط: سعيد)

مجمع الانهر: (۲۷۳/۴) كتاب الرهن، ط: غفاريه كوئته۔

قرض کی رقم وصول ہوجائے گی وہ چیز اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی وغیرہ سب واپس کرنا لازم ہوگا۔[1]

ریٹ مقرر کرنا

☆......اگر دکان دار خریداروں سے چیزوں کی قیمت بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر لیتے ہیں تو حکومت ماہرین سے مشورہ کر کے ریٹ مقرر کرسکتی ہے جس میں مالک کا نقصان بھی نہ ہو اور عام لوگوں کو پریشانی بھی نہ ہو اور پرائز بھی کنٹرول ہوجائیں۔[2] اس کو اصطلاح میں ''تسعیر'' کہتے ہیں۔

☆......اگر کسی دکان دار نے مقررہ ریٹ سے زیادہ قیمت پر چیز فروخت

---

(۱) (ونماء الرهن) كالولد والثمر واللبن والصوف والوبر والأرش ونحو ذلک (للراهن) لتولده من ملكه۔ (الدر مع الرد: (۵۲۱/۶) كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن والجناية عليه، فصل في مسائل متفرقة، ط:سعيد)

تبيين الحقائق: (۹۴۳۶) كتاب الرهن، فصل: رهن عصيرًا قيمته عشرة بعشرة فتخمر، ط: امداديه ملتان۔

(۲) وان كان ارباب الطعام يتحكمون على المسلمين ويتعدون عن القيمة تعدياً فاحشاً وعجز القاضي عن صيانة حقوق المسلمين الا بالتسعير، فلابأس بالتسعير بمشورة أهل الرأي والبصر، فاذا فعل ذلک ثم تعدى رجل عن ذلک القدر، فباعه بثمن فوقه، اجازه القاضي يعني امضاه ولم يبطله۔ (المحيط البرهاني: (۲۶۸/۸) كتاب البيوع، الفصل الخامس والعشرون في البياعات المكروهة، فصل في الاحتكار، ط: غفاريه كوئٹه)

فان باع بأكثر مما سعره اجازه القاضي۔ (مجمع الانهر: (۲۱۵/۴) كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: غفارية كوئٹه)

وظاهره انه لو باعه باكثر يحل وينفذ البيع، ولا ينافي ذلک ماذكره الزيلعي وغيره من انه لو تعدى رجل وباع باكثر اجازه القاضي لان المراد ان القاضي يمضيه ولا يفسخه۔ (الدر مع الرد: (۴۰۰/۶) كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۳۷۱/۸) كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: رشيديه كوئٹه۔

ولا يسعر حاكم الا اذا تعدى الارباب عن القيمة تعدياً فاحشاً فيسعر بمشورة اهل الرأي۔ (شامي: (۳۹۹/۶) كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، ط: سعيد)

کی ہے تو بھی سودا صحیح ہو جائے گا۔[۱]

ریٹ کم پر سودا کرنا ضرورت مند آدمی سے

''ضرورت مند آدمی سے کم ریٹ پر سودا کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

ریٹ کم کر کے مال بیچنا دوسروں کو نقصان پہنچانے کے لئے

''بازار کے عام نرخ سے سستا بیچنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲/۵۴)

ریٹ مہنگا ہونے پر بائع کا مشتری کی مبیع کو فروخت کرنا

''قیمت دے کر مبیع کو بائع کے پاس رکھنا، اور ریٹ مہنگا ہونے پر بائع کا اسے فروخت کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۵/۲۲۶)

ریٹ مہنگا ہونے تک سبزی اور فروٹ وغیرہ کولڈ اسٹور میں جمع رکھنا

''کولڈ اسٹور میں سبزی وغیرہ جمع رکھنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۵/۳۶۶)

ریچھ

زندہ ریچھ اور بندر کو کسی حیلے سے پکڑ کر فروخت کرنا جائز ہے اور آمدنی بھی حلال ہے۔[۲]

ریچھ کو ذبح کر کے روغن نکال کر فروخت کرنا

ریچھ کو ذبح کر کے اس کے گوشت وغیرہ سے تیل نکال کر فروخت کرنا جائز

---

(۱) انظر الی الحاشیة السابقة رقم: ۲، علی الصفحة السابقة۔

(۲) (ویجوز بیع الکلب والفهد والسباع) مثل الأسد والدب ونحوهما۔ (البنایة شرح الهدایة: ۸/۳۷۸) کتاب البیوع، باب السلم، مسائل منثورة، ط: دار الکتب العلمیة)

ویجوز بیع جمیع الحیوانات سوی الخنزیر وهو المختار۔ (الفتاوی الهندیة: (۳/۱۱۴) کتاب البیوع، الباب التاسع فیما یجوز بیعه ومالا یجوز، الفصل الرابع فی بیع الحیوانات، ط: رشیدیه)

الدر مع الرد: (۵/۲۲۶) کتاب البیوع، باب المتفرقات، ط: سعید۔

ہے، اور یہ تیل انسانوں کی خوراک کے علاوہ جانوروں اور دیگر ضروریات کے لیے استعمال کرنا جائز ہے۔ (۱)

ریچھ کی چربی

"شیر کی چربی" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۸۷/۴)

ریچھ کی کھال

اگر ریچھ اور بندر کو شریعت کے مطابق ذبح کیا گیا ہے تو اس کی کھال کو دباغت سے پہلے بیچنا اور خریدنا جائز ہے۔ اور اگر ریچھ کو شریعت کے مطابق ذبح نہیں کیا گیا تو اس کی کھال کو دباغت سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ (۲)

ریڈیو سے بیع صرف کا معاملہ نہ کرے

جن معاملات میں مجلس عقد میں قبضہ کرنا شرط ہے ان معاملات کو ٹیلی فون، ریڈیو اور انٹرنیٹ وغیرہ برقی آلات کے ذریعے انجام نہ دیں ورنہ عقد صحیح نہیں ہوگا، کیوں کہ ان چیزوں میں دونوں عوض پر مجلس میں قبضہ کرنا شرط ہے، تو ٹیلی فون کے ذریعے قبضے کے بغیر ایسے عقد کو انجام دینا صحیح نہیں ہے، قبضے کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ عاقدین میں سے ہر ایک کے وکیل کسی ایک جگہ پر ہوں جو اسی مجلس میں عوض پر

---

(۱) تخریج کے لیے "حرام جانوروں کو ذبح کر کے تیل نکالنا" عنوان کے تحت حاشیہ دیکھیں۔

(۲) وأما جلود السباع والحمر والبغال، فما كانت مذبوحة أو مدبوغة، جاز بيعها وما لا فلا۔ وهذا بناء على أن الجلود تطهر بالذكاة أو بالدباغ، إلا جلد الإنسان والخنزير۔ (الفتاوى الهندية: (۱۱۵/۳) كتاب البيوع، الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز، الفصل الخامس في بيع المحرم الصيد وفي بيع المحرمات، ط: رشيديه)

الدر مع الرد: (۷۳/۵) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: سعيد۔

الخانية على هامش الهندية: (۱۳۳/۲) كتاب البيوع، فصل في البيع الفاسد، ط: رشيديه۔

قبضہ کر سکیں۔ (١)

ریڈیو کی تجارت

ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ کی خرید وفروخت اور مرمت درست ہے، اگر خریدنے والا اس کو غلط استعمال کرتا ہے تو گناہ گار ہے، فروخت کرنے والے پر اس کی ذمہ داری نہیں۔ (٢)

(١) (وشرط فيه) أي في الصرف ... (التقابض قبل الافتراق) بالأبدان ... وكذا لو نادى أحدهما صاحبه من وراء جدار أو ناداه من بعيد لم يجز؛ لأنهما متفرقان بأبدانهما كما في البحر۔ (مجمع الأنهر: (١٦١/٣) كتاب الصرف، ط: دار الكتب العلمية)

الدر مع الرد: (٢٥٣/٥) كتاب البيوع، باب الصرف، ط: سعيد)

(قوله: فلو تجانسا شرط التماثل والتقابض) ... وأما التقابض فالمراد التقابض قبل الافتراق بأبدانهما ... وكذا لو نادى أحدهما صاحبه من وراء جدار أو ناداه من بعيد لم يجز؛ لأنهما متفرقان بأبدانهما۔ والمعتبر افتراق المتعاقدين سواء كانا مالكين أو نائبين كالأب والوصي والوكيل؛ لأن القبض من حقوق العقد وحقوقه متعلقة بهما۔ (البحر الرائق: (١٩٣/٦) كتاب الصرف، ط: سعيد)

الاختيار لتعليل المختار: (٣٩/٢) كتاب البيوع، باب الصرف، ط: دار الكتب العلمية۔

(ويجوز التوكيل بعقد الصرف والسلم)؛ لأنه عقد يملكه بنفسه فيملك التوكيل به۔ (الهداية: (١٩٠/٣) كتاب الوكالة، باب الوكالة بالبيع والشراء، ط: رحمانيه)

ويعتبر في الصرف والسلم مفارقة الوكيل لا المؤكل) فيبطل عقدهما بمفارقة الوكيل صاحبه قبل القبض لوجود الافتراق من غير قبض، ولا يبطل بمفارقة المؤكل إذ القبض للعاقد وهو ليس بعاقد۔ (مجمع الأنهر: (٣٢١/٣) كتاب الوكالة، باب الوكالة بالبيع والشراء، ط: دار الكتب العلمية)

الدر مع الرد: (٥١٦/٥) كتاب الوكالة، باب الوكالة بالبيع والشراء، ط: سعيد۔

(٢) لايكره بيع الجارية المغنية والكبش النطوح والديك المقاتل والحمامة الطيارة لانه ليس عينها منكرا، وانما المنكر فی استعمال المحظور، قلت: لكن هذه الاشياء تقام المعصية بعينها، لكن ليست هی المقصود الاصلی منها فان عين الجارية للخدمة مثلا والغناء عارض فلم تكن عين المنكر بخلاف السلاح فان المقصود الاصلی هو المحاربة به فكان عينه منكراً اذا بيع لاهل الفتنة فصار المراد بما تقام المعصية به ما كان عينه منكراً بلا عمل صنعة فيه، فخرج نحو الجارية المغنية، لانها ليست عين المنكر۔ (شامی: (٢٦٨/٤) كتاب الجهاد، باب البغاة، ط: سعيد)

رجل آجر بيتاً ليتخذ فيه ناراً، او بيعة او كنيسة او يباع فيه الخمر فلابأس به وكذا كل موضع تعلقت =

ریڈیو کے ذریعے عقد کرنا

(۶۸) ریڈیو کے ذریعے عقد کرنے کے لیے عوام الناس کی طرف سے پیش کردہ ایجاب کو ذریعہ بنایا جائے گا لہٰذا اگر کوئی شخص ریڈیو کے ذریعے کوئی گاڑی فروخت کرنا چاہتا ہے اور گاڑی کی تمام تفصیلات، گاڑی کی حالت، معیار، طرز، تیار ہونے کی تاریخ وغیرہ سب چیزیں بیان کر دیتا ہے تو اس کا ایجاب شرعاً مقبول ہوگا اور اس وقت تک باقی سمجھا جائے گا جب تک کوئی شخص اس ایجاب کو قبول نہ کر لے اور ایسا ہونے کی صورت میں عقد مکمل ہو جائے گا۔ (۱)

=المعصية بفعل فاعل مختار۔ (خلاصة الفتاوی: (۳۷۶/۴، ۳۷۷) کتاب الکراهية، الفصل التاسع فی المتفرقات، جنس آخر، ط: امجد اکیڈمی لاہور)

ولا بأس بان يوجر المسلم دارا من الذمی ليسكنها فان شرب فيها الخمر او عبد فيه الصليب، او دخل فيها الخنازير، لم يلحق المسلم اثم فی شیء من ذلک لانه لم يواجرها لذلک والمعصية فی فعل المستاجر۔ (المبسوط للسرخسي: (۴۳/۱۶) کتاب البیوع، باب الاجارة الفاسدة، ط: غفارية کوئٹه)

البحر الرائق: (۲۳۰/۵) کتاب السیر، باب البغاة، ط: رشیدیه کوئٹه۔

تبيين الحقائق: (۱۹۹/۳) کتاب السیر، باب البغاة، ط: دار الكتب العلمية بيروت

قلت: وافاد كلامهم ان ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيهاً (قوله: نهر) وعبارته: وعرف بهذا انه لايكره بيع مالم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية به والكبش النطوح۔ (الدر مع الرد: (۲۶۸/۴) کتاب الجهاد، باب البغاة، ط: سعيد)

ان ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه ومالا فلا ولذا قال: انه لايكره بيع الجارية المغنية والكبش النطوح۔ (البحر الرائق: (۱۳۳/۵) کتاب السیر، باب البغاة، ط: سعيد)

تنقيح الفتاوی الحامدية: (۱۵۳/۲) کتاب الاجارة، ط: امدادیه۔

(۱) (فروع) لو تناديا وهما متباعدان صح البيع بلا خلاف۔ (المجموع شرح المهذب: (۲۱۴/۹) کتاب البيوع، المسألة الثانية: فيما ينقطع به خيار المجلس، ط: مکتبة الإرشاد)

روضة الطالبين وعمدة المفتين: (۴۴۰/۳) کتاب البيع، باب خيار المجلس والشرط، ط: دار الكتب العلمية۔

ومنها: كان شيخنا الحافظ تقي الدين أبو الفتح السبكي يعد منها ما لو تناديا بالبيع متباعدين فإنه يصح۔ (الأشباه والنظائر للسبكي: (۳۱۸/۱) کتاب الزكاة، القول في قواعد ربع البيع، ط: دار الكتب العلمية)

ریزگاری کا کاروبار

(۶۹) کسی کے پاس بڑا نوٹ ہے، اس کو کھلے پیسوں کی ضرورت ہے، وہ بڑا نوٹ دوسرے آدمی کو دے کر کھلے پیسے لیتا ہے، اسے ریزگاری اور روپیہ بھنانا کہتے ہیں۔

روپیہ بھنانے کا جائز طریقہ یہ ہے کہ کھلے پیسے بڑے نوٹ کے برابر دیئے جائیں کمی زیادتی نہ کی جائے، یہ تعاون کی وجہ سے ثواب کا کام ہے، لیکن آج کل کھلّا یا ریزگاری دینا اور روپیہ بھنانا ایک تجارت اور کاروبار بن چکا ہے۔

بعض کا کاروبار یہ ہے کہ ایک ہی ملک کا بڑا نوٹ دیا جائے تو وہ چھوٹے نوٹ یا سکے ادا کردیتے ہیں مگر ان کی مالیت برابر نہیں ہوتی بلکہ کم ہوتی ہے مثلاً سو روپے کا نوٹ دیا تو وہ پچانوے روپے دیں گے، پانچ روپیہ ان کا نفع ہے۔ شریعت میں یہ کاروبار حرام اور ناجائز ہے، اور اس سے جو نفع حاصل کیا وہ سود ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے، ایک ہی جنس کی کرنسی کا تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ کرنا سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور یہ بھی بیع صرف میں شامل ہے۔[1]

مزید ''روپیہ بھنانے میں بٹہ لینا'' عنوان کے تحت بھی دیکھیں۔ (۵۹/۴)

---

(۱) أن صور بيع الفلس بالفلسين أربع: الأولى أن يبيع فلساً بغير عينه بفلسين بغير أعيانهما... لا خلاف في عدم جوازها. (تبيين الحقائق: (۹۱/٤) كتاب البيوع، باب الربا، ط: امداديه)

ومشايخنا لم يفتوا بجواز ذلك في العدالي والغطارفة: لأنها أعز الأموال في ديارنا، فلو أبيح التفاضل فيه يفتح باب الربا. (الهداية: (۳/۱۱۵) كتاب الصرف، ط: رحمانيه)

وقدمنا آنفاً أن مبادلة الفلوس بجنسها لا يجوز بالتفاضل عند محمد رحمه الله، وينبغي أن يفتى بهذا القول في هذا الزمان، سداً لباب الربا، وعليه فلا يجوز مبادلة الأوراق النقدية بجنسها متفاضلة ويجوز إذا كانت متماثلة. (تكملة فتح الملهم: (۱/۵۹۰) كتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا، حكم الأوراق النقدية، ط: دار العلوم كراجي.

ریشم

ریشمی کپڑے بنانا اور فروخت کرنا جائز ہے۔[١]

ریشمی عمامہ

مردوں کے لیے ریشم استعمال کرنا حرام ہے اور ریشمی عمامہ استعمال کرنا بھی ناجائز اور حرام ہے،[٢]

اس لیے مردوں کے استعمال کے لیے ریشمی عمامہ فروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔[٣]

---

(١) عن نافع عن عبد الله: أن عمر رضي الله عنه رأى حلة سيراء تباع، فقال: يا رسول الله! لو ابتعتها تلبسها للوفد إذا أتوك والجمعة؟ قال: إنما يلبس هذه من لا خلاق له، وأن النبي صلى الله عليه وسلم بعث بعد ذلك إلى عمر حلة سيراء حرير كساها إياه، فقال عمر: كسوتنيها وقد سمعتك تقول فيها ما قلت؟ فقال إنما بعثت إليك لتبيعها، أو تكسوها۔ (صحيح البخاري: (٢/٨٦٨) كتاب اللباس، باب الحرير للنساء، ط: قديمي)

وفيه: جواز بيع الرجال الثياب الحرير وتصرفهم فيها بالهبة والهدية لا اللبس۔ (فتح الباري: (١٠/٣٠١) كتاب اللباس، باب الحرير للنساء، ط: دار المعرفة)

وفيه: جواز بيع الحرير للرجال والنساء وهبته۔ عمدة القاري: (٦/٣٨٧) كتاب العيدين، باب الحراب والدرق يوم العيد، ط: دار الكتب العلمية۔

(٢) (ولا بأس بلبس القلانس) غير حرير ... وصح أنه حرم لبسها۔ وفي الرد: (وصح أنه حرم لبسها) أي قلانس الحرير والذهب تأمل۔ (الدر مع الرد: (٦/٧٥٥) كتاب الخنثى، مسائل شتى، ط: سعيد)

البحر الرائق: (٨/٣٤٩) كتاب الكراهية، فصل في اللبس، ط: رشيديه۔

الفتاوى السراجية: (ص: ٣٢٨) كتاب الكراهية والاستحسان، باب اللبس، ط: دار الكتب العلمية۔

(٣) ويكره ان يبيع المكعب المفضض من الرجال اذا علم انه يشترى ليلبس۔ (قاضى خان: (٢/٢٨١) كتاب البيوع، فصل فيما يخرجه عن الضمان في البيع الفاسد والبيع المكروه، ط: رشيديه)

شامى: (٦/٣٩٢) كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ط: سعيد۔

تبيين الحقائق: (٦/٢٩) كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: سعيد۔

ریشم مصنوعی

''مصنوعی ریشم'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۰۸/۶)

ریشم مصنوعی ہے

موجودہ دور میں جتنے ریشمی کپڑے مشہور ہیں وہ مصنوعی ریشم سے بنے ہوئے ہیں۔ اصل ریشم سے نہیں، لہٰذا ان کی خرید وفروخت اور تجارت درست ہے۔[1]

البتہ اگر کسی کپڑے کا اصلی ریشم ہونا ثابت ہوجائے تو مردوں کے لئے بنے ہوئے اصلی ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے۔[2]

البتہ عورتوں کے لئے خالص ریشمی لباس پہننا جائز ہے اس لئے عورتوں کے لئے اصلی ریشم سے بنے ہوئے کپڑوں کی تجارت اور خرید وفروخت جائز ہے۔[3]

---

(۱) لابأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لاينكر عليه فيه۔ (البحر الرائق: (۳۲۹/۸) كتاب الكراهية، فصل في اللبس، ط: رشيديه)

☐ مجمع الأنهر: (۱۹۱/٤) كتاب الكراهية، ط: دار الكتب العلمية.

☐ أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع به. (شامي: (۵۱/۵) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في تعريف المال، ط: سعيد)

(۲) ويكره أن يبيع المكعب المفضض من الرجل ان علم أنه يشتري ليلبسه. قاضيخان علي هامش الهندية: (۲۸۱/۲) كتاب البيوع، باب في بيع مال الربا بعضه ببعض، فصل فيما يخرجه عن الضمان في البيع الفاسد والبيع المكروه، ط: رشيديه).

☐ وبيع المكعب المفضض للرجل إن ليلبسه يكره، لأنه إعانة علي لبس الحرام. (شامي: (۳۹۲/۶) كتاب الحظر والإباحة، باب استبراء وغيره، فصل في البيع، ط: سعيد)

☐ وما كان سببا لمحظور فهو محظور۔ (شامي: ۳۵۰/۶)، كتاب الحظر والإباحة، قبيل: فصل في اللبس، ط: سعيد)۔

(۳) ويحل للنساء لبس الحرير. (مجمع الأنهر: (۱۹۲/٤) كتاب الكراهية، فصل في اللبس، ط: دار الكتب العلمية.

☐ أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع به. (شامي: (۵۱/۵) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في تعريف المال، ط: سعيد)

زائد بل بنانا

''بل کی رقم زیادہ لکھوانا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۲۲/۲)

زائد رقم آدھی آدھی

''مقررہ قیمت پر زائد رقم آدھی آدھی'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۵۸/۶)

زائد رقم بیچنے والا لے

''ٹاپ لگانا'' قیمت میں سے اتنی رقم مجھے دینا باقی آپ لے لینا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۴۰/۳)

زائد رقم تمہاری ہے

''قیمت مقررہ سے زائد رقم تمہاری ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

زبانی سودا

اگر مبیع (بیچی گئی چیز) موجود نہیں تو بائع اور مشتری کے درمیان زبانی سودا بیع معدوم کے حکم میں ہے، اس لیے مبیع کے بغیر زبانی سودا ہونے سے بیع تام نہیں ہوگی اور اس طرح سودا کرنا اور منافع لینا جائز نہیں ہے، آج کل انٹرنیٹ وغیرہ میں تقریباً اسی طرح سودے ہوتے ہیں وہ درست نہیں ہیں، ہاں اگر زبانی سودا ہونے کے بعد مشتری (خریدار) مبیع پر قبضہ کر لے پھر آگے کسی اور آدمی کو فروخت کرے تو یہ درست ہوگا اور نفع لینا بھی جائز ہوگا۔ (۱)

(۱) ومنها في المبيع: وهو ان يكون موجوداً فلاينعقد بيع المعدوم وماله خطر العدم۔ (هندية: (۲/۳) كتاب البيوع، الباب الأول في تعريف البيع، ط: رشيديه)=

زبردستی ایجاب وقبول کرایا

(۷۳) بیع صحیح ہونے کے لیے ایجاب وقبول رضامندی کے ساتھ ہونا ضروری ہے، اگر زبردستی کر کے ایجاب وقبول کرایا گیا تو اس سے بیع فاسد ہو جائے گی اور بعد میں مجبور شخص کو یہ سودا ختم کرنے یا باقی رکھنے کا اختیار ہوگا۔ (۱)

زبردستی کرنا جائیداد فروخت کرنے پر

"مجبور کرنا بیچنے پر" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۰۳/۶)

= لان ركن البيع مبادلة المال بالمال ولم يوجد، والمعدوم كبيع حق التعلي ...... لانه معدوم. (الدر مع الرد: (۵/۵۲) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في بيع المغيب في الارض، ط: سعيد)

وعنه (اي عن عمرو بن شعيب) قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحلّ سلف و بيع ولا شرطان في بيع، ولا ربح مالم يضمن، ولا بيع ماليس عندك۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۸) كتاب البيوع، باب المنهي عنها من البيوع، الفصل الثاني، ط: قديمي)

(ولا ربح مالم يضمن) يريد به الربح الحاصل من بيع ما اشتراه قبل أن يقبضه وينتقل من ضمان البائع إلى ضمانه فإن بيعه فاسد۔ في شرح السنة: قيل معناه: أنّ الربح في كل شيئ إنما يحلّ أن لو كان الخسران عليه فإن لم يكن الخسران عليه كالبيع قبل القبض إذا تلف فإنّ ضمانه على البائع ولا يحلّ للمشتري أن يسترد منافعه التي انتفع بها البائع قبل القبض؛ لأنّ المبيع لم يدخل بالقبض في ضمان المشتري فلايحلّ له ربح المبيع قبل القبض۔ (مرقاة المفاتيح: (۶/۷۹) كتاب البيوع، باب المنهي عنها من البيوع، الفصل الثاني، ط: رشيديه)

(۱) ومنها الرضا ... فلايصح بيع المكره إذا باع مكرها وسلم مكرها؛ لعدم الرضا۔ (بدائع الصنائع: (۵/۱۷۶) كتاب البيوع، فصل: وأما شرائط الصحة فأنواع، ط: سعيد)

قلت: ينبغي استثناء بيع المكره فإنه موقوف على إجازته مع أنه فاسد كما حققناه أول البيوع۔ (شامي: (۵/۵۰) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: في تعريف البيع، ط: سعيد)

قال جمهور الحنفية: إنّ عقود البيع والشراء والإيجار ونحوها من المكره إكراها ملجئا أو غير ملجئ تكون فاسدة؛ لأنّ الإكراه يزيل الرضا الّذي هو شرط في صحة هذه العقود؛ لقوله تعالى: [يٰأيها الّذين امنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلاّ أن تكون تجارةً عن تراضٍ منكم] وحينئذ يحق للمستكره فسخ ما عقد أو إمضاءه۔ (الفقه الإسلامي وأدلّته: (۴/۳۶۰) القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، الفصل الأوّل: عقد البيع، المبحث الثاني: شروط البيع، ط: دار الفكر)

زخمیوں کے لیے خون خریدنا

(۷۴) ''خون مریض کے لیے خریدنا'' اور ''خون کی خرید وفروخت'' عنوانات کے تحت دیکھیں۔ (۲۷۳/۴)(۲۷۱/۴)

زر

☆...... جو چیز عرف ورواج کے مطابق آلۂ مبادلہ کے طور پر استعمال ہوتی ہے اور وہ قدر کا پیمانہ ہے اور اس کے ذریعے مالیت کو محفوظ کیا جاتا ہے اسے ''زر'' کہتے ہیں، اس کو عربی میں ''نقد'' اور انگریزی میں (Money) کہتے ہیں۔

☆...... ''زر'' وہ چیز ہے جس کے ذریعے سے تبادلہ ہوتا ہو، قدر کی پیمائش ہوتی ہو اور مالیت کا تحفظ بھی ہو مگر یہ ضروری نہیں کہ قانونی طور پر بھی اس کو جبری آلۂ تبادلہ قرار دیا گیا ہو، مثلاً: چیک یا انعامی بانڈز جیسی دستاویزات سے لوگ تبادلہ کرتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص انعامی بانڈز سے ادائیگی کرے اور دوسرا شخص اپنا حق انعامی بانڈز کی صورت میں لینے پر آمادہ نہ ہو تو اس کو قانونی طور پر لینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

زر اعتباری

''زر کی قسمیں'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۸۰/۴)

''زر'' اور ''کرنسی'' میں فرق

''کرنسی'' کے مقابلے میں ''زر'' عام ہے کیونکہ اس میں کرنسی کے علاوہ اشیاء بھی شامل ہیں جن کی بنیاد پر معاشرہ میں لین دین کیا جاتا ہے، اس کے برعکس ''کرنسی'' کا اطلاق صرف کاغذی زر اور دھاتی سکوں پر ہوتا ہے۔

مزید یہ کہ کرنسی کے ذریعہ ادائیگی کرنے کی صورت میں دوسرے فریق پر قانونی اعتبار سے قبول کرنا ضروری ہوتا ہے جب کہ عام زر کے ذریعہ ادائیگی کرنے کی صورت میں دوسرے فریق پر اس کو قبول کرنا لازم نہیں ہوتا۔ (۱)

''زر'' تخلیق کرنے کا اختیار

شریعت نے ''زر'' کے انتخاب میں کسی قسم کی پابندی نہیں لگائی لیکن زر تخلیق کرنے کا کلی اختیار صرف حکومت کو دیا ہے کیونکہ مالیاتی لین دین کا مکمل نظام زر کی بنیاد پر ہے، اگر ہر آدمی کو اپنی منشا کے مطابق زر تخلیق کرنے کی اجازت دے دی جائے تو پورا مالیاتی نظام بد نظمی اور بگاڑ کا شکار ہو جائے گا اور ملکی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

''الموسوعة الفقهیه'' میں ہے کہ:

حاکم وقت کے علاوہ کسی کو کرنسی بنانے کی اجازت نہیں کیونکہ یہ اس پر ظلم ہے، اور حاکم وقت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جو شخص اس کا یہ حق سلب کرے وہ اسے سزا دے خواہ اس کی بنائی ہوئی کرنسی خالص سونے چاندی کی ہی کیوں نہ ہو۔

امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ درہم صرف حاکم وقت کی اجازت سے ٹکسال (وہ جگہ جہاں سکے ڈھالے جاتے ہیں) میں ہی بنائے جا سکتے ہیں کیونکہ اگر لوگوں کو اس کی اجازت دے دی جائے تو وہ بڑے مصائب میں مبتلا ہو جائیں گے۔ (۲)

---

(۱) اسلام اور جدید معیشت و تجارت (ص: ۹۵) نظام زر، ط: إدارۃ المعارف۔

(۲) ولا یجوز لغیر الامام ضرب النقود: لأن في ذلك افتیاتاً علیه، ویحق للامام تعزیر من افتات علیه فیما هو من حقوقه، وسواء كان ما ضربه مخالفاً لضرب السلطان أو موافقاً له في الوزن، ونسبة الغش وفي الجودة حتی لو كان من الذهب والفضة الخالصین.

قال الامام احمد في روایة جعفر بن محمد لا یصلح ضرب الدراهم الا في دار الضرب باذن السلطان: لأن الناس ان رخص لهم ركبوا العظام. (الموسوعة الفقهیة: (۴۱/ ۱۷۴، ۱۷۹) حرف النون، نقود حق إصدار النقود، ط: وزارة الأوقاف والشؤن الإسلامیة)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حاکم وقت کے علاوہ کسی کو درہم اور دینار بنانے کی اجازت نہیں چاہے وہ خالص ہی ہوں کیونکہ یہ حاکم وقت کا حق ہے اور اس کی دوسرے لوگوں کو اس لئے بھی اجازت نہیں کہ اس میں جعل سازی اور بگاڑ کا اندیشہ ہے۔ (١)

اس سے معلوم ہوا کہ ملک میں کرنسی جاری کرنے کا اختیار صرف حکومت وقت کے پاس ہے، حکومت وقت کے علاوہ کسی اور آدمی کو کرنسی جاری کرنے کا اختیار ہی نہیں ہے کیونکہ اس طرح جعلی کرنسی وجود میں آجائے گی اور ملک میں فساد کا باعث بنے گی۔

موجودہ دور میں پوری دنیا میں کرنسی جاری کرنے کا اختیار حکومتوں کے ہاتھ میں ہی ہے، کسی اور کے پاس نہیں۔

زر ثمن میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنا

کسی بھی چیز کو فروخت کرنے کے بعد اس کے ثمن پر قبضہ سے پہلے تصرف کرنا جائز ہے، مثلاً: اس سے کوئی چیز خریدنا یا اس کو ہبہ کرنا یا اس کے عوض میں کسی چیز کو کرایہ پر لینا یا اس کے بارے میں وصیت کرنا جائز ہے، البتہ بیع صرف کے ثمن اور مسلم فیہ پر قبضہ سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ (٢)

---

(١) ویکرہ ایضاً لغیر الامام ضرب الدراھم والدنانیر، وان کانت خالصة لأنه من شأن الإمام ولأنه لا یؤمن فیه الغش والإفساد (المجموع شرح المهذب: (٦/١١) کتاب الزکاة، باب زکاة الذھب والفقة، ط: دار الفکر)

(٢) والتصرف فی الثمن قبل القبض جائز بالبیع والھبة والاجارة والوصیة سواء کان ممایتعین او لایتعین عندنا، سوی بدل الصرف والسلم لان الملک مطلق۔ (فتح القدیر: (٦/٥١٨) فصل من اشتری شیئاً ممایتقل ویتحول، ط: مصطفی البابی الحلبی مصر)

ویجوز التصرف فی الأثمان قبل القبض إلاّ الصرف والسلم۔ (بدائع الصنائع: (٥/٢٣٤) کتاب البیوع، فصل وأما حکم البیع، ط: سعید)=

زرِ حقیقی

''زر کی قسمیں'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۸۰/۴)

زر سونا چاندی کا ہونا ضروری نہیں

اسلام کے ابتدائی دور میں مالیاتی لین دین سونے چاندی کے سکوں کے ذریعے ہی ہوتا تھا، اور سونے چاندی کے زر ہونے کی صلاحیت مسلمہ حقیقت ہے لیکن شریعت نے ''زر'' ہونے کے لئے سونے چاندی کے سکوں کی شرط نہیں لگائی۔

مشہور مورخ احمد بن یحییٰ بلاذری نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اونٹوں کی کھال سے درہم بنانے کا ارادہ کیا تھا مگر اس خدشے سے یہ ارادہ ترک کر دیا کہ اس طرح اونٹ ہی ختم ہو جائیں گے۔ چنانچہ بلاذری نے ان کا

= ☐ والحاصل جواز التصرف في الأثمان والديون كلها قبل قبضها عيني (سوى صرف و سلم) فلايجوز أخذ خلاف جنسه لفوات شرطه۔ (الدر مع الرد: (۱۵۳/۵) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، مطلب في تعريف الكر، ط: سعيد)

☐ وصح التصرف في الثمن قبل قبضه لقيام المطلق وهو الملك... واطلق التصرف قبل قبضه لقيام المطلق، فشمل البيع والهبة والاجارة والوصية وتمليكه ممن عليه بعوض وغير عوض۔ (البحر الرائق: (۱۹۷/۶) كتاب البيوع، فصل في بيان التصرف، ط: رشيديه كوئٹه)

☐ (وصح التصرف في الثمن) ببيع وهبة واجارة ووصية وتمليك ممن عليه بعوض وغير عوض (قبل قبضه)۔ (مجمع الانهر: (۱۱۵/۳) كتاب البيوع، فصل، ط: غفارية كوئٹه)

☐ وجاز التصرف في الثمن بهبة أو بيع أو غيرهما لو عينا: اى مشارا اليه ولو دينا بالتعين كمكيل، او لا كنقود، ومثال التمليك بغير عوض هبة ووصية له فاذا وهب منه الثمن، ملكه بمجرد الهبة لعدم احتياجه الى القبض وكذا الصدقة۔ (الدر مع الرد: (۱۵۲/۵) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، فصل في التصرف في المبيع والثمن قبل القبض والزيادة، ط: سعيد)

☐ حاشية الطحطاوي على الدر المختار: (۱۰۱/۳) كتاب البيوع، فصل في التصرف في المبيع، ط: دار المعرفة بيروت۔

یہ قول نقل کیا ہے:

هممت ان اجعل الدراهم من جلود الابل، فقيل له: إذاً لا بعير، فأمسک۔ [1]

میں نے اونٹوں کے چمڑوں سے درہم بنانے کا ارادہ کیا ہے، ان سے کہا گیا تب تو اونٹ ختم ہو جائیں گے، اس پر انہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر لوگ اپنے درمیان چمڑوں کے ذریعے خرید و فروخت کو رائج کر دیں یہاں تک کہ وہ چمڑے ثمن اور سکہ کی حیثیت اختیار کر جائے تو میں سونے چاندی کے بدلے ان چمڑوں کو ادھار فروخت کرنا پسند نہیں کروں گا۔ [2]

زرعی قرض لینا

بعض تاجر، قرض دینے والی انجمنیں، فلاحی ادارے اور بینک وغیرہ کسانوں کو زراعت کے لئے آسان قسطوں پر سود کے ساتھ قرض دیتے ہیں، تاکہ کسان لوگ اپنی ضرورتیں آسانی سے پوری کرلیں اور ساتھ ساتھ قسطوں پر معمولی سود کے ساتھ قرض کی رقم بینک یا ادارے وغیرہ کو واپس کر دیں، تو یہ سودی قرضہ ہے اور سودی لین دین کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ. فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ. [3]

---

(۱) فتوح البلدان: (۵/۶۹۰) امر النقود، ط: مكتبة المعارف۔

(۲) لو ان الناس أجازوا بينهم الجلود حتى تكون لها سكة وعين لكرهتها ان تباع بالذهب والورق نظرة. (المدونة الكبرى (۳/۵) كتاب الصرف التأخير في صرف الفلوس، ط: دار الكتب العلمية)

(۳) (البقرة: ۲۷۸-۲۷۹)

عن علي أمير المؤمنين مرفوعاً: "كل قرض جر منفعة فهو ربا"۔ (إعلاء السنن: (۱۴/۵۱۲) كتاب الحوالة، باب كل قرض جر منفعة فهو ربا، ط: إدارة القرآن)=

مسلمانوں پر ضروری ہے کہ سودی معاملات سے دور رہیں، سودی لین دین کرنا اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کا اعلان کرتا ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرنے کا اعلان کرتا ہے وہ ہمیشہ مغلوب ہی رہتا ہے، اس کے لئے دنیا اور آخرت میں کوئی پناہ گاہ نہیں ہوتی۔[۱]

واضح رہے کہ سود کا جرم انتہائی سنگین اور قبیح جرم ہے، قرآن مجید میں سود کے علاوہ کسی اور چیز کو اللہ تعالی سے جنگ کے اعلان کے مترادف نہیں کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سودی معاملات اور لین دین میں کسی بھی اعتبار سے شریک ہونے والے کو ملعون کہا ہے۔[۲]

اور سودی مال سے برکت ختم ہو جاتی ہے، اکثر اوقات ہم سنتے ہیں کہ کتنے بڑے بڑے تاجر، مالدار، اور امیر لوگ سود کی وجہ سے غربت اور افلاس کے دروازے پر پہنچ جاتے ہیں۔ سودی رقم اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ بالآخر ان کی ساری جائیداد اور فیکٹریوں وغیرہ کو لے ڈوبتی ہے۔[۳]

قیامت کے دن سودی لوگ قبروں سے پاگلوں اور دیوانوں کی طرح

= الأشباه والنظائر: (ص: ۲۵۷) الفن الثاني، كتاب المداينات، ط: قديمي.

كل قرض جر منفعة فهو ربا:... ولهذا لا يجوز أن يرد المقترض إلى المقرض إلا ما اقترضه منه أو مثله تبعاً للقاعدة الفقهية القائلة: كل قرض جر نفعاً فهو ربا. (فقه السنة: (۳/ ۱۴۸)، البيع، القرض، ط: دار الكتاب العربي)

(۱) يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربا ان كنتم مؤمنين، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله. الاية. (البقرة: ۲۷۹)

(۲) عن جابر رضي الله عنه، قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربو وموكله وكاتبه وشاهديه، وقال: هم سواء (رواه مسلم). (مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۳) كتاب البيوع، باب الربو، الفصل الأول، ط: قديمي)

صحيح مسلم: (۲/ ۲۷) كتاب البيوع، باب الربا، ط: قديمي.

كنز العمال: (۴/ ۳۰) رقم الحديث: ۹۷۶۳، كتاب البيوع من قسم الأفعال، باب في الربا وأحكامه، ط: مؤسسة الرسالة.

(۳) يمحق الله الربو ويربي الصدقات. (البقرة: ۲۷۶)

اٹھیں گے اس لئے سودی معاملات سے بچیں۔ (۱)

زر کی تین خصوصیات ہیں

اقتصادی ماہرین کے نزدیک زر کی تین خصوصیات ہیں، جس مادہ میں بھی وہ تین خصوصیات پائی جائیں وہ زرشمار ہوگا۔

① مبادلہ کا ذریعہ ہو یعنی اس کے عوض اشیاء وخدمات حاصل کی جاسکیں۔

② اشیاء کی قیمتوں کے لئے معیار ہو یعنی اس کے ذریعے دیگر اشیاء کی قیمتیں طے کی جائیں۔

③ دولت محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہو، یعنی خراب ہونے سے محفوظ ہے۔ (۲)

زر کی قسمیں

''زر'' کی دو قسمیں ہیں۔

① حقیقی زر

② اعتباری زر

حقیقی زر کا اطلاق صرف سونے چاندی پر ہوتا ہے، سونے چاندی کے علاوہ ''زر'' کی باقی تمام اقسام، خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہوں ''اعتباری زر'' کہلاتی ہیں۔ سونے چاندی کو حقیقی زر اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کی قوت خرید فطری ہے اگر زر کی حیثیت سے ان کا رواج ختم بھی ہوجائے تب بھی جنس کے اعتبار سے ان کی ذاتی مالیت برقرار رہتی ہے، لیکن اگر اعتباری زر کی زر ہونے کی حیثیت ختم ہوجائے تو

---

(۱) الذين يأكلون الربا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس ذلك بأنهم قالوا إنما البيع مثل الربو وأحل الله البيع وحرم الربو. (البقرہ:۲۷۵)

(۲) ان للنقد ثلاث خصائص متى توفرت في مادة ما اعتبرت هذه المادة نقداً، الاولى ان يكون وسيطاً للتبادل، الثانية أن يكون مقياساً للقيم، الثالثة ان يكون مستودعاً للثروة. (مجلة البحوث الاسلامية: عدد:۱، ص:۳۰۰) ط: إدارة البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد)

سونے چاندی کی طرح اس کی افادیت باقی نہیں رہتی۔

زعفران مصنوعی ہے

موجودہ دور میں زعفران بنایا بھی جاتا ہے جو رنگ مزہ اور طبی فوائد کے لحاظ سے اصلی زعفران کے مانند ہوتا ہے، اس میں بھی زبان پر گھلنے اور رنگ دینے میں وہی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو اصل زعفران کی کیفیت ہے تو ایسے مصنوعی زعفران کو اصلی زعفران کہہ کر فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا، ہاں اگر صاف بیان کردے کہ اصلی زعفران نہیں بلکہ مصنوعی زعفران ہے تو اس کو فروخت کرنا جائز ہوگا ورنہ دھوکا اور جھوٹ ہونے کی وجہ سے ناجائز اور گناہ ہوگا۔ (١)

---

(١) عن حکیم بن حزام عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: البیعان بالخیار مالم یتفرقا، فان صدقا وبینا بورک لهما فی بیعهما، وان کذبا وکتما محقت برکة بیعهما۔ (صحیح مسلم: (٢/٦) کتاب البیوع، باب خیار المجلس للمتعاقدین، ط: قدیمی)

☐ صحیح بخاری: (١/٢٧٩) کتاب البیوع، باب اذا بین البیعان ولم یکتما... الخ ط: قدیمی

☐ (قوله: وإن كتما) ای: وان کتم البائع عیب السلعة والمشتری عیب الثمن۔ (عمدة القاری للعینی: (١١/٢٧٨) کتاب البیوع، باب اذا بین البیعان ولم یکتما ونصحا، ط: رشیدیه کوئٹه)

☐ قال النووي رحمه الله تعالى: ان بین کل واحد لصاحبه مایحتاج الی بیانه من عیب ونحوه فی السلعة والثمن، وصدق في ذلک۔ (شرح النووي على الصحيح لمسلم: (٢/٦) کتاب البیوع، باب ثبوت خيار المجلس للمتعاقدين، ط: قديمی)

☐ عن عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: المسلم اخو المسلم ولا يحل لمسلم باع من اخيه بيعاً فيه عيب الا بينه له۔ (سنن ابن ماجه: (ص: ١٦٢) باب من باع عيبا فليبنه، ط: قديمی)

☐ عن واثلة بن الاسقع رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم: من باع عيباً لم ينبه لم يزل في مقت الله، أو لم تزل الملائكة تلعنه۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ٢٤٩) کتاب البیوع، باب المنهي عنها من البيوع، الفصل الثالث، ط: قديمی)

☐ لايحل كتمان العيب فى مبيع او ثمن، لان الغش حرام۔ (الدر المختار)

(قوله: لان الغش حرام) ذكر في "البحر" اول الباب بعد ذلک عن "البزازية" عن الفتاوى: اذا باع سلعة معيبة عليه البيان، وان لم يبين، قال بعض مشايخنا: يفسق وترد شهادته۔ (الدر مع الرد: (٥/٤٧) كتاب البيوع، باب خيار العيب، ط: سعيد)

اور اگر اس میں اصلی زعفران کو ملایا بھی جائے گا تب بھی اصلی زعفران کہہ کر فروخت کرنا گناہ اور دھوکا ہوگا۔ (۱)

زقوم کی خرید وفروخت کرنا

زقوم (تھوہر) کا پھل کھانا اور اس کی خرید وفروخت کرنا جائز اور آمدنی حلال ہے۔ زقوم جہنم کا درخت ہے لیکن دنیا کے زقوم اور جہنم کے زقوم میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور دنیا والے زقوم کے پھل میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (۲)

زکاۃ مشترکہ کمپنی پر

''مشترکہ کمپنی پر زکاۃ'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۹۴/۶)

---

(۱) وعنه (ای: ابی هریرة) رضي الله تعالیٰ عنه: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مرّ علی صبرة طعام، فادخل یده فیها، فنالت اصابعه بللاً، فقال: ماهذا یاصاحب الطعام؟ قال: أصابته السماء یارسول الله! قال: أفلاجعلته فوق الطعام حتی یراه الناس؟ من غشّ فلیس مني۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۸) كتاب البيوع، باب المنهي عنهامن البيوع، الفصل الثاني، ط: قديمي كراچي)

عن ابی هریرة رضي الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مرّ برجل یبیع طعاماً، فسأله، کیف تبیع؟ فأخبره، فأوحي الیه أن ادخل یدک فیه، فأدخل یده فیه، فاذا هو مبلول، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لیس منا من غشّ۔ (سنن ابی داؤد: (۱۳۳/۲) کتاب البیوع، باب فی النهی عن الغش، ط: امدادیه ملتان)

قال علیه السلام: المکر والخدیعة فی النار ای تدخل اصحابهما فی النار ... وهما اسمان، لکل فعل یقصد فاعله فی باطنه خلاف مایقتضیه ظاهره۔ (فیض القدیر: (۶۱۳۵/۱۲، ۶۱۳۶) ط: نزار مصطفی الباز مکة)

(۲) (البیع) شرعاً مبادلة شيء مرغوب فیه بمثله، خرج غیر المرغوب کتراب ومیتة ودم۔ ... (الدر مع الرد: (۵۰۲/۴) کتاب البیوع، ط: سعید)

بدائع الصنائع: (۱۳۳/۵) کتاب البیوع، ط: سعید۔

(البیع) هو مبادلة المال بالمال بالتراضي... وفي کشف الکبیر: المال مایمیل الیه الطبع... والمالیة انما تثبت بتمول الناس کافة او بتقویم البعض والتقوم یثبت بها وباباحة الانتفاع له شرعاً۔ (البحر الرائق: (۲۵۶/۵) کتاب البیع، ط: سعید۔

زکاۃ نہ دینے والے تاجر سے مال خریدنا

زکاۃ واجب ہونے کے بعد زکاۃ نہ دینا گناہ ہے،[۱] زکاۃ نہ دینے سے مال ہلاک ہوجاتا ہے۔[۲] البتہ ایسے آدمی سے حلال مال خریدنا جائز ہے، کیوں کہ زکاۃ نہ دینا گناہ ہے، لیکن اس سے مال حرام نہیں ہوتا اور حلال مال خریدنا جائز ہے۔ اور اگر مال ہی حرام ہے تو اس کو فروخت کرنا اور خریدنا جائز نہیں ہے۔[۳]

---

(۱) منها: عدمنع الزكاة كبيرة، هو ما أجمعوا عليه۔ (الزواجر عن اقتراف الكبائر: (۲۸۷/۱) كتاب الزكاة، الكبيرة السابعة والثامنة والعشرون بعد المائة ترك الزكاة وتأخيرها بعد وجوبها لغير عذر شرعي، ط: دار الفكر)

☐ الكبائر للذهبي: (ص: ۱۶) الكبيرة الخامسة: منع الزكاة، ط: قديمي۔

☐ ويأثم بارتكابه كما يأثم بترك الواجب۔ الدر مع الرد: (۳۳۷/۶) كتاب الحظر والإباحة، ط: سعيد۔

(۲) عن عائشة رضي الله عنه قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ما خالطت الزكاة مالاً قطّ إلا أهلكته۔ رواه الشافعي والبخاري في تاريخه والحميدي وزاد قال: يكون قد وجب عليك صدقة فلا تخرجها فيهلك الحرام الحلال۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۱۵۷) كتاب الزكاة، الفصل الثالث، ط: قديمي)

☐ (يقول: ما خالطت الزكاة مالاً قطّ) أي بأن يكون صاحب مال من النصاب فيأخذ الزكاة أو بأن لم يخرج من ماله الزكاة۔ (مرقاة المفاتيح: (۲۵۰/۴) كتاب الزكاة، الفصل الثالث، ط: رشيديه)

☐ لمعات التنقيح: (۲۵۷/۴) كتاب الزكاة، الفصل الثالث، ط: مكتبه علوم اسلاميه۔

(۳) غالب مال المهدي إن حلالاً لا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتبين أنه من حرام وإن كان غالب ماله الحرام لا يقبلها ولا يأكل۔ (الفتاوى البزازية على هامش الهندية: (۳۶۰/۶) كتاب الكراهية، الرابع في الهدية والميراث، ط: رشيديه)

☐ الفتاوى الهندية: (۳۴۳/۵) كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، ط: رشيديه۔

☐ مجمع الأنهر: (۱۸۶/۴) كتاب الكراهية، فصل في الكسب، ط: دار الكتب العلمية۔

☐ لم يحلّ للمسلم أن يشتري شيئاً يعلم أنه مغصوب أو مسروق أو مأخوذ من صاحبه بغير حق، قال عليه السلام: من اشترى سرقة أي مسروقاً وهو يعلم أنها سرقة فقد شرك في إثمها وعارها۔ (الحلال والحرام في الإسلام ليوسف القرضاوي: (ص: ۲۱۶) الفصل الرابع: في المعاملات، ط: المكتب الإسلامي)

☐ فمن علمت أنه سرق مالاً أو خانه في أمانته أو غصبه فأخذه من المغصوب قهرًا بغير حق لم يجز لي أن آخذه منه، لا بطريق الهبة ولا بطريق العوض، ولا وفاء عن أجرة ولا ثمن مبيع۔ (مجموع الفتاوى لابن تيمية: (۳۲۳/۲۹) ط: مكتبة العبيكان سعودي عرب)

زمین بٹائی پر دینا

"مزارعت" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۶۳/۶)

زمین پر قبضہ

دوسرے کی زمین پر قبضہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ [(۱)]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کی ایک بالشت زمین ظلم سے لے لے گا اس کو سات طبقے زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ [(۲)]

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کی ذرہ سی زمین بھی ناحق لے لے وہ قیامت کے دن سات زمینوں میں دھنسایا جائے گا۔ [(۳)]

---

(۱) الكبيرة السابعة والعشرون بعد المائتين: الغصب، وهو استيلاء علي مال الغير ظلماً. (الزواجر عن اقتراف الكبائر: (۱/ ٤٣٤) باب الغصب، الكبيرة السابعة والعشرون بعد المائتين: الغصب، ط: دار الفكر)

الكبائر للذهبي: (ص: ۱۳۳)، الكبيرة الثامنة والعشرون: أكل الحرام وتناوله علي أي وجه كان، ط: وحيدي كتب خانه.

(۲) عن سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل أن رسول الله صلي الله عليه وسلم قال: من اقتطع شبراً من الارض ظلماً طوقه الله إياه يوم القيامة من سبع أرضين. (صحيح مسلم: (۲/ ۳۲) كتاب المساقاة والمزارعة، باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها، ط: قديمي)

السنن الكبريٰ للبيهقي: (۶/ ۹۸) كتاب الغصب، باب التشهد في غصب الأراضي وتضمينها بالغصب، ط: إدارة تاليفات اشرفيه.

مسند أحمد بن حنبل (۲/ ۴۳۲) رقم الحديث: ۹۵۷۹، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، ط: مؤسسة قرطبة.

(۳) عن سالم عن أبيه قال: قال النبي صلي الله عليه وسلم: من أخذ من الارض شيئاً بغير حقه خسف به يوم القيامة إلي سبع أرضين. (صحيح بخاري: (۱/ ۳۳۲) كتاب المظالم، باب إثم من ظلم شيئاً من الارض، ط: قديمي)

مشكاة المصابيح (ص: ۲۵۶) كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثالث، ط: قديمي.

كنز العمال: (۳/ ۵۰۳) رقم الحديث: ۷۶۲۰، الكتاب الثالث في الأخلاق، الباب الثاني، الفصل الثاني: في الأخلاق والأفعال المذمومة، ط: مؤسسة الرسالة.

آج کل دوسروں کی زمین پر قبضہ کرنے کی متعدد صورتیں رائج ہیں، مثلاً کسی نے مکان بنانے کے لئے زمین کا ٹکڑا یا پلاٹ خریدا، مگر مالی کمزوری یا کسی اور وجہ سے اس پر مکان نہیں بنا سکا، تو دوسرا آدمی اس زمین پر قبضہ کر لیتا ہے، اور متعلقہ ادارے سے پیسے دے کر رجسٹری بھی کروا لیتا ہے۔ مکان بھی تعمیر کر لیتا ہے، اور آگے فروخت بھی کر دیتا ہے، یہ ناجائز اور حرام ہے، کمائی بھی حرام ہے۔ (١)

اور ایسے لوگوں کے بارے میں حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے۔

ایک صورت یہ بھی ہے مثلاً ''الف'' کی زمین ہے، اور ''ب'' ''الف'' سے زیادہ طاقتور ہے، اور وہ اس سے زمین، پلاٹ یا مکان وغیرہ خریدنا چاہتا ہے اور قیمت بھی مارکیٹ ریٹ کے مطابق دینے کو تیار ہے، مگر ''الف'' وہ جگہ فروخت کرنے پر راضی نہیں ہے، اور ''ب'' اپنے اثر و رسوخ سے وہ جگہ حاصل کرنا چاہتا ہے ایسی زبردستی بیع بھی جائز نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کے لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مکان خریدنا چاہا جو مسجد کے ساتھ تھا، اور توسیع میں رکاوٹ بنا ہوا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جائز قیمت لے کر مکان دے دیں، لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس

---

(١) وعن أبي حرة الرقاشي، عن عمه رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح: (ص: ٢٥٥) كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ط: قديمي).

فإن كان الخبث لعدم الملك يعمل في النوعين جميعاً حتى لا يطيب الربح كالمودع والغاصب إذا تصرفا في العرض والنقد. (الجامع الصغير وشرحه النافع الكبير: (ص: ٣٣٣)، كتاب البيوع، باب ما يجوز بيعه وما لا يجوز، ط: عالم الكتب)

الدر مع الرد: (٥/ ٩٧) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في تعيين الدراهم في العقد الفاسد، ط: سعيد)

بات پر راضی نہیں ہوئے اور تنازعہ کی شکل پیدا ہوگئی، آخر دونوں فریق نے (جن میں ایک طرف وقت کی حکومت تھی اور دوسری طرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو اپنا ثالث منظور کرلیا، اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے مقدمہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف فیصلہ دے دیا۔

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مقدمہ جیت لیا تو انہوں نے یہ مکان مسجد کی توسیع کے لئے مفت میں دے دیا۔ (١)

اس تنازعہ سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ شریعت میں شخصی ملکیت کا اس قدر تحفظ موجود ہے کہ حکومت وقت بھی کسی سے اس کا یہ حق چھین نہیں سکتی۔

زمین پر قبضہ ہوگیا

اگر کسی کی زمین پر کسی ایسے آدمی نے قبضہ کرلیا کہ زمین کا مالک یا خریدار

---

(١) عن يوسف بن مهران عن ابن عباس قال: كانت للعباس دار إلي جنب المسجد في المدينة، فقال عمر بن الخطاب رضي الله عنه: بعنيها أو هبها لي حتي أدخلها في المسجد فأبي، فقال: اجعل بيني وبينك رجلاً من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فجعلا بينهما أبيّ بن كعب فقضي للعباس علي عمر، فقال عمر: ما أحد من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أجرأ عليّ منك، فقال أبيّ بن كعب أو أنصح لك مني، ثم قال: يا أمير المؤمنين أما بلغك حديث داؤد أن الله عز وجل أمره ببناء بيت المقدس فأدخل فيه بيت إمرأة بغير إذنها، فلما بلغ حجز الرجال منعه الله بناءه قال داؤد: أي رب إن منعتني بناءه فاجعله في خلفه، فقال العباس: أليس قد قضيت لي بها وصارت لي؟ قال: بلي. قال: فإني أشهدك أني قد جعلتها لله. (السنن الكبري للبيهقي: (٦/١٦٨) كتاب الوقف، باب اتخاذ المسجد والسقايات وغيرها، ط: إدارة تاليفات اشرفيه)

كنز العمال: (٣/ ٥١٧) رقم الحديث: ٣٧٣٠١، كتاب الفضائل من قسم الأفعال، باب فضائل الصحابة، حرف العين، عباس بن عبد المطلب، ط: مؤسسة الرسالة.

الطبقات الكبري لابن سعد: (٤/ ٢٢) الطبقة الثانية من المهاجرين والأنصار ممن لم يشهد بدراً، العباس بن عبد المطلب، ط: دار صادر بيروت)

مقدمہ کیے بغیر اس سے زمین نہیں لے سکتا تو اس کی خرید و فروخت جائز نہیں ہوگی کیوں کہ اس صورت میں مالک کو زمین حوالہ کرنے پر قدرت حاصل نہیں ہے اور جس چیز کو بھی حوالہ کرنے پر قدرت نہیں ہوتی اس کی خرید و فروخت جائز نہیں ہوتی۔ (۱)

زمین تقسیم سے پہلے فروخت کرنا

وراثت اور مشترکہ زمین اور جائیداد کو باضابطہ تقسیم کرنے سے پہلے فروخت کرنا جائز ہے۔ مثلاً: وارثوں میں سے ایک وارث مشترکہ زمین میں سے اپنا حصہ تقسیم سے پہلے فروخت کرنا چاہے تو فروخت کرسکتا ہے۔ (۲)

زمین خریدنے کے بعد قبضہ سے پہلے فروخت کرنا

"قبضہ سے پہلے فروخت کرنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۴۸/۵)

---

(۱) يلزم أن يكون المبيع مقدور التسليم) فبيع غير مقدور التسليم باطل، قال في القروي عن جواهر الفتاوى: باع عقارًا ملكه لكن في يد آخر، الفتوى على أنه لا يصح عملاً بقول محمد، لأنه لا يقدر على تسليمه اهـ. (شرح المجلّة لسليم رستم باز: (۷۸/۱) المادة: ۱۹۸، الكتاب الأوّل في البيوع، الباب الثاني في بيان المسائل المتعلّقة بالمبيع، الفصل الأوّل في شروط المبيع، ط: دار الكتب العلمية)

بيع ما هو غير مقدور التسليم باطل. (شرح المجلّة لخالد الأتاسي: (۱۰۱/۲) المادة: ۲۰۹، الكتاب الأوّل في البيوع، الباب الثاني في بيان المسائل المتعلّقة بالمبيع، الفصل الثاني في شروط المبيع، ط: رشيديه)

شامی: (۲۱/۵) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في حكم إيجار البرك والاصطياد، ط: سعيد۔

(۲) بيع حصة شائعة معلومة كالثلث والنصف والعشر من عقار مملوك قبل الافراز صحيح. (شرح المجلة لرستم باز: (۸۳/۱) المادة: ۲۱۴، الكتاب الأوّل في البيوع، الباب الثاني في المسائل المتعلّقة بالمبيع، الفصل الثاني في ما يجوز بيعه وما لا يجوز، ط: دار الكتب العلمية)

يجوز بيع العقار قبل القبض. (الهداية: (۷۹/۳) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، فصل: ط: رحمانية)

تبيين الحقائق: (۷۹/۴) كتاب البيوع، باب التولية، فصل: صح بيع العقار قبل قبضه، ط: إمداديه ملتان۔

زمین کا زمین سے تبادلہ کرنا

زمین کا زمین سے تبادلہ کرنا بیع ہے لہٰذا ایسی بیع لازم ہو جائے گی [۱] اور بعد میں ایسی بیع کو ختم کرنا چاہیں تو دونوں فریق کی رضامندی ضروری ہوگی، یک طرفہ کسی ایک فریق کو اس قسم کے سودے کو ختم کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ [۲]

زمین کی فصل

اگر کسی نے ایسی زمین فروخت کی جس میں فصل ہے تو فصل کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر بائع (سیلر) نے زمین فروخت کرتے وقت فصل کے ساتھ فروخت کی یا مشتری (خریدار) نے زمین خریدتے وقت یہ کہا تھا کہ میں نے فصل کے ساتھ خریدی ہے تو ان دونوں صورتوں میں مشتری کو زمین کے ساتھ فصل بھی ملے گی، اور اگر خرید و فروخت کے وقت فصل کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا تو فصل بائع ہی کی ملک میں رہے گی اور مشتری کو صرف زمین ملے گی، البتہ بائع پر فصل کو فوری طور پر کاٹ لینا لازم ہوگا تا کہ خالی زمین مشتری کو حوالہ کر دے یا فصل پکنے تک مشتری سے زمین

---

(۱) بيع المقايضة بيع العين بالعين أي مبادلة مال بمال غير النقدين ـ (شرح المجلة لرستم باز: (۵۷/۱) المادة: ۱۲۲، الكتاب الأول في البيوع، المقدمة في الاصطلاحات الفقهية المتعلقة بالبيوع، ط: دار الكتب العلمية)

وإذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع ولا خيار لواحد منهما ـ (الهداية: (۲۰/۳) كتاب البيوع، ط: رحمانية)

الدر مع الرد: (۵۲۸/۴) كتاب البيوع، مطلب: ما يبطل الإيجاب سبعة، ط: سعيد ـ

(۲) لأن أحد المتعاقدين لا ينفرد بالفسخ كما لا ينفرد بالعقد ـ (الهداية: (۱۵۴/۳) كتاب أدب القاضي، باب التحكيم، مسائل شتى، ط: رحمانيه)

تبيين الحقائق: (۱۹۸/۴) كتاب القضاء، باب مسائل شتى، ط: إمداديه ملتان ـ

البحر الرائق: (۶۳/۷) كتاب القضاء، باب التحكيم، مسائل شتى، ط: رشيديه ـ

کرایہ پر لے لے۔ (١)

زمین کی نشاندہی

زمین فروخت کرنے کے بعد اس کی نشاندہی کے لئے آدمی بلائے جاتے ہیں، تو اس کا خرچہ ادا کرنا بائع پر ہے، کیونکہ زمین فروخت کرنے کے بعد اس کو مشتری (خریدار) کے حوالہ کرنا بائع (سیلر) کی ذمہ داری ہے، اور حوالہ کرنے کے

---

(١) ولا يدخل الزرع في بيع الارض الا بالتسمية لانه متصل به للفصل فشابه المتاع الذي فيه... ويقال للبائع: اقطعها وسلم المبيع وكذا اذا كان فيها زرع لان ملك المشترى مشغول بملك البائع فكان عليه تفريغه وتسليمه كما اذا كان فيه متاع۔ (الهداية: (٢٦/٣) كتاب البيوع، ط: رحمانيه)

والزرع والثمر لايدخلان في المبيع استحساناً الا ان يشترط المبتاع۔ (هندية: (٣٣/٣) كتاب البيوع، الباب الخامس فيما يدخل تحت البيع، الفصل الثاني فيما يدخل في بيع الأراضي والكروم، ط: رشيديه)

بدائع الصنائع: (١٦٤/٥) كتاب البيوع، فصل: وأما شرائط الصحة فأنواع، ط: سعيد۔

تبيين الحقائق: (١١/٤) كتاب البيوع، ط: امداديه ملتان۔

باع ارضاً بدون الزرع فهو للبائع باجر مثلها، استشكله بان يجب على البائع قطعه وتسليمه الارض فارغة، وجوابه انه محمول على ما اذا كان برضى المشترى۔ (النهر الفائق: (٣٥٨/٣) كتاب البيوع، ط: رشيديه)

قوله: ويؤمر البائع بقطعها، أي: في ما اذا باع أرضاً فيها زرع أو شجر عليه ثمر لم يشترطه حتى بقى الزرع والثمر على ملك البائع... لان ملك المشترى مشغول بملك البائع فيجبر على تسليمه فارغاً... قوله: وما في الفصولين: باع ارضاً بدون الزرع فهو للبائع باجر مثلها محمول على ما اذا رضى المشترى اى رضى بابقاء الزرع باجر مثل الارض والا امر البائع بالقلع توفيقاً بين كلامهم۔ (شامي: (٥٥٤/٤) كتاب البيوع، مطلب في بيع الثمر والزرع والشجر مقصوداً، ط: سعيد)

وان رضى المشترى بابقاء الزرع بأجر مثل الارض صح۔ (الفقه الحنفي في ثوبه الجديد: (٤/ ٩١) مايدخل في البيع ومالايدخل، ط: دار القلم۔

جامع الفصولين: (٢/ ٧٤) الفصل الثاني والثلاثون في بيع الغصب والرهن والمستاجر وبيع الأرض المدفوعة مزارعة، ط: اسلامی کتب خانه۔

غمز عيون البصائر شرح الاشباه والنظائر: (٣٤/٤) الفصل الثالث، خاتمة: الكلام في أجرة المثل، ط: دار الكتب العلمية۔

لیے نشاندہی کرنا ضروری ہے لہٰذا اس کا خرچہ بائع پر ہے۔[۱]

زمین کے اقالے میں خریدار بیع نامہ لایا

خریدار زمین خریدنے کے بعد بائع (سیلر) کے پاس بیع نامہ لایا تاکہ زمین کا سودا واپس کردے، بائع نے اس سے ''بیع نامہ'' لے لیا اور زمین میں کچھ تصرف کیا تو یہ اقالہ ہوگیا۔[۲]

زمین کے بغیر پانی فروخت کرنا

''پانی فروخت کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲/۲۷۴)

زمین مشترکہ سے اپنا حصہ فروخت کرنا

''مشترکہ زمین سے اپنا حصہ فروخت کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۶/۱۹۲)

زندہ جانور تول کر بیچنا

اگر خریدار اور فروخت کرنے والا جانور کو وزن کر کے خرید و فروخت کرنے پر راضی ہو جائیں تو زندہ جانور کو وزن کر کے نقد رقم یا کسی اور چیز کے عوض میں خریدنا

---

(۱) عن عثمان رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال له: اذا بعت فكِلْ واذا ابتعت فاكتل. (بخاري: (۱/۲۸۵)، كتاب البيوع، باب الكيل على البائع والمعطي، ط: قديمي)

المصارف المتعلقة بتسليم المبيع تلزم البائع وحده. (شرح المجله لرستم باز: (۱/۱۱۹) المادة: ۲۸۹، الكتاب الأول البيوع، الباب الخامس، الفصل الثالث في حق مكان التسليم، ط: فاروقيه)

درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۱/۲۷۶) المادة: ۲۸۹، ايضاً، ط: دار الجيل.

مجمع الانهر: (۳/۳۶) كتاب البيوع، فصل، ط: دار الكتب العلمية.

(۲) (الإقالة بالتعاطي القائم مقام الإيجاب والقبول صحيحة) ولو كان التعاطي من أحد الجانبين هو الصحيح۔ (شرح المجلّة لرستم باز: (۱/۷۵) المادة: ۱۹۲، الكتاب الأوّل في البيوع، الباب الأوّل في بيان المسائل المتعلّقة بعقد البيع، الفصل الخامس في إقالة البيع، ط: مكتبه فاروقيه)

شرح المجلّة لخالد الأتاسي: (۲/۷۸) رقم المادة: ۱۹۲، ط: رشيديه۔

الفتاوى الهندية: (۳/۱۵۷) كتاب البيوع، الباب الثالث عشر في الإقالة، ط: رشيديه۔

اور فروخت کرنا دونوں جائز ہیں، کیوں کہ ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں، بشرطیکہ متعین جانور کا فی کلو کے حساب سے نرخ طے کرلیا گیا ہو اور جانور کا وزن کرنے کے بعد اس کی قیمت بھی متعین کرلی گئی ہو۔

اس کی صورت یہ ہے کہ خریدار کو مثلاً ایک بکرے کی ضرورت ہے، تاجر کے پاس جاکر وہ بکروں میں سے ایک بکرا پسند کرلیتا ہے اور تاجر اس کو بتادیتا ہے کہ اس بکرے کا نرخ تین سو روپے کلو ہے اور اس بکرے کو خریدار کے سامنے وزن کرکے بتادیتا ہے کہ مثلاً یہ بیس کلو کا ہے، اب اگر خریدار اس کو قبول کرلے تو بیع منعقد ہوجائے گی اور اس طرح کی گئی خرید وفروخت شرعاً جائز ہوگی۔

یہاں دو باتیں الگ الگ ہیں، ایک یہ کہ جانور کو وزن کرکے بیچنا اور خریدنا دوسری بات یہ ہے کہ جانور کو موزون قرار دینا اور اس پر موزونی اشیاء کے فقہی احکامات جاری کرنا۔

پہلی بات کی بنیاد پر جانور کو وزن کرکے بیچنا اور خریدنا جائز ہے کیوں کہ ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ نیز یہ کہ جن چیزوں کا کیلی، وزنی یا عددی ہونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں منصوص یا معلوم ہو ان کی وہ حیثیت تبدیل نہیں ہوتی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں جانور کا عددی ہونا معلوم ہے، البتہ جن چیزوں کا کیلی یا وزنی ہونا منصوص نہیں تو ان کا مدار عرف پر ہے اگر عرف ان کے کیل کرنے کا ہے تو وہ کیلی ہیں اور اگر عرف وزن کرنے کا ہے تو وہ وزنی ہیں۔ (۱)

---

(۱) وعن عبادة بن الصامت رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواء يداً بيد فإذا اختلفت هذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يداً بيد۔ رواه مسلم۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۴) كتاب البيوع، باب الربوا، الفصل الأول، ط: قديمى)=

زندہ جانور کی کھال فروخت کرنا

۹۲ جانور ابھی تک زندہ ہے ذبح ہی نہیں ہوا تو اس کی کھال بیچنا جائز نہیں ہے یہ بیع فاسد ہے، اگر بیع ہو چکی ہے تو اسے فسخ کرنا ضروری ہے اور جب جانور کو ذبح کرنے کے بعد کھال الگ کر لی جائے تو دوبارہ بیع کر لی جائے۔[۱]

زندہ جانور کی کھال بیچ کر جو رقم آئے گی وہ حلال نہیں ہوگی۔[۲]

زیادہ آمدورفت والی جگہ کا انتخاب کرنا

تجارتی میلے میں اسٹال لگانے کی جگہ منتخب کرنے سے پہلے ایک بار نمائش کی

= وكل شيئ نص رسول الله صلى الله عليه وسلم على تحريم التفاضل فيه كيلاً فهو كيلي أبداً وإن ترك الناس الكيل فيه ... وكل شئ نص على تحريمه وزناً فهو وزني أبداً وإن ترك الناس الوزن فيه ... ومالا نص فيه ولم يعرف حاله على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يعتبر فيه عرف الناس، فإن تعارفوا كيله فهو كيلي وإن تعارفوا وزنه فهو وزني وإن تعارفوا كيله ووزنه فهو كيلي ووزني۔ (الفتاوى الهندية: (۱۱۷/۳) كتاب البيوع، الباب التاسع فيما يجوز بيعه ومالايجوز، الفصل السادس في تفسير الربا وأحكامه، ط: رشيديه)

المحيط البرهاني: (۳۹۹/۹، ۳۴۰) كتاب البيوع، الفصل السادس فيمايجوز بيعه ومالايجوز، نوع آخر في بيع الجنس بالجنس، ط: إدارة القرآن۔

المبسوط للسرخسي: (۱۸۰/۱۲) كتاب البيوع، بيع الشاة بالشاتين، ط: دار المعرفة۔

(۱) وفسد بيع ماسكت فيه عن الثمن... وصوف علي ظهر غنم. وجوزه الثاني ومالك. وفي السراج: لو سلم الصوف واللبن بعد العقد، لم ينقلب صحيحاً، وكذا كل ما اتصاله خلقي كجلد حيوان ونوي تمر. (الدر المختار مع الرد: (۶۰/۵، ۶۳) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في البيع الفاسد، ط: سعيد)

ولو باع الجلد أو الكرش قبل الذبح لايجوز، فإن ذبح بعد ذلك ونزع الجلد والكرش وسلم لاينقلب العقد جائزاً. (الفتاوي الهنديه: (۱۳۹/۳) كتاب البيوع، الباب التاسع فيما يجوز بيعه ومالا يجوز، الفصل التاسع في البيوع الاشياء المتصلة بغيرها، ط: رشيديه)

البحر الرائق: (۷۵/۶) كتاب البيع، باب البيع الفاسد، ط: سعيد.

(۲)__________

جگہ کا معائنہ کر لینا چاہیے، کسی بھی تجارتی میلے میں کچھ خاص جگہوں پر پیدل چلنے والوں کی آمد ورفت بہت زیادہ ہوتی ہے، لہٰذا ایسی جگہیں تلاش کرنی چاہییں جو کہ داخلی راستوں، کھانے پینے کی جگہوں، آرام کرنے کے لیے مخصوص کمروں یا سیمینار کے کمروں یا نمائش کرنے والے بڑے اداروں کے نزدیک ہوں، اور نمائش کے آخری حصہ یا سامان اتارنے چڑھانے والی جگہوں اور رکاوٹ والی جگہوں یا کم آمد ورفت والی جگہوں سے دور ہوں۔ (۱)

زیادہ دینا قرض واپس کرتے وقت

''قرض واپس کرے تو زیادہ دے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۱۹۱/۵)

زیادہ دینے کا مطالبہ کرنا

''کچھ زیادہ دینے کا مطالبہ کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۹۵/۵)

زیادہ سے زیادہ نفع کی مقدار

''نفع کی زیادہ سے زیادہ مقدار'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۳۶۷/۶)

زیادہ قیمت پر بیچنا جھوٹ بول کر

''قیمت زیادہ لینا جھوٹ بول کر'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۴۳۱/۵)

---

(۱) عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضي اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة۔ (مشکاة المصابیح: (ص: ۲۴۲) کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثالث، ط: قدیمی)

(طلب کسب الحلال فریضة) أي علی من احتاج إلیہ لنفسہ، أو لمن یلزمہ مؤنتہ۔ (مرقاة المفاتیح: (۲۵/۶) کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثالث، ط: رشیدیہ)

المبسوط للسرخسي: (۲۴۵/۳۰) کتاب الکسب، ط: دار المعرفة۔

زیادہ قیمت کی لالچ میں غلہ دوسرے علاقے والوں کو فروخت کر

''بیع مکروہ'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۳۵/۲)

زیادہ قیمت میں بیچ دیا ملازم نے

''قیمت زیادہ لے لی'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۲۹/۵)

زیادہ قیمت میں بیچنا کم قیمت پر خرید کر

''کم قیمت پر خرید کر زیادہ قیمت میں بیچنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۴۲/۵)

زیادہ کام کو تھوڑا بتانا

''مشورہ صحیح دینا چاہئے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۰۰/۶)

زیادہ کمیشن کی خاطر مہنگے داموں فروخت کرنا

''بیع مکروہ'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۳۵/۲)

زیادہ لاگت کو کم کر کے بتانا

''مشورہ صحیح دینا چاہئے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۰۰/۶)

زیادہ مقدار میں خریدنے کی بناء پر قیمت میں کمی کرنا

''قیمتوں میں کمی کرنے کی مختلف صورتیں'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۵۱/۵)

زیادہ منافع کی امید پر کسی چیز کی فروخت میں تاخیر کرنا

اگر کوئی شخص کاروبار کے سلسلے میں کسی دوسرے شہر سے حیوانات کی خوراک یا غلہ یا کھانے پینے کا سامان وغیرہ لائے اور اس وقت مارکیٹ میں مندی ہو اس لیے یہ شخص ابھی مال فروخت نہ کرے بلکہ چند ماہ کے لیے مال روک لے تا کہ مارکیٹ

میں قیمت بڑھ جائے تو زیادہ منافع پر فروخت کرے تو یہ جائز ہے کیوں کہ اس میں مقامی لوگوں کی حق تلفی نہیں ہوتی، تاہم مسلمانوں کو تکلیف میں دیکھتے ہوئے ذاتی مفادات کو ترجیح دینا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

واضح رہے کہ ذخیرہ اندوزی میں بنیادی طور پر مقامی لوگوں کی حق تلفی کر کے اپنے منافع اور فوائد پیش نظر ہوتے ہیں لیکن کسی دوسرے شہر سے اجناس وغیرہ اپنے شہر یا گاؤں کو منتقل کرنے سے اس گاؤں والوں کی حق تلفی نہیں ہوتی۔ (۱)

مزید ''ذخیرہ اندوزی'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۱۶/۳)

زیادہ منافع کے لیے ذخیرہ اندوزی کرنا

''ذخیرہ اندوزی'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۱۶/۳)

زیادہ نفع نہ لینا

''نفع زیادہ نہ لینا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۶۰/۶)

زیرو مارجن

اگر درآمد کنندہ، ایل سی کھلواتے وقت بینک کو بالکل رقم نہیں دیتا بلکہ بینک سے کاغذات چھڑوانے کے وقت ساری ادائیگی کرتا ہے، تو اس کو ''زیرو مارجن'' پر ''ایل سی'' کھلوانا کہتے ہیں۔

---

(۱) ومن احتكر غلة ضيعته او ماجلبه من بلد آخر فليس بمحتكر۔ (الهداية: (۴/ ۴۷۳) كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: رحمانيه)

☐ ومن اشترى طعاماً في مصر وجلبه الى مصر آخر واحتكره فيه فانه لايكره، هكذا في المحيط۔ (الهندية: (۲۱۳/۳) كتاب البيوع، الباب العشرون في البياعات المكروهة، فصل في الاحتكار، ط: رشيديه۔

☐ البدائع: (۱۲۹/۵) كتاب الاستحسان، ط: سعيد۔

زینت

''زینت''، جس سے بدن کی کوئی خاص تقویت بھی نہیں، محض تفریح کی خواہش ہے، ظاہر ہے اس کام کے لیے کسی ناجائز چیز کے جائز ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (۱)

زیورات آرڈر پر بنانا

''آرڈر پر زیورات بنانا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱/۱۵۵)

زیورات میں دھوکہ

بعض سنار یا دکاندار ۱۸ یا ۲۰ کیرٹ زیور بنوا کر ۲۲ کیرٹ کی مہر لگا دیتے ہیں، یہ دھوکہ اور جھوٹ ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔ (۲)

---

(۱) والحاجة كالجائع الذي لو لم يجد ما يأكله لم يهلك غير أنه في جهد و مشقة وهذا لا يبيح الحرام، ويبيح الفطر في الصوم ـ والمنفعة كالذي يشتهي خبز البر ولحم الغنم والطعام الدسم ، والزينة كالمشتهي الحلوى والسكر ـ (غمز عيون الأبصار : (۱/۲۷۷) القاعدة الخامسة : الضرر يزال، الثانية: ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها، ط: دار الكتب العلمية)

الأشباه والنظائر للسيوطي: (ص: ۸۵) القاعدة الثانية، ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها، ط: دار الكتب العلمية۔

جواهر الفقه: (۳/۳۵) كتاب الحظر والإباحة، تنشيط الأذهان في الترقع بأعضاء الإنسان، ط: مكتبه دار العلوم كراچی۔

(۲) قال الله تعالى: لعنة الله على الكاذبين۔ (آل عمران: ۶۱)

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: آية المنافق ثلاث، زاد مسلم: "وإن صام وصلى وزعم أنه مسلم" ثم اتفقا: "إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان۔" (مشكاة المصابيح: (ص: ۱۷)، كتاب الإيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأول، ط: قديمي)۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔۔۔ قال: من غش فليس منا۔ (جامع الترمذي: (۱/۲۴۵)، أبواب البيوع، باب ما جاء في كراهية الغش في البيوع، ط: سعيد)۔

اور کاریگروں کے لئے بھی دکاندار کی بات مان کر ایسی مہر لگانا جائز نہیں ہے ورنہ کاریگر بھی دھوکہ اور جھوٹ کے گناہ کے مرتکب ہوں گے۔ (١)

زیور جڑاؤ ہو

اگر زیور کا زیور ہی سے تبادلہ کرنا ہو اور دونوں طرف کا زیور جڑاؤ ہو تو ہر طرح سے زیور کا زیور کے بدلے تبادلہ کرنا جائز ہوگا، اس وقت ایک طرف کا زائد سونا دوسرے کے نگینوں کی قیمت ہو جائے گی، دونوں طرف ایسا ہی سمجھا جائے گا۔ (٢)

زیور دونوں طرف سادہ ہو

اگر زیور کا زیور ہی سے تبادلہ کرتے وقت دونوں طرف کا زیور سادہ ہو اور دکان دار کا زیور گاہک کے زیور کے وزن کے برابر ہو یا اس سے وزن میں کم ہو اور دکان دار گاہک سے مزید کچھ لینا چاہتا ہے تو اپنے زیور کے ساتھ ''ایمی ٹیشن'' کا کوئی

---

(١) ولاتعاونوا على الاثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب. (المائدة:٢)

ولا تعاونوا علي الإثم والعدوان يعني لا تعاونوا علي ارتكاب المنهيات ولا علي الظلم. (احكام القرآن للقرطبي: (١٦/٣)، المائدة:٢، ط: دار الفكر).

قال: النووي: فيه تصريح بتحريم كتابة المترابين والشهادة عليها وبتحريم الإعانة علي الباطل. (مرقاة المفاتيح: (٤٣/٦) كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الأول، ط: رشيديه.

(٢) ولو وكله بخاتم ذهب فصه ياقوتة يبيعه، فباعه بفضة أو ذهب أكثر مما فيه، أو بخاتم من ذهب أكثر وزنا منه وليس فيه فص فهو جائز، كما لو باعه المؤكل بنفسه، وهذا لأن المثل من الذهب يصير بإزاء المثل والباقي بإزاء الفص ... وإن باعه بخاتم ذهب أكثر مما فيه من الذهب أو أقل و فيه فص و تقابضا جاز. (المبسوط للسرخسي: (٢٦/١٩) كتاب الوكالة، باب من الوكالة بالبيع والشراء، ط: دار المعرفة)

الفتاوى الهندية: (٢٢١/٣) كتاب الصرف، الباب الثاني في أحكام العقد بالنظر إلى المعقود عليه، الفصل الثاني في بيع السيوف المحلاة وما شابهها، ط: رشيديه)

بدائع الصنائع: (٢١٧/٥) كتاب البيوع، فصل: وأما الشرائط فمنها قبض البدلين قبل الافتراق، ط: سعيد۔

زیور ساتھ کردے تو جائز ہو جائے گا۔ اور اگر دکان دار کا زیور گاہک کے زیور سے زیادہ وزن کا ہے تو وہ گاہک سے زائد روپے بھی لے سکتا ہے۔ (۱)

زیور مورتیوں والے

''مورتیوں والے زیور'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۱۵/۶)

(۱) انظر الحاشیة السابقة، رقم: ۲، علی الصفحة السابقة۔
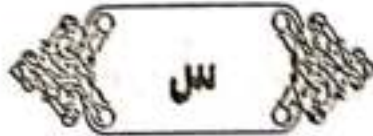
ساتھی کی بیع

’’کونڈوم‘‘ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۶۹/۵)

سادہ اور نگینہ والے زیور کا تبادلہ

☆ اگر جڑاؤ زیور دکان دار کا ہو اور سادہ زیور گاہک کا ہو تو خواہ گاہک کے زیور کا سونا دکان دار کے زیور میں موجود سونے سے کم ہو یا زیادہ ہو یا اس کے برابر ہو، ہر صورت میں تبادلہ کرنا اور زائد روپے لینا جائز ہے۔

☆ اگر سادہ زیور دکان دار کا ہو اور جڑاؤ والا زیور گاہک کا ہو تو اگر گاہک کے زیور میں سونا دکان دار کے سونے سے کم ہو تو دکان دار گاہک سے روپے لے سکتا ہے، اور اگر گاہک کے زیور میں موجود سونا دکاندار کے سونے کے مساوی ہو یا زائد ہو تو دکاندار گاہک سے مزید روپے نہیں لے سکتا۔ (۱)

---

(۱) لابأس ببیع خاتم فیه فص بخاتمین فیهما فصان، وکذلک السیف المحلّٰی بسیفین. (الهندیة: (۲۵۱/۳)، کتاب الصرف، الباب السادس فی المتفرقات، ط: رشیدیه)

المحیط البرهانی: (۵۰۱/۱۰)، کتاب الصرف، الفصل الرابع والعشرون فی المتفرقات، ط: ادارة القرآن۔

الفتاوی التاتارخانیه: (۷۳/۱۰)، کتاب الصرف، الفصل الرابع والعشرون فی المتفرقات، مکتبه فاروقیه۔

وإذا اشتری فضة بیضاء جیدة بفضة سوداء بأکثر منها، ومع البیضاء ذهب أو فلوس أو عروض فهو جائز عندنا، وعند الشافعی رحمه الله لایجوز... وعندنا یجعل من السوداء بإزاء البیضاء مثل وزنها، والباقی بإزاء ما زاد ترجیحا لجهة الجواز علی جهة الفساد... وعلی هذا لو اشتری منطقة أو سیفا محلی بدراهم أکثر منها وزنا یجوز عندنا. (المبسوط للسرخسی: (۱۱/۱۴) کتاب الصرف، ط: دار المعرفة)۔

سادہ زیور دونوں طرف ہو

''زیور دونوں طرف سادہ ہو'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۹۷/۴)

سادھوؤں کا لباس

کپڑے کی خرید وفروخت مسلمانوں کے لیے شرعاً جائز ہے، کفار ان کو خرید کر جس طرح چاہیں اور جس کام کے لیے چاہیں استعمال کریں، مسلمانوں پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ (۱)

اور خاص طور پر ایسا کپڑا بھی فروخت کرنا درست ہے، اور سادھوؤں کا خاص لباس فروخت کرنا بھی جائز ہے، کفار کا خاص لباس کچھ اعزاز کی چیز نہیں، بلکہ

= وكذا إذا باع سيفا محلى بالفضة مفردة أو منطقة مفضضة أو لجاما أو سرجا أو سكينا مفضضة أو جارية على عنقها طوق فضة بفضة مفردة، والفضة أكثر، حتى جاز البيع كان بحصة الفضة صرفا، ويراعى فيه شرائط الصرف ، وبحصة الزيادة التي هي من خلاف جنسها بيعا مطلقا فلا يشترط له مايشترط للصرف، فإن وجد التقابض وهو القبض من الجانبين قبل التفرق بالأبدان تم الصرف والبيع جميعا. (بدائع الصنائع: (۲۱۷/۵)، كتاب البيوع ، فصل: وأما الشرائط فمنها قبض البدلين قبل الافتراق، ط: سعيد)۔

الفتاوى الهندية: (۲۲۱/۳)، كتاب الصرف، الباب الثاني في أحكام العقد بالنظر إلى المعقود عليه، الفصل الثاني في بيع السيوف المحلاة... إلخ، ... ط: رشيديه

(۱) لايكره بيع الجارية المغنية ،والكبش النطوح، والديك المقاتل، والحمامة الطيارة، لأنه ليس عينها منكرا، وإنما المنكر في استعماله المحظور. (تبيين الحقائق: (۱۹۹/۴)، باب البغاة، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)۔

رجل آجر بيتا ليتخذ فيه نارا أو بيعة أو كنيسة، أو يباع فيه الخمر، فلابأس به، وكذا كل موضع تعلقت المعصية بفعل فاعل مختار. (خلاصة الفتاوى: (۳۷۶/۴، ۳۷۷)، الفصل التاسع في المتفرقات، ط: امجد اكيڈمی، لاهور)۔

ولابأس بأن يواجر دارا من الذي يسكنها، فإن شرب فيه الخمر، أو عبد فيها الصليب أو دخل فيها الخنازير، لم يلحق المسلم إثم في شيء من ذلك، لأنه لم يواجرها لذلك والمعصية في فعل المستاجر. (المبسوط للسرخسي: (۳۳/۱۶)، كتاب البيوع، باب الاجارة الفاسدة، ط: غفاريه)۔

خاص وضع کے اعتبار سے اس میں ان کی تذلیل ہے،[۱] تاہم ایسی چیزوں کی تجارت سے بچنا بہتر ہے۔[۲]

سامان بدل کر آئے

''بدل کر آئے ہوئے سامان'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۹۹/۲)

سامان بکوایا

''سودا بکوایا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۱۴۹/۴)

سامان تبدیل ہو جائے

☆اگر جہاز یا بس یا ریل گاڑی وغیرہ میں بیگ وغیرہ تبدیل ہو گیا، غلطی سے کسی دوسرے کا بیگ آ گیا تو اس کا استعمال جائز نہیں، کیونکہ یہ یقین نہیں کہ جس نے آپ کا بیگ اٹھایا ہے یہ بیگ بھی اسی کا ہو جو آپ اٹھا کر لائیں ہیں، اور اگر ایسا ہو بھی تب بھی چونکہ رضامندی کے ساتھ باہمی تبادلہ کا کوئی معاملہ نہیں ہوا اس لیے جو بیگ وغیرہ ملا ہے اس کا حکم لقطہ کا ہوگا، یعنی پہلے یہ کوشش کی جائے کہ اس کا مالک مل جائے اور اس کو واپس کر دیا جائے، اور اگر مالک کے ملنے سے مایوسی ہو جائے تو مالک کی طرف سے غریبوں کو صدقہ کر دیا جائے، اور اگر مالک نہ ملے اور خود بھی زکوٰۃ

---

(۱) وفي المحيط: لايكره بيع الزنانير من النصراني والقلنسوة من المجوسي؛ لأن ذلك إذلال لهما. (شامي: (۳۹۲/۶)، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ط: سعيد)۔

تبيين الحقائق: (۲۵/۴)، كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: دار الكتب العلمية

المحيط البرهاني: (۳۷۰/۹)، كتاب البيوع، الفصل الخامس والعشرون: في البياعات المكروهة والأرباح الفاسدة وما جاء فيها من الرخصة، ط: إدارة القرآن

(۲) قلت: وأفاد كلامهم أن ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريما وإلا فتنزيها. (الدر المختار: (۲۶۸/۴)، كتاب السير، باب البغاة، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۱۳۳/۵)، كتاب السير، باب البغاة، ط: سعيد

النهر الفائق: (۲۶۸/۳)، كتاب الجهاد، باب البغاة، ط: رشيديه

کا مستحق ہے تو اس کو خود بھی استعمال کر سکتا ہے۔(۱)

☆ اسی طرح اگر کسی شخص کی مسجد سے چپل، جوتے تبدیل ہو گئے تو اس کا استعمال کرنا جائز نہیں، کیونکہ اولاً تو یہ یقین نہیں کہ جس نے جوتا لیا ہے یہ جوتا اسی کا ہے، اور اگر ایسا ہو بھی تو بھی چونکہ رضامندی کے ساتھ باہمی تبادلہ کا کوئی معاملہ نہیں ہوا، اس لیے جو جوتا ملا ہے اس کا حکم لقطہ کا ہوگا۔(۲)

سامان خرید کرلانا

"منڈی سے فلاں سامان خرید کرلانا" عنون کے تحت دیکھیں۔(۳۰۹/۶)

سامان خرید کے واپس لینے نہیں آیا

اگر کسی نے دکاندار سے کوئی چیز خریدی، اور پیسے بھی ادا کردیئے، لیکن سامان لیکر جانا بھول گیا، اور سامان دکان میں ہی رہ گیا، اور اس کے بعد سامان لینے کے لیے دوبارہ نہیں آیا، تو اگر دکان دار کے پاس خریدار کا فون نمبر وغیرہ ہے تو اس

(۱، ۲) امرأة وضعت ملاتتها فجاءت امرأة أخرى ووضعت ملاتتها ثم جاءت الأولى وأخذت ملاءة الثانية وذهبت لا ينبغي للثانية أن تنتفع بملاءة الأولى؛ لأنه انتفاع بملك الغير، فإن أرادت أن تنتفع بها قالوا ينبغي أن تتصدق هي بهذه الملاءة على ابنتها إن كانت فقيرة على نية أن يكون ثواب الصدقة لصاحبتها إن رضيت ثم تهب الابنة الملاءة منها فيسعها الانتفاع بها؛ لأنها بمنزلة اللقطة وإن كانت غنية لا يحل الانتفاع بها، وكذا الجواب في المكعب إن سرق وترك له عوض. (الفتاوى الهندية: (۲/ ۲۹۵)، كتاب اللقطة، ط: رشيديه)

البحر الرائق (۱۵۸/۵)، كتاب اللقطة، ط: سعيد

الشامية: (۲۸۵/۴)، كتاب اللقطة، مطلب أخذ صوف ميتة أو جلدها، ط: سعيد

فينتفع الرافع بها لو فقيرا، وإلا تصدق أي من رفعها من الأرض: أي التقطها وأتى بالفاء فدل على أنه إنما ينتفع بها بعد الإشهاد والتعريف إلى أن غلب على ظنه أن صاحبها لا يطلبها، والمراد جواز الانتفاع بها والتصدق، وله إمساكها لصاحبها. (الشامية: (۲۷۹/۴)، كتاب اللقطة، ط: سعيد)

بدائع الصنائع: (۲۰۲/۶)، كتاب اللقطة، فصل وأما بيان ما يصنع بها، ط: سعيد

سے رابطہ کرے، وہ جس طرح کہے اس پر عمل کرے۔[۱]

اور اگر رابطہ کی کوئی صورت نہیں، اور مالک کی آمد سے مایوسی ہو جائے اور چیز مزید پڑے رہنے سے خراب ہونے کا اندیشہ ہے یا دکاندار کے پاس رکھنے کے لئے جگہ نہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں، یا تو بیچ کر اس کی رقم امانت کے طور پر محفوظ رکھے جب بھی مالک آجائے رقم حوالہ کر دے، اور دوسری صورت یہ ہے کہ مالک کی طرف سے نیت کر کے وہ چیز غریبوں میں صدقہ کر دے، خود استعمال نہ کرے۔[۲]

سامان خود خریدنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کا سامان کبھی خود خرید فرمایا ہے اور کبھی خادم اور وکیل کی معرفت بھی خریدا ہے، حالات اور وقت کے اعتبار سے دونوں سنت ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا، اور حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ

---

(۱) وينبغي أن يعرفها في الموضع الذي أصابها. وفي الجامع: فإن ذلك أقرب إلى الوصول إلى صاحبها. (الهداية: (۲/۶۱۵)، كتاب اللقطة، مكتبه شركت علميه ملتان)

ويعرف الملتقط اللقطة في الأسواق والشوارع مدة يغلب على ظنه أن صاحبها لايطلبها بعد ذلك هو الصحيح، كذا في مجمع البحرين. (الفتاوى الهندية: (۲/۲۸۹)، كتاب اللقطة، ط: رشيديه)

مجمع الأنهر: (۲/۵۲۵)، كتاب اللقطة، ط: دار الكتب العلمية

(۲) إنما ينتفع بها بعد الإشهاد والتعريف إلى أن غلب على ظنه أن صاحبها لايطلبها والمراد جواز الانتفاع بها والتصدق وله إمساكها لصاحبها. وفي الخلاصة: له بيعها أيضا وإمساك ثمنها. (الشامية: (۴/۲۷۹)، كتاب اللقطة، ط: سعيد).

البحر الرائق: (۵/۱۵۳)، كتاب اللقطة، ط: سعيد

الفتاوى الهندية: (۲/۲۸۹)، كتاب اللقطة، ط: رشيديه

وإنما تكمل مدة التعريف إذا كان مما لايتسارع إليه الفساد فإن خاف الفساد لم تكمل ويتصدق بها. (بدائع الصنائع: (۶/۲۰۲)، كتاب اللقطة، فصل وأما بيان مايصنع بها، ط: سعيد)

المبسوط للسرخسي: (۱۱/۹)، كتاب اللقطة، ط: دار المعرفة

عنہما کہتے ہیں کہ ایک بت پرست بکری لے کر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بکری خریدی۔ [1]

سامان دکھانے کے لئے لے گیا اور وہ ضائع ہو گیا

اگر خریدار سامان دکھانے کے لئے لے گیا اور وہ ضائع ہو گیا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) خریدار نے دکاندار سے کہا کہ یہ سامان یا یہ چیز مجھے دے دو، میں گھر لے جا کر دکھاتا ہوں یا اس بارے میں غور و فکر کرتا ہوں، ثمن کی تعیین نہیں کی اور دکاندار اسے دے دے تو اس کو عربی زبان میں "مقبوض علی سوم النظر" کہتے ہیں یہ چیز خریدار کے پاس امانت ہوتی ہے، لہٰذا اگر خریدار کی غفلت اور زیادتی کے بغیر ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان نہیں ہے۔

(۲) خریدار نے خریدنے کی غرض سے دکاندار سے کہا کہ یہ چیز یا یہ سامان

---

(۱) وقال ابن عمر اشتري النبي صلى الله عليه وسلم جملاً من عمر... وقال عبدالرحمن بن أبي بكر جاء مشرك بغنم فاشتري النبي صى الله عليه وسلم منه شاة واشتري من جابر بعيراً. (صحيح بخاري: (۱/ ۲۸۱) كتاب البيوع، باب شري الإمام الحوائج بنفسه، ط: قديمي)

وفي هذه الأحاديث مباشرة الكبير والشريف شراء الحوائج وإن كان له من يكفيه إذا فعل ذلك علي سبيل التواضع والاقتداء بالنبي صلى الله عليه وسلم فلا يشك أحد أنه كان له من يكفيه مايريد من ذلك ولكنه كان يفعله تعليماً وتشريعاً. (فتح الباري: (۲۷۰/٤) كتاب البيوع، باب شراء الإمام الحوائج بنفسه، ط: دار المعرفة)

عن عروة بن أبي بن أبي الجعد البارقي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أعطاه ديناراً يشتري شاة فاشتري له شاتين فباع أحدهما بدينار وأتاه بشاة ودينار فدعا له رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيعه بالبركة فكان لو اشتري تراباً لربح فيه. (صحيح بخاري: (۱/ ۵۱٤) كتاب المناقب قبل باب فضائل اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، ط: قديمي)

قال ابن الملك: فيه جواز التوكيل في المعاملات وكل ماتجرى فيه النيابة. (مرقاة المفاتيح: (٦/ ۱۲۳) كتاب البيوع، باب الشركة والوكالة، الفصل الأول، ط: رشيديه)

مجھے دے دو اگر پسند آئی تو سو روپے پر لے لوں گا یا دکاندار نے اسے کہا کہ اس کی قیمت سو روپے ہے ایسی چیز کو عربی زبان میں "مقبوض علی سوم الشراء" کہتے ہیں، اگر یہ چیز خریدار کے پاس ہلاک ہو جائے یا ضائع ہو جائے تو خریدار ضامن ہوگا اور اس کو سو روپیہ ادا کرنا پڑے گا۔[1]

سامان دلال کے پاس امانت ہے

"دلال کے پاس سامان امانت ہے" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (٣٢٩/٣)

سامان دیتے وقت عیب چھپانا

خریدار کو سامان بیچتے وقت صرف اچھائیاں بیان کرنا، اور عیوب اور خامیوں کو چھپانا درست نہیں، مزید یہ کہ بعد میں یہ بات خریدار اور فروخت کرنیوالے کے درمیان بداعتمادی اور بدمزگی کا سبب بنتی ہے، اور فروخت کرنے والے کی ساکھ خراب ہو جاتی ہے، پھر اس کے بعد ایسے دکاندار سے لوگ سامان خریدنے سے بچتے ہیں، آخر میں دکان تباہ و برباد ہو جاتی ہے، اس لئے دکاندار اور کارخانہ

---

(١) ... كالمقبوض علي سوم الشراء، فإنه بعد بيان الثمن مضمون بالقيمة... أما علي سوم النظر فغير مضمون مطلقاً. وقال المحقق الشامي رحمه الله: قلت: وبيان ذلك أن المساوم إنما يلزمه الضمان إذا رضي بأخذه بالثمن المسمي علي وجه الشراء، فإذا سمي الثمن البائع وتسلم المساوم الثوب علي وجه الشراء يكون راضيا بذلك كما إذا سمي هو الثمن وسلم البائع يكون راضيا بذلك فكأن التسمية صدرت منهما معاً، بخلاف ما إذا أخذه علي وجه النظر لأنه لا يكون ذلك رضا بالشراء بالثمن المسمي.

قوله: أما علي سوم النظر) بأن يقول هاته حتي أنظر إليه أو حتي أريه غيري ولا يقول فإن رضيته أخذته، وقوله: مطلقاً: أي سواء ذكر الثمن أو لا اه.

ح عن النهر، ولا يخفي أن عدم ضمانه إذا هلك أما لو استهلكه القابض فإنه يضمن قيمته. (الدر المختار مع الرد: (٥٧٢/٤، ٥٧٣) كتاب البيوع، باب خيار الشرط، مطلب في المقبوض علي سوم الشراء، ط: سعيد)

شرح المجلة لرستم باز: (١٢٢/١) المادة: ٢٩٨، الكتاب الأول البيوع، الباب الخامس في بيان المسائل المتعلقة بالتسليم والتسلم، الفصل السادس فيما يتعلق بسوم الشراء وسوم النظر، ط: فاروقيه.

والوں پر ضروری ہے کہ فروخت کی جانے والی چیزوں کو عیب و خامی سے پاک رکھیں تاکہ بعد میں کسی قسم کی بدمزگی اور بداعتمادی پیدا نہ ہو، اور اگر عیب دار چیز فروخت کرنی ہے تو خریدار کو پہلے سے بتادیں۔[1]

سامان دے کر واپس لینے نہیں آیا

اگر کوئی آدمی گھڑی ساز ہے، یا کاریگر یا دھوبی یا درزی یا کوئی بھی ایسا شخص جو لوگوں کی مختلف چیزوں کی مرمت کرتا ہے، لوگ اُسے اپنی چیزیں مرمت کے لئے دے کر جاتے ہیں، یا دھونے کے لئے کپڑے دے کر جاتے ہیں، اس کے بعد لینے کے لئے واپس نہیں آتے، تو ایسی صورت میں اگر مالکان کی آمد سے مایوسی ہو جائے، اور ان سے رابطہ کرنے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں، اور چیز مزید پڑے رہنے سے خراب ہونے کا اندیشہ ہے تو ان چیزوں کو مالک کی طرف سے نیت کرکے غریبوں کو صدقہ

---

(١) عن العداء بن خالد، قال: كتب لي النبي صلى الله عليه وسلم: هذا ما اشترى محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم، من العداء بن خالد، بيع المسلم من المسلم، لا داء ولا خبثة، ولا غائلة.... وقال عقبة بن عامر: لا يحل لامرء يبيع سلعة يعلم أن بها داء إلا أخبره عن حكيم بن حزام رضي الله عنه، قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: البيعان بالخيار ما لم يتفرقا، ... فإن صدقا وبينا بورك لهما في بيعهما، وإن كتما وكذبا محقت بركة بيعهما. (صحيح البخاري: (٢/ ٢٧٩)، كتاب البيوع، باب إذا بين البيعان ولم يكتما ونصحا، ط: قديمي)

☜ عن حكيم بن حزام رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: البيعان بالخيار ما لم يتفرقا فإن صدقا بورك لهما في بيعهما وإن كذبا محق بركة بيعهما۔

قوله: فإن صدقا وبينا، أي صدق البائع في إخبار المشتري صفة المبيع وبين العيب إن كان في السلعة. (تكملة فتح الملهم: (١/ ٣٧٧)، كتاب البيوع، باب ثبوت خيار المجلس للمتبايعين، ط: مكتبه دار العلوم)

☜ رجل أراد أن يبيع السلعة المعيبة وهو يعلم يجب أن يبينها. (الفتاوى الهندية: (٣/ ٢١٠)، كتاب البيوع، الباب العشرون في البياعات المكروهة والأرباح الفاسدة، ط: رشيديه)

☜ ذكر في البحر أول الباب بعد ذلك عن البزازية عن الفتاوى: إذا باع سلعة معيبة عليه البيان. (الشامية: (٥/ ٤٧)، كتاب البيوع، باب خيار العيب، مطلب في جملة ما يسقط به الخيار، ط: سعيد)

کردیں خود استعمال نہ کریں۔[۱]

سامان زیادہ دیدیا ملازم نے

اگر دکاندار کے ملازم نے دکاندار کے علم میں لائے بغیر سامان زیادہ دے دیا، اور یہ بات خریدار کو بعد میں معلوم ہوئی، اب اگر مالک کے پاس جاکر راز افشاء کرتا ہے تو ملازم کی ملازمت جاتی ہے اور اگر نہیں کہتا ہے تو حق بھی رہ جاتا ہے، اور چوری میں تعاون بھی ہوتا ہے، تو ایسا آدمی دکان کے مالک کو یہ کہہ کر رقم ادا کرے کہ حساب میں اتنے روپے آپ کے میری طرف ہیں، وہ یہ ہیں، لے لیجیے، یہ صورت زیادہ بہتر ہے۔[۲]

اگر کسی وجہ سے ایسا نہیں کرسکتا تو ہدیہ کے طور پر دے دے، ملازم کے خیانت کرنے سے وہ سامان خریدار کے لئے حلال نہیں ہوگا۔[۳]

---

(۱)فإن كانت اللقطة مما لا يبقى إذا أتى عليه يوم أو يومان عرفها حتى إذا خاف أن تفسد تصدق بها لأن المقصود من التعريف إيصالها إلى صاحبها فتقيد مدة التعريف بالوقت الذى لا يفسد فيه لأن بعد الفساد لا فائدة لصاحبها فى إيصالها إليه وقد بينا أن التصدق بها طريق لحفظها على صاحبها من حيث الثواب فيصير إلى ذلک إذا خاف أن تفسد العين. (المبسوط للسرخسي: (۱۱/۹)، كتاب اللقطة، ط: دار المعرفة)

بدائع الصنائع: (۲۰۲/۶)، كتاب اللقطة، فصل وأما بيان ما يصنع بها، ط: سعيد

وإن كانت اللقطة شيئا لا يبقى عرفه حتى يخاف فساده فيتصدق به. (الهداية: (۵۹۷/۲)، كتاب اللقطة، ط: رحمانيه)

(۲)قال الله تعالى {إن الله يأمركم أن تؤدوا الامانات إلى أهلها} وذلک بالتسليم إليه عند القدرة. (تبيين الحقائق: (۲۱۶/۴) كتاب اللقطة، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "أد الأمانة إلى من ائتمنک ولا تخن من خانک". (جامع الترمذى: (۲۳۹/۱) أبواب البيوع، ط: سعيد)

المبسوط للسرخسي: (۱۱۶/۱۱) كتاب الوديعة، ط: غفارية، كوئٹه

شرح المجلة لسليم رستم باز: (ص: ۳۲۶) رقم المادة، (۷۶۹، ۷۷۰) ط: مكتبة حنفية كوئٹه

(۳)ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعى. (شرح المجلة لسليم رستم باز: (ص: ۶۲) رقم المادة: (۹۷) ط: مكتبة حنفيه كوئٹه)=

سامان صرف ایک کے پاس ہو

"مارکیٹنگ صرف ایک کے پاس ہو" عنوان کے تحت دیکھیں۔(۵۱/۶)

سامان فروخت کر کے اتنی رقم مجھے دینا باقی آپ لینا

کسی کو سامان فروخت کرنے کے لئے دینے کے بعد یہ کہنا کہ سامان فروخت کرنے کے بعد مجھے اتنی رقم دینا، باقی اس پر جو زائد رقم ملے وہ آپ کی ہے، تو یہ معاملہ ناجائز ہے، کیونکہ اس میں اجرت کی رقم متعین نہیں ہے۔ (۱)

سامان قبضے میں لینے سے پہلے بیچنا

بعض تاجر بعض مصنوعات جیسے فریزر، واشنگ مشین، سلائی مشین، استری، گاڑی، پلنگ وغیرہ نمونے کے طور پر شوروم میں رکھتے ہیں جب کوئی گاہک ان اشیاء میں سے کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے تو وہ اس کے ساتھ قیمت طے کر کے فروخت کردیتے ہیں، پھر وہ امپورٹ کرنے والے تاجر سے رابطہ کر کے مطلوبہ مقدار میں چیز خرید لیتے ہیں، اور اپنی یا کرایہ کی گاڑی میں رکھ کر گاہک کے گھر پہنچادیتے ہیں، پھر اس کے بعد قیمت وصول کرتے ہیں، یہ بیع جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں سامان خرید کر قبضہ میں لینے سے پہلے دوسرے کو بیچ دیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (۲)

= قواعد الفقہ: (ص: ۱۱۰) رقم المادة: (۲۶۹) ط: الصدف پبلشرز

الدر مع الرد: (۶۱/۴)، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال، ط: سعید

البحر الرائق: (۴۱/۵)، کتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فی التعزیر، ط: سعید

(۱) وتفسد الإجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد، فكل ما أفسد البيع، يفسدها كجهالة مأجور أو اجرة. (الدر المختار: (۴۶/۶)، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ط: سعيد)

الفتاوى الكاملية: (ص: ۱۹۲)، كتاب الإجارة، مكتبة القدس

البحر الرائق: (۵۳۰/۷)، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ط: رشيديه.

(۲) عن عبد الله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل سلف وبيع..... ولا بيع =

سامان کا عیب بتانا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب سامان بیچتے تھے تو اپنے سامان کے تمام عیوب اور نقص بتاتے تھے اور کچھ نہ چھپاتے تھے، چنانچہ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ راوی کہتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ جب سامان بیچنے لگتے تو سامان کے پاس کھڑے ہوجاتے اور خریدار کو سامان کے تمام عیوب دکھاتے اور پھر اس کو اختیار دیتے کہ اب تم چاہو تو خریدو ورنہ رہنے دو، تو ان سے کہا گیا کہ آپ یوں کرتے رہے تو سامان نہیں بکے گا، تو فرماتے کہ "ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی ہے"۔ (۱)

=مالیس عندك. (جامع الترمذي: (۲۳۳/۱) أبواب البيوع، باب ماجاء في كراهية بيع ماليس عنده، ط: سعيد)

عن حكيم بن حزام قال: سألت رسول الله صلي الله عليه وسلم: فقلت يأتيني الرجل فيسألني من البيع ماليس عندي أبا ع له من السوق ثم أبيعه؟ قال: لاتبع ماليس عندك. (جامع الترمذي: (۲۳۳/۱) ايضاً، ط: سعيد)

مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۸) كتاب البيوع، باب المنهي عنها من البيوع، الفصل الثاني، ط: قديمي.

فيحرم بيع كل شئ قبل قبضه، طعاماً كان أو غيره. (تكمله فتح الملهم: (۳۵۰/۱) كتاب البيوع، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض، ط: دار العلوم كراچي)

لايصح بيع المنقول قبل قبضه ،لنهيه عليه السلام: عن بيع مالم يقبض. (مجمع الأنهر: (۳/ ۱۱۳) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: دار الكتب العلمية)

(۱) عن زياد بن علاقة سمع جرير بن عبدالله يقول: بايعت النبى صلى الله عليه وسلم على النصح لكل مسلم. (صحيح مسلم: (۵۵/۱)، كتاب الايمان، باب بيان أن الدين النصيحة، ط: قديمى)

عن أبى زرعة قال: قال جرير: بايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم على السمع والطاعة والنصح لكل مسلم، قال فكان جرير إذا بايع انسانا قال: أما إن ما أخذنا منک أحب إلينا مما أعطينا فاختر يريد بذلک إتمام بيعته. (السنن الكبرى للبيهقى: (۲۷۱/۵)، رقم الحديث: ۱۰۴۰۱، كتاب البيوع، باب المتبايعان بالخيار مالم يتفرقا إلا بيع الخيار، ط: إدارہ تاليفات اشرفيه)

وروى ابن عجلان عن عون بن عبدالله قال: كان جرير إذا قام إلى السلعة يبصر عيوبها، ثم خيره، فقال: إن شئت فاشتر، وإن شئت فاترک، فقيل له: إذا فعلت هذا لم ينفذ لک بيع، فقال: إنا بايعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم على النصح لكل مسلم. (شرح البخارى لابن بطال: (۱۳۱/۱)، تفسير كتاب الايمان، باب قول الرسول صلى الله عليه وسلم "الدين النصيحة لله ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم، ط: مكتبة الرشد)=

سامان یک مشت لانا

(۱۱۰) مال خریدتے وقت اکٹھا ہی خریدا جائے، اور یکمشت لایا جائے، مستقبل کی منصوبہ بندی اور ترتیب بنائے بغیر وقتی ضرورت کے پیش نظر تھوڑا تھوڑا سامان لاتے رہنا دانشمندی اور صحیح پیشہ وارانہ ترتیب کے خلاف ہے، ایک مقدار کو ایک ہی دفع کی بجائے بار بار لانے اور فراہم کرنے سے ایک تو وقت اور طاقت کا ضیاع ہوتا ہے، دوسرا اس سے نقل وحمل کے اخراجات میں بھی اضافہ ہوتا ہے، مزید یہ کہ تھوڑی تھوڑی مقدار میں خریدنے کی وجہ سے تھوک قیمت کی بجائے پرچون قیمت پر خریدنا پڑتا ہے، اس لئے ذمہ دار دکاندار کی ذمہ داری ہے کہ وہ خریداروں کی طلب دیکھ کر اچھی طرح غور کرے، اور سارے سامان کو یکمشت خریدنے کی کوشش کرے، البتہ اتنا بڑا آرڈر بھی نہ دے یا اکٹھا مال خریدنے کے چکر میں اتنا زیادہ مال بھی نہ خریدے کہ رقم اس میں پھنس کر منجمد ہو جائے، یا پڑے پڑے مال پرانا ہو جائے، یا اس کا موسم نکل جائے، یا اس کی ضرورت نہ رہے، یا اس کی عمدگی میں کمی آجائے، پھر اس کے بعد اونے پونے دام میں فروخت کرنا پڑے۔[1]

سامان کے کاغذات کی خرید وفروخت

"ڈاکومنٹس کو فروخت کرنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۹۰/۳)

= احیاء علوم الدین: (۱۰۴/۲)، کتاب آداب الکسب والمعاش، الباب الثالث فی بیان العدل واجتناب الظلم فی المعاملة، ط: رشیدیه

(۱) والکمال فی أن لا یغبن ولا یغبن کما وصف بعضهم عمر رضی اللہ عنه فقال کان أکرم من أن یخدع وأعقل من أن یخدع وکان الحسن والحسین وغیرهما من خیار السلف یستقصون فی الشراء ثم یهبون مع ذلک الجزیل من المال، فقیل لبعضهم تستقصی فی شرائک علی الیسیر ثم تهب الکثیر ولا تبالی؟ فقال: إن الواهب یعطی فضله وإن المغبون یغبن عقله. (إحیاء علوم الدین: (۸۰/۲، ۸۱)، کتاب آداب الکسب والمعاش، ط: دار المعرفة)

سامان لیتے رہنا اور پیسے بعد میں دینا

''دکان سے سامان لیتے رہنا اور پیسہ بعد میں دینا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

سامان میں شرکت

شرکت مفاوضہ اور شرکت عنان کے لئے شرکاء جو مال جمع کریں گے وہ نقد کے قبیل سے ہونا ضروری ہے، مثلاً سونا چاندی یا روپیہ وغیرہ میں سے کسی کا ہونا ضروری ہے، سامان میں شرکت درست نہیں۔ (۱)

البتہ بعض مفتیان کرام نے موجودہ زمانے کی ضرورت اور ابتلائے عام کی وجہ سے امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب پر فتویٰ دینے کی گنجائش دی ہے۔ (۲)

سامان واپس کرنا چاہے

''واپس کرنا چاہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۱۳/۶)

---

(۱) كون رأس المال من قبيل النقود شرط لصحة شركة الأموال سواء كانت مفاوضة او عنانا فلا تجوز بالعروض والمكيل والموزون عندنا؛ لأنه يؤدي إلى ربح مالم يضمن؛ لأنه إذا باع كل واحد منهما رأس ماله وتفاضل الثمنان، فما يستحقه أحدهما من الزيادة في مال صاحبه ربح مالم يملك ومالم يضمن. (شرح المجلة للأتاسي: (۲۶۱/۴) المادة: (۱۳۳۸) الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل الثالث في بيان الشروط الخاصة بشركة الأموال، ط: رشيديه)

أما الشركة بالأموال فلها شروط، منها أن يكون رأس المال من الأثمان المطلقة وهي التي لاتتعين بالتعيين في المفاوضات على كل حال وهي الدراهم والدنانير عنانا كانت الشركة أو مفاوضة عند عامة العلماء، فلاتصح الشركة بالعروض، وقال مالك رحمه الله: هذا ليس بشرط وتصح الشركة في العروض. (بدائع الصنائع: (۵۹/۶)، كتاب الشركة، فصل وأما بيان شرائط جواز هذه الأنواع، ط: سعيد)

حاشية الشلبي على التبيين: (۳۱۶/۳)، كتاب الشركة، ط: امداديه ملتان

(۲) امداد الفتاوى: (۴۹۵/۳)، كتاب الشركة، القصص السني في حكم حصص كمپني، ط: مكتبه دار العلوم كراچی

امداد الاحکام: (۳/ ۳۶۲)، مسائل جدیدہ متعلقہ بیوع، عنوان: خریداری حصص کے مختلف احکام، ط: دار العلوم کراچی۔

سانپ

احناف کے نزدیک سانپ حرام ہے، کھانا جائز نہیں ہے،[۱] البتہ اگر یہ جانور کسی ضرورت مثلاً دوا کے طور پر خارجی استعمال میں مفید ہو تو اس کی خرید و فروخت جائز ہوگی ورنہ نہیں۔[۲]

سانپ کی کھال

بعض علاقوں میں غیر مسلم قومیں سانپ کو زندہ پکڑ کر بے ہوش کر کے اس کا چمڑہ نکال لیتی ہیں اور اس کو فروخت کرتی ہیں، تو اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر سانپ بڑا ہے اور اس کا چمڑا دباغت کو قبول کرتا ہے تو دباغت دینے کے بعد اس کا خریدنا اور بیچنا جائز ہوگا، اور اگر سانپ چھوٹا ہے تو اس کا چمڑا کسی حال میں بھی خریدنا اور بیچنا جائز نہیں ہوگا۔[۳]

---

(۱) وکذلک مالیس له دم سائل مثل الحیة والوزغ وسام الأبرص وجمیع الحشرات وهوام الأرض من الفارة والجراد... ولاخلاف فی حرمة هذه الأشیاء۔ (الفتاوی الهندیة:(۲۸۹/۵)، کتاب الذبائح، الباب الثانی فی بیان مایؤ کل من الحیوان، ط:رشیدیه)۔

الشامیة:(۳۰۴/۶)، کتاب الذبائح، ط:سعید

بدائع الصنائع:(۳۶/۵)، کتاب الذبائح والصیود، ط:سعید

(۲) تخریج کے لئے ''مینڈک'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

(۳) إذا کان احد العوضین أو کلاهما محرما، فالبیع فاسد کالبیع بالمیتة والدم... فنقول: البیع بالمیتة والدم باطل۔ (الهدایة: (۳۹/۳) کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، ط:شرکة علمیه ملتان)

وبیع جلود المیتات باطل إذا لم تکن مذبوحة أو مدبوغة۔ (الخانیة علی هامش الهندیة: (۱۳۳/۲)، کتاب البیوع، فصل فی البیع الباطل، ط:رشیدیه)۔

الشامیة:(۷۳/۵)، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، ط:سعید۔

(وکل إهاب) ومثله المثانة والکرش قال القهستانی: فالأولی وما (دبغ) ولو بشمس (وهو یحتملها طهر) فیصلی به ویتوضأ منه (ومالا) یحتملها (فلا) وعلیه (فلا یطهر جلد حیة) صغیرة ذکره الزیلعی، أما قمیصها فطاهر (وفأرة) کما أنه لا یطهر بذکاة لتقیدهما بما یحتمله۔

(قوله وعلیه) أی وبناء علی ما ذکر من أن ما لا یحتمل الدباغة لا یطهر (قوله جلد حیة صغیرة) أی لها دم، =

سبزی پر پانی ڈال کر بیچنا

خاص طور پر گرمی کے موسم میں بعض سبزیوں پر پانی ڈالنا ضروری ہوتا ہے ورنہ سبزی مرجھا جاتی ہے، ایسی حالت میں ضرورت کی وجہ سے ایسی سبزیوں پر ضرورت کے بقدر پانی ڈالنا درست ہے۔[1]

مگر پانی کو سبزی کے بھاؤ پر بیچنا درست نہیں بلکہ پانی کے وزن کے برابر

جلد مالا دم لها فهي طاهرة لما تقدم أنها لو وقعت في الماء لا تفسده أفاده ح (قوله أما قميصها) أي الحية كما في البحر عن السراج، وظاهره ولو كبيرة. قال الرحمتي: لأنه لا تحله الحياة فهو كالشعر والعظم (فتاوی شامی: (۲۰۳/۱)، كتاب الطهارة، باب المياه، ط: سعيد)۔

☐ ولو صلى ومعه جلد حية أكثر من قدر الدرهم لا تجوز الصلاة مذبوحة كانت أو غير مذبوحة لأن جلدها لا يحتمل الدباغ لتقام الذكاة فيه مقام الدباغ، فأما قميص الحية فقد ذكر شمس الأئمة الحلوانی رحمه الله في "صلاة المستفتي" قال بعضهم: هو نجس، (وقال بعضهم) هو طاهر. وأشار إلى أن الصحيح أنه طاهر فإنه قال عين الحية طاهر، حتى لو صلى وفي كمه حية خرء الحية يجوز، وإذا كان عين الحية طاهرا كان قميصها طاهرا. (المحيط البرهاني: (۲۷۴/۱)، كتاب الصلاة، الفصل الرابع عشر فيمن يصلي ومعه شيء من النجاسات، ط: دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

☐ والصحيح أنه يبيع كل شئ ينتفع به كذا في التاتارخانية (الهندية: (۱۱۴/۳) كتاب البيوع، الباب التاسع فيما يجوز بيعه ومالا يجوز، الفصل الرابع في بيع الحيوانات، ط: رشيديه)

☐ وأما جلود السباع والحمر والبغال، فما كانت مذبوحة أو مدبوغة جاز بيعها، ومالا فلا، وهذا بناء على أن الجلود تطهر بالذكاة أو بالدباغ الا جلد الإنسان والخنزير. (الهندية: (۱۱۵/۳) كتاب البيوع، الباب التاسع فيما يجوز بيعه ومالا يجوز، الفصل الخامس، ط: رشيديه)

☐ وإن كان له ثمن كالسقنقور وجلود الخز ونحوها يجوز، وإلا فلا. (شامی: (۶۸/۵) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في بيع دودة القرمز، ط: سعيد)

☐ والحاصل ان جواز البيع يدور مع حل الانتفاع. (الدر الملتقى على هامش مجمع الانهر، (۸۴/۳) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: غفاريه كوئٹه)

☐ (وجلد الميتة قبل الدبغ) أي لم يجز بيعه (وبعده يباع وينتفع به). (البحر الرائق: (۱۳۳/۶) كتاب البيع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه)

(۱) الضرورات تبيح المحظورات... والثانية: ما أبيح للضرورة بقدر بقدرها. (الاشباه والنظائر: (ص: ۸۷) الفن الأول: القواعد الكلية، القاعدة الرابعة: المشقة تجلب التيسر، ط: قديمي)

☐ شرح المجلة لرستم باز: (۲۹/۱) المادة: ۲۱، ۲۲، المقالة الثانية: في بيان القواعد الكلية الفقهية، ط: فاروقيه.

قیمت کم کر دینا چاہیے۔ (۱) یہی حکم پھلوں کا بھی ہے۔

(۱۱۴) سبزی تازہ اور پرانی ملا کر فروخت کرنا

جو سبزی پرانی ہو کر خراب نہیں ہوتی جیسے آلو، پیاز، لہسن وغیرہ ان کو تازہ سبزی کے ساتھ ملا کر فروخت کرنا جائز ہے، جب تک خراب نہ ہو، اور جو سبزی جلدی خراب ہو جاتی ہے، اس کو تازہ سبزی میں ملا کر بیچنا ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ دھوکہ ہے ایسی صورت میں تازہ اور پرانی سبزی الگ الگ کر کے بیچے یا گاہک پر یہ بات واضح کر دے کہ تازہ اور پرانی سبزی ملی ہوئی ہے، تا کہ گاہک پر عیب ظاہر ہو جائے لینا چاہے تو لے ورنہ چھوڑ دے۔ (۲)

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ غلہ کے ڈھیر کے

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلي الله عليه وسلم مر علي صبرة من طعام فأدخل يده فيه فنالت أصابعه بللاً، فقال: يا صاحب الطعام ما هذا؟ قال: أصابته السماء يا رسول الله قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتي يراه الناس، ثم قال: من غش فليس منا... قال أبو عيسي: والعمل علي هذا عند أهل العلم كرهوا الغش وقالوا: الغش حرام. (جامع الترمذي: (۲۴۵/۱) أبواب البيوع، باب ماجاء في كراهية الغش في البيوع، ط: سعيد)

صحيح مسلم: (۷۰/۱) كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم من غشنا فليس منا، ط: قديمي)

الترغيب والترهيب: (۴۵۰/۲) كتاب البيوع، الترهيب من الغش والترغيب في النصيحة في البيع وغيره، ط: دار الكتب العلمية.

(۲) ولا بأس ببيع المغشوش إذا كان الغش ظاهرا كالحنطة بالتراب وإن طحنه لم يجز حتي يبينه. (الفتاوى الهندية: (۲۱۵/۳)، كتاب البيوع، الباب العشرون في البياعات المكروهة والأرباح الفاسدة، فصل في الاحتكار، ط: رشيديه)

ولا بأس ببيع المغشوش إذا بين غشه أو كان ظاهرا يرى، وكذا قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى في حنطة خلط بها الشعير والشعير يرى لا بأس ببيعه، وإن طحنه لا يبيع. وفي الرد: قوله: وإن طحنه لا يبيع) أي إلا ان يبين لأنه لا يرى. (الدر مع الرد: (۲۳۸/۵)، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب شرى شجرة وفي قلعها ضرر، ط: سعيد)

الفتاوى الهندية: (۲۵۲/۳)، كتاب الصرف، الباب السادس في المتفرقات،

البحر الرائق: (۱۷۷/۶)، كتاب البيع، باب المتفرقات، ط: سعيد

پاس سے گزرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلہ والے سے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اس پر بارش کا پانی لگ گیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اس تر غلہ کو باقی غلہ کے اوپر کیوں نہ رکھا تا کہ لوگ اس کو دیکھتے، پھر فرمایا کہ جو شخص دھوکہ دے وہ، ہم میں سے نہیں۔ (۱)

سبزی خراب نکلے

کھیرا، ککڑی، خربوزہ، بادام، اخروٹ وغیرہ کچھ خریدا، جب انہیں توڑا تو وہ اندر سے بالکل خراب نکلے، تو یہ دیکھا جائے گا کہ کام میں آسکتے ہیں یا بالکل نکمے اور پھینک دینے کے قابل ہیں، اگر بالکل خراب اور نکمے ہوں تو پورا ثمن واپس کیا جائے گا اور اگر کام میں آسکتے ہوں تو جتنے دام بازار میں لگیں اتنے دیئے جائیں گے، پوری قیمت نہیں دی جائے گی۔ (۲)

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على صبرة من طعام، فأدخل يده فيها، فنالت أصابعه بللا، فقال: يا صاحب الطعام ما هذا؟ قال: أصابته السماء، يا رسول الله! قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس؟ ثم قال من غش فليس منا... حديث أبي هريرة حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند أهل العلم كرهوا الغش، وقالوا الغش حرام. (جامع الترمذي: (۲۴۵/۱)، ابواب البيوع، باب ما جاء في كراهية الغش في البيوع، ط: سعيد)

اعلاء السنن: (۵۷/۱۴)، كتاب البيوع، أبواب بيع العيب، باب حرمة الغش، ط: ادارة القرآن

لا يحل كتمان العيب في مبيع أو ثمن لأن الغش حرام. (الدر المختار مع الرد: (۴۷/۵)، كتاب البيوع، باب خيار العيب، مطلب في جملة ما يسقط به الخيار، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۲۵/۶)، كتاب البيع، باب خيار العيب، ط: سعيد

(۲) ولو اشترى بيضا أو قثاء أو جوزا فوجده فاسدا ينتفع به رجع بنقصان العيب وإلا بكل الثمن أي إن لم يكن منتفعا به فإنه يرجع بجميع الثمن لأنه ليس بمال فكان البيع باطلا. (البحر الرائق: (۵۴/۶)، كتاب البيع، باب خيار العيب، ط: سعيد)

تبيين الحقائق: (۳۷/۴)، كتاب البيوع، باب خيار العيب، ط: امداديه ملتان

العناية شرح الهداية: (۳۴۲/۶)، كتاب البيوع، باب خيار العيب، ط: دار الكتب العلمية

المبسوط للسرخسي: (۱۱۴/۱۳)، كتاب البيوع، باب العيوب في البيوع، العيوب التي يطعن المشتري بها، ط: دار المعرفة

سبسڈی (Subsidy)

''سبسڈی'' کا معنی امداد ہے، سبسڈی دینا، امداد دینا۔

سب سے افضل کمائی

''افضل کمائی'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۰۱/۱)

سب سے پاکیزہ کمائی

''پاکیزہ کمائی'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۷۱/۲)

سب سے زیادہ پسندیدہ کھانا

''پسندیدہ کھانا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۹۵/۲)

ستر کھولنا ملازمت لینے کے لئے

''ملازمت کے لئے ستر کھولنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۷۴/۶)

سٹہ

''سٹہ'' اصل میں بیع پر قبضہ کرنے سے پہلے آگے فروخت کرنے کا نام ہے مثلاً ایک چیز چین سے پاکستان میں درآمد ہونے کے لئے چلی ہے، اس کے پاکستان پہنچنے سے پہلے ہی اس کی کئی ہاتھوں میں خرید وفروخت ہو جاتی ہے، یا اسٹاک ایکسچینج (Stock Exchange) میں مختلف کمپنیوں کے حصص کی خرید وفروخت ہوتی ہے حالانکہ ان کا صرف زبانی زبانی اس پر قبضہ ہوتا ہے۔

اسلام نے خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنے کو ناجائز قرار دیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اناج (غلہ) خریدے وہ اس کو وزن کرنے سے پہلے فروخت

کرے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

احسب کل شیء مثلہ۔[1]

یعنی میں ہر چیز کو اناج پر قیاس کرتا ہوں۔

مزید ''ڈیفرنس'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۰۶/۳)

سٹہ بازی

''مصنوعی قلت پیدا کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۱۰/۶)

سٹہ کی حقیقت

''سٹہ'' کا یعنی تخمینہ اور اندازہ لگانا، موجودہ دور میں اسٹاک ایکسچینج (Stock Exchange) میں سٹہ بازی زیادہ ہوتی ہے، جہاں کمپنیوں، ملوں اور بڑے بڑے اداروں کے شیئرز کی تجارت چلتی ہے، عام طور پر شیئرز بیچنے والے کے قبضہ میں شیئرز ہوتے نہیں، اور وہ انہیں آگے فروخت کر دیتا ہے، عجیب بات یہ ہے کہ خرید وفروخت کا یہ سلسلہ تسبیح کے دانہ کی طرح جاری رہتا ہے، حالانکہ بعض اوقات شیئرز موجود ہی نہیں ہوتے، بیچنے والے کی ملکیت میں نہیں ہوتے، اور بعض اوقات اس پر قبضہ بھی نہیں ہوتا مثلاً زید نے یکم جنوری کو اندازہ لگایا کہ ابھی تو شیل کمپنی کا شیئر سو روپے کا ہے، مگر مارچ کے مہینے میں ایک سو پچاس تک پہنچ جائے گا اس لئے اس نے ایک ہزار شیئرز خرید لئے ابھی زید نے شیئرز پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ بکر کو کہا کہ

---

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله صلي الله عليه وسلم قال: من ابتاع طعاماً، فلا يبعه حتي يستوفيه،، قال ابن عباس: وأحسب كل شيء مثله. (صحيح مسلم: (۵/۲) كتاب البيوع، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض، ط: قديمي)

سنن ابي داؤد (۱۳۸/۲) كتاب الإجارة، باب بيع الطعام قبل أن يستوفي، ط: رحمانيه

ليحرم بيع كل شيء قبل قبضه، طعاما كان أو غيره. (تكملة فتح الملهم: (۳۵۰/۱) كتاب البيوع، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض، ط: دار العلوم كراچي)

میں شیل کمپنی کے ایک ہزار شیئرز فی شیئر ایک سو بیس کا فروخت کرتا ہوں، آپ خرید لیں، مارچ میں قبضہ دے دوں گا، بکر اس قیمت پر خرید لیتا ہے پھر قبضہ سے پہلے ہی عمرو پر ایک سو تیس روپے فی شیئر کے حساب سے بیچ دیتا ہے مارچ آنے تک بے شمار سودے ہو چکے ہوتے ہیں، اور ان تمام سودوں میں شیئرز کی خرید و فروخت مقصود نہیں ہوتی بلکہ آخر میں جا کر آپس کا فرق (ڈیفرنس Difference) برابر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ شیئرز پر قبضہ نہیں ہوتا ہے اور قبضہ کرنا مقصد بھی نہیں ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر مذکورہ صورت میں جب مارچ کا مہینہ آئے گا تو دیکھا جائے گا کہ شیئرز کی مارکیٹ قیمت کیا ہے؟ اگر اتفاق سے قیمت زیادہ ہوگئی ہے مثلاً جنوری میں سو روپے تھی اور مارچ میں ایک سو پانچ ہو چکی ہے تو زید شیل کمپنی سے شیئرز نہیں لے گا بلکہ دونوں قیمتوں کے درمیان جو فرق ہے یعنی پانچ روپیہ فی شیئر تو زید اس کے حساب سے کمپنی سے پانچ ہزار روپے لے لے گا، یہی فرق باقی تاجر بھی اپنے بیچنے والوں سے وصول کریں گے، اور اگر قیمت کم ہو جاتی ہے مثلاً ایک شیئر پچانوے روپے کا ہو گیا ہے تو زید کمپنی کو فی شیئر دس روپے دے دے گا، اس طرح شیئرز کے خرید و فروخت کا سارا معاملہ ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ یہاں بیع (شیئرز) کا بعض اوقات وجود بھی نہیں ہوتا مگر اس کے ایک سے زائد سودے ہو چکے ہوتے ہیں اور ہوائی طور پر بہت کچھ کما لیا جاتا ہے، شریعت میں جو چیز ملکیت میں نہیں، یا منقولی چیز ہے خریدنے کے بعد قبضہ میں نہیں آئی تو ایسی چیزوں کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے، اور یہ حکم ایسا ہے کہ شریعت نے اس سے بہت سارے ناجائز کاموں کا دروازہ بند کر دیا ہے، اور اس وقت دنیا میں عام مارکیٹ اور الیکٹرونک مارکیٹ میں سٹے اور جوا کی تمام شکلیں تقریباً قبضہ سے پہلے خرید و فروخت کرنے پر مبنی ہیں، اور اسی وجہ سے چیزوں کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور مہنگائی میں اضافہ ہوتا ہے، اگر

شریعت کے حکم پر عمل کیا جاتا تو مہنگائی بھی نہیں ہوتی اور گناہ سے بھی بچ جاتے۔ (۱)

سچا امانت دار تاجر

سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء کرام اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا اور یہ تاجروں کے لئے بہت بڑی فضیلت ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچ بولنے والا امانت دار تاجر نبیوں اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (۲)

---

(۱) عن عبدالله بن عمر أن رسول الله صلي الله عليه وسلم قال: لا يحل سلف ـــ وبيع ولا بيع ماليس عندك. (جامع الترمذي: (۱/۲۳۳) أبواب البيوع، باب ماجاء في كراهية بيع ماليس عنده، ط: سعيد)

▭ عن حكيم بن حزام قال: سألت رسول الله صلي الله عليه وسلم: فقلت يأتيني الرجل فيسألني من البيع ماليس عندي ابتاع له من السوق ثم أبيعه قال: لاتبع ماليس عندك. (جامع الترمذي: (۱/۲۳۳) ايضاً، ط: سعيد)

▭ مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۸) كتاب البيوع، باب المنهي عنها من البيوع، الفصل الثاني، ط: قديمي.

▭ ومنها وهو شرط انعقاد البيع للبائع أن يكون مملوكاً للبائع عند البيع، فإن لم يكن لا ينعقد وإن ملكه بعد ذلك بوجه من الوجوه. (بدائع الصنائع: (۵/۱۴۷) كتاب البيوع، فصل وأما الذي يرجع إلي المعقود عليه فأنواع، ط: سعيد)

▭ وشرط المعقود عليه ستة: كونه موجوداً مالاً متقوماً مملوكاً في نفسه وكون الملك للبائع فيما يبيعه لنفسه وكونه مقدور التسليم، فلم ينعقد بيع المعدوم وماله خطر العدم... ولا بيع ماليس مملوكاً له وإن ملكه بعده. (شامي: (۴/۵۰۵) كتاب البيوع، مطلب شرائط البيع أنواع أربعة، ط: سعيد)

▭ فيحرم بيع كل شئ قبل قبضه طعاماً كان أوغيره. (تكمله فتح الملهم: (۱/۳۵۰) كتاب البيوع، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض، ط: دارالعلوم كراچي)

▭ لايصح بيع المنقول قبل قبضه ؛لنهيه عليه السلام: عن بيع مالم يقبض. (مجمع الأنهر: (۳/۱۱۳) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: دار الكتب العلمية)

(۲) عن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: التاجر الصدوق الأمين مع النبين والصديقين والشهداء ،رواه الترمذي، (الترغيب والترهيب: (۲/۳۵۳)، كتاب البيوع، ترغيب التجار في الصدق وترهيبهم من الكذب، ط: دار الكتب العلمية.

▭ جامع الترمذي: (۱/۲۲۹) أبواب البيوع، باب ماجاء في التجار وتسمية النبي صلى الله عليه وسلم إياهم، ط: سعيد.

▭ كنز العمال: (۴/۷) كتاب البيوع من قسم الأقوال، الباب الأول: في الكسب، الفصل الأول: في فضائل الكسب، ط: مؤسسة الرسالة.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ بولنے والا امانت دار مسلمان تاجر قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ (۱)

سچا تاجر سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا

''جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

سچا تاجر

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والا سچا تاجر ہوگا''۔ (۲)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت ہے کہ سچے تاجر کو جنت میں جانے سے روکنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ (۳)

---

(۱) عن ابن عمرو لفظه: قال رسول الله صلي الله عليه وسلم التاجر الامين الصدوق المسلم مع الشهداء يوم القيمة، رواه ابن ماجه. (الترغيب والترهيب: (۲/۳۵۴)، كتاب البيوع، ترغيب التجار فى الصدق وترهيبهم من الكذب، ط: دار الكتب العلمية.

سنن ابن ماجه: (ص: ۱۵۵) أبواب التجارات، باب الحث على المكاسب، ط: قديمي.

كنز العمال: (۴/۷) كتاب البيوع من قسم الأقوال، الباب الأول في الكسب، الفصل الأول: فى فضائل الكسب الحلال، ط: مؤسسة الرسالة.

(۲) أول من يدخل الجنة التاجر الصدوق. (كنز العمال: (۴/۱۱)، رقم الحديث: ۹۲۴۵، كتاب البيوع من قسم الأقوال، الباب الأول فى الكسب، الفصل الأول: فى فضائل الكسب، ط: مؤسسة الرسالة.

مصنف لابن أبي شيبة: (۷/۲۷۵)، رقم الحديث: ۳۶۰۴۳، كتاب الأوائل، باب أول من فعل ومن فعله، مكتبة الرشد.

جامع الأحاديث للسيوطي: (۳/۳۲۱)، رقم الحديث: ۸۸۹۳، الهمزة مع الواو، الاكمال من الجامع الكبير، ط: دار الفكر، بيروت.

(۳) التاجر الصدوق لايحجب من أبواب الجنة. (كنز العمال: (۴/۸)، رقم الحديث: ۹۲۱۹، كتاب البيوع من قسم الأقوال، الباب الأول فى الكسب، الفصل الأول فى فضائل الكسب، ط: مؤسسة الرسالة)=

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’سچ بولنے والا تاجر قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا‘‘۔ (۱)

سچ بولنا

سامان وغیرہ بیچنے والے پر لازم ہے کہ سامان کا حقیقی وصف بیان کرے اس کی حقیقت، کوالٹی اور بنانے والی کمپنی اور ملک کے بارے میں جھوٹ نہ بولے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قیامت کے دن تاجر لوگ فاجروں کی صورت میں کھڑے ہوں گے، مگر وہ تاجر جو اللہ سے ڈرتا ہو اور اچھا معاملہ کرتا ہو اور سچ بولتا ہو۔ (۲)

سچائی

جس کاروبار میں صداقت اور سچائی پائی جائے وہ کاروبار جائز ہے، برکت

= فیض القدیر للمناوی: (۱۲۲/۳)، رقم الحدیث: ۳۳۹۴، حرف التاء، ط: دار الحدیث، القاهرة
کشف الخفاء: (۳۳۸/۱)، رقم الحدیث: ۹۴۱، حرف المثناة الفوقیة، ط: المکتبة العصریة

(۱) رروی عن أنس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: التاجر الصدوق تحت ظل العرش یوم القیامة. (الترغیب والترهیب: (۳۵۳/۲)، رقم الحدیث: ۲۷۶۹، کتاب البیوع، ترغیب التجار فی الصدق وترهیبهم من الکذب... إلخ، ط: دار الکتب العلمیة)
کنز العمال: (۷/۴)، رقم الحدیث: ۹۲۱۸، کتاب البیوع من قسم الأقوال، الباب الأول فی الکسب، الفصل الأول فی فضائل الکسب، ط: مؤسسة الرسالة
کشف الخفاء: (۳۳۸/۱)، رقم الحدیث: ۹۴۱، حرف المثناة الفوقیة، ط: المکتبة العصریة

(۲) عن إسماعیل بن عبید بن رفاعة عن أبیه عن جده أنه خرج مع النبي صلی الله علیه وسلم إلی المصلی، فرأي الناس یتبایعون، فقال: یامعشر التجار! ان التجار یبعثون یوم القیمة فجاراً الا من اتقی الله وبر وصدق. (سنن الترمذي: (۲۳۰/۱) أبواب البیوع، باب ماجاء في التجار وتسمیة النبي صلی الله علیه وسلم أیاهم، ط: سعید)
سنن ابن ماجه: (ص: ۱۵۵) أبواب التجارات، باب التوقی فی التجارة، ط: قدیمی)
کنز العمال: (۴۷/۴) رقم الحدیث: ۹۴۳۷، کتاب البیوع من قسم الأقوال، الباب الثاني: في البیع، الفصل الأول، الفرع الثاني: في آداب متفرقة، ط: مؤسسة الرسالة.

والا ہے، حلال کمائی کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے، لیکن جس کاروبار میں جھوٹ اور غلط بیانی ہو، وہ ناجائز کاروبار ہے، اس میں برکت نہیں ہوتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچے تاجر قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوں گے۔ (۱)

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تاجر برادری کے لوگوں کا حشر قیامت کے دن فسق و فجور کی حالت میں ہوگا، مگر یہ کہ جس نے اللہ سے ڈر کر تقویٰ اختیار کیا اور نیکی اور سچائی کے ساتھ کاروبار کیا۔ (۲)

سچ بولنے والا تاجر

''عرش کے سایہ میں'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۴۴/۴)
''سچا تاجر'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۲۰/۴)

---

(۱) عن أبی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: التاجر الصدوق الأمین مع النبیین والصدیقین والشهداء. (جامع الترمذی: (۲۲۹/۱)، ابواب البیوع، باب ماجاء فی التجار وتسمیة النبی صلی اللہ علیہ وسلم إیاهم، ط: سعید)
مشکاة المصابیح: (ص: ۲۴۳)، کتاب البیوع، باب المساهلة فی المعاملة، الفصل الثانی، ط: قدیمی
فیض القدیر للمناوی: (۱۶۱/۳)، رقم الحدیث: ۳۳۹۲، حرف التاء، ط: دار الحدیث، القاهرة۔
سنن الدارقطنی: (۵۷۲/۲)، رقم الحدیث: ۲۷۷۶، کتاب البیوع، ط: دار المعرفة۔

(۲) عن اسماعیل بن عبید بن رفاعة عن أبیه عن جده، أنه خرج مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم إلی المصلی فرأی الناس یتبایعون، فقال: یامعشر التجار! فاستجابوا الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورفعوا أعناقهم وأبصارهم إلیه، فقال: إن التجار یبعثون یوم القیامة فجارا إلا من اتقی اللہ وبر وصدق. (جامع الترمذی: (۲۳۰/۱)، أبواب البیوع، باب ماجاء فی التجار وتسمیة النبی صلی اللہ علیه وسلم إیاهم، ط: سعید)۔
سنن ابن ماجه: ص: ۱۵۵، أبواب التجارات، باب التوقی فی التجارة، ط: قدیمی۔
کنز العمال: (۴۷/۴)، رقم الحدیث: ۹۴۳۷، کتاب البیوع من قسم الأقوال، الباب الثانی فی البیع، الفصل الأول فی آداب البیع، الفرع الثانی: فی آداب متفرقة، ط: مؤسسة الرسالة۔

سچی قسم اٹھانے سے پرہیز کرنا

جھوٹی قسم اٹھانا کبیرہ گناہ ہے، اور اپنے آپ کو گناہوں کے سمندر میں غرق کردینا ہے اور سچی قسم اٹھانا گناہ نہیں ہے لیکن مسلمان تاجر کو اگر سچی قسم اٹھانے کی نوبت آئے تو اس سے بھی پرہیز کرنا بہتر ہے، کیونکہ قسم اٹھانا اللہ کے نام کو ہلکا سمجھنا ہے، مزید یہ کہ قسم اٹھانے سے بظاہر سامان نکل جاتا ہے اور رائج ہوجاتا ہے مگر اس سے برکت بھی مٹ جاتی ہے۔[1]

سحر کے آلات کی تجارت

''جادو کے سامان کی تجارت''عنوان کے تحت دیکھیں۔(۸۸/۳)

سرسوں دے کر سرسوں کا تیل لیا

سرسوں دے کر سرسوں کا تیل لیا، یا تل دے کر تلوں کا تیل لیا، تو اگر یہ تیل جو سرسوں یا تل دے کر لیا ہے، اس کی مقدار اس تیل سے زیادہ ہے جو اس سرسوں اور تل میں سے نکلے گا تو یہ بدلنا جائز ہوگا، کیونکہ زائد تیل پھوک (تل کو نچوڑ کر تیل نکالنے کے بعد جو فضلہ بچے گا اس کو پھوک کہتے ہیں) کا عوض بن جائے گا، اور اگر تیل، تل سے نکلے ہوئے تیل کے برابر یا کم ہو یا شبہ اور شک ہو کہ شاید اس سے زیادہ نہ ہو تو سود ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہوگا۔[2]

---

(۱) عن ابن شهاب قال ابن المسيب: إن أباهريرة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: الحلف منفقة للسلعة ممحقة للبركة. (صحيح بخاري: (۲۸۰/۱) كتاب البيوع، باب يمحق الله الربا ويربي الصدقات، ط: قديمي)

مسلم: (۳۲/۲) كتاب المساقاة والمزارعة، باب النهي عن الحلف في البيع، ط: قديمي.

سنن أبي داؤد: (۱۱۹/۲) كتاب البيوع، باب في كراهية اليمين في البيع، ط: رحمانيه.

(۲) ولا يجوز بيع الزيتون بالزيت والسمسم بالشيرج حتى يكون الزيت... والشيرج أكثر مما في الزيتون والسمسم... لتكون الزيادة بالثجير... إعلم أن البيع لا يجوز في ثلاث صور، الأولى: =

سرکار کے لئے سامان خریدتے وقت رعایت ملے

''رعایت ملے سامان خریدتے وقت'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۵۶/۴)

سرکاری جنگلات کی لکڑیاں خریدنا

''سرکاری لکڑیاں خریدنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۳۱/۴)

=أن يعلم أن الزيت الذى فى الزيتون اكثر لتحقق الفضل من الدهن والثفل، والثانية: أن يعلم التساوى لخلو الثفل عن العوض، الثالثة: أن لايعلم أنه مثله أو أكثر أو أقل فلايصح عندنا، لأن الفضل المتوهم كالمتحقق احتياطا... ويجوز البيع فى صورة بالإجماع بأن يعلم أن الزيت أكثر ليكون الفضل بالثفل۔ (البحر الرائق: (۱۳۵/۶)، كتاب البيع، باب الربا، ط: سعيد)۔

والزيتون بالزيت والسمسم بالشيرج، حتى يكون الزيت والشيرج أكثر مما فى الزيتون والسمسم أى لايجوز البيع حتى يكون الزيت الخالص أكثر ممافى الآخر ليكون قدره بمثله والزائد بالثجير، لاتحاد الجنس بينهما معنى باعتبار ما فى ضمنهاوإن اختلفا صورة فيثبت بذلک شبهة المجانسة والربا يثبت بالشبهة، فلو لم يكن الدهن الخالص اكثر من الذى فى الآخر كان الثجير بلا عوض يقابله فيحرم ولولم يعلم أن الخالص أكثر لايجوز. (تبيين الحقائق: (۹۶/۳)، كتاب البيوع، باب الربا، ط: امداديه ملتان)۔

مجمع الأنهر: (۱۲۶/۳، ۱۲۷)، كتاب البيوع، باب الربا، ط: دار الكتب العلمية۔

ولايجوز بيع الزيتون بالزيت والسمسم بالشيرج حتى يكون الزيت والشيرج أكثر مافى الزيتون والسمسم فيكون الدهن بمثله والزيادة بالثجيرة) ولاخير فى ذلک نسيئة۔ (الجوهرة النيرة: (۲۶۱/۱)، كتاب البيوع، باب الربا، ط: حقانية)۔

(و) لا (الزيتون بزيت والسمسم بخل) بمهملة الشيرج (حتى يكون الزيت والخل أكثر ممافى الزيتون والسمسم) ليكون قدره بمثله والزائد بالثفل۔ قوله: حتى يكون الزيت الخ) أى بطريق العلم فلوجهل أو علم أنه أقل أومساو لايجوز فالاحتمالات أربع، والجواز فى أحدهما فتح وكتب بعضهم هنا أنه يؤخذ من نظائره فى باب الصرف اشتراط القبض لكل من المبيع والثمن فى المجلس بعد هذا الاعتبار خصوصا من تعليل الزيلعى بقوله لاتحاد الجنس بينهما معنى باعتبار مافى ضمنها وإن اختلفا صورة فثبت بذلک شبهة المجانسة والربا يثبت بالشبهة اهـ قلت: وفيه غفلة عما تقدم متنا من أن التقابض معتبر فى الصرف أما غيره من الربويات فالمعتبر فيه التعيين وتعليل الزيلعى بالجنسية لوجوب الاعتبار وحرمة التفاضل بدونه فتدبر۔ (فتاوى شامى: (۱۸۴/۵)، كتاب البيوع، باب الربا، ط: سعيد)۔

سرکاری درختوں کی خرید وفروخت

سرکاری زمین پر اُگے ہوئے درختوں کو حکومت کی اجازت کے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں ہے، (۱) اور اگر حکومت کی طرف سے ملازمین کو سرکاری زمین کے درختوں کو فروخت کرنے کی اجازت ہے اور یہ لوگ حاصل ہونے والی رقم قومی خزانہ میں جمع کر دیتے ہیں تو ان ملازمین کے لئے سرکاری درختوں کو فروخت کرنا جائز ہوگا، اور اگر ملازمین خیانت، بددیانتی اور مار دھاڑ سے سرکاری درختوں کو فروخت کرتے ہیں تو یہ ناجائز ہے، اور خریداروں کے لئے جان بوجھ کر ایسے لوگوں سے سرکاری درخت خریدنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ قومی ملکیت ہونے کی وجہ سے ان درختوں میں پوری قوم کا حق ہے۔ (۲)

---

(۱) لایجوز لأحد أن یأخذ مال أحد بلاسبب شرعی. (الشامیة: (۶۱/۴)، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ط: سعید)۔

البحر الرائق: (۴۱/۵)، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ط: سعید۔

شرح المجلة لسلیم رستم باز: (۵۱/۱)، رقم المادة: ۹۷، المقالة الثانیة فی بیان القواعد الکلیة الفقهیة، ط: مکتبه فاروقیة۔

شرح الحموی علی الأشباه: (۳۴۴/۲)، کتاب الغصب، ط: إدارة القرآن۔

(۲) لیس للوکیل ان یبیع بانقص مما عینه الموکل یعنی إذا کان الموکل قد عین ثمنا فلیس للوکیل ان یبیع بانقص من ذلک، وإذا باع ینعقد البیع موقوفا علی اجازة موکله . . . ثم لو خالف الوکیل بالبیع وباع وسلم المبیع للمشتری، ثم هلک فی ید المشتری یکون الوکیل ضامنا لقیمته؛ لأنه بالمخالفة صار غاصبا۔ (شرح المجلة للأتاسی: (۳۸۵/۴، ۳۸۶) رقم المادة: (۱۴۹۵)، الکتاب الحادی عشر: فی الوکالة، الباب الثالث، الفصل الثالث: فی الوکالة بالبیع، ط: رشیدیه)۔

شرح المجلة لسلیم رستم باز: (۶۳۰/۲)، المادة: ۱۴۹۵، ط: مکتبه فاروقیه۔

قال علیه الصلاة والسلام: من اشتری سرقة وهو یعلم أنها سرقة، فقد شرک فی عارهما وإثمهما. (فیض القدیر للمناوی: (۵۶۵۴/۱۱)، رقم الحدیث: ۸۴۴۳، ط: مکتبه نزار مصطفی الباز، ریاض)

لم یحل لمسلم أن یشتری شیئا یعلم أنه مغصوب أو مسروق أو مأخوذ من صاحبه بغیر حق، قال علیه السلام: "من اشتری سرقة أی مسروقا" وهو یعلم أنها سرقة، فقد اشرک فی إثمها وعارها. (الحلال والحرام لیوسف القرضاوی: ص: ۲۱۶)، الفصل الرابع فی المعاملات، ط: المکتب الاسلامی)۔=

سرکاری راشن زیادہ قیمت میں فروخت کرنا

حکومت عوام کو کم قیمت میں بعض ضروری اشیاء فراہم کرنے کے لئے ''راشن کا نظام'' قائم کرتی ہے، اور مخصوص ڈیلروں کو سامان حوالہ کرتی ہے، تاکہ عوام وہاں سے یہ چیزیں کم قیمت میں خرید سکیں، اخلاقی انحطاط اور زوال اس درجہ ہو چکا ہے، کہ تاجر حضرات اس قسم کی اشیاء بچانے کی کوشش کرتے ہیں، یا تو حق داروں کو کسی بہانے سے محروم کرتے ہیں، یا کسی نے اپنا راشن نہیں لیا تو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اور غیر قانونی راستہ سے اسی کو زیادہ قیمت میں فروخت کر دیتے ہیں۔

یہ صورت بالکل جائز نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں ڈیلرز محض حکومت کے وکیل ہیں، اصل فروخت کرنے والی حکومت ہے، لہٰذا حکومت نے جب ایک قیمت متعین کر دی ہے کہ اس سے زیادہ میں فروخت نہ کیا جائے، اور حکومت کی طرف سے یہ بھی متعین کر دیا ہے کہ کن اشخاص کے ہاتھ کتنا فروخت کیا جائے، تو اب ڈیلرز قانون اور شریعت کی رو سے اس کے پابند ہیں، ان کے لیے اس کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں ہے،[1] اور اس سے حاصل ہونے والا نفع بھی حلال نہیں

= فمن علمت أنه سرق مالا أو خانه في أمانته أو غصبه فأخذه من المغصوب قهرا بغير حق لم يجز لي أن آخذه منه، لا بطريق الهبة ولا بطريق العوض ولا وفاء عن أجرة ولا ثمن مبيع. (مجموعة الفتاوى لابن تيمية: (۲۴۳/۲۹)، ط: مكتبة العبيكان، سعودی عرب)۔

قوله: الحرمة تتعدى) نقل الحموي عن سيدي عبد الوهاب الشعراني: أنه قال في كتاب المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لا يتعدى ذمتين، سألت عنه الشهاب بن الشلبي، فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك، أما لو رأى المكاس مثلا يأخذ من أحد شيئا من المكس، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذ من ذلك الآخر فهو حرام. (الشامية: (۹۸/۵)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد، ط: سعيد)

(۱) فالتوكيل بالبيع لا يخلو إما أن يكون مطلقا وإما أن يكون مقيدا، فإن كان مقيدا يراعى فيه القيد بالإجماع۔ (بدائع الصنائع: (۲۷/۶)، كتاب الوكالة، فصل وأما بيان حكم التوكيل، ط: سعيد)۔ =

ہے۔ (۱)

سرکاری رقم سے نفع کمانا

بیت المال یعنی سرکاری رقم سے اس وقت کاروبار کرنا جائز ہے جب اس میں نفع یقینی ہو نقصان کا احتمال نہ ہو، اور حکومت کی جانب سے اجازت ہو، ورنہ نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اور عبید اللہ بھی تجارت کرتے تھے "موطا امام مالک" میں ان دونوں صاحبزادوں کی تجارت کا واقعہ منقول ہے کہ یہ دونوں عراق کی طرف جہاد کے لئے گئے، واپسی پر بصرہ کے امیر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان کو کچھ مال دیا کہ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دینا، وہ بیت المال میں داخل کر دیں گے، اور ان کو اس مال

= لأن الوكيل يتصرف بتفويض المؤكل فيملك قدر مافوض إليه. (بدائع الصنائع: (۲۵/۶)، كتاب الوكالة، فصل وأما بيان حكم التوكيل، ط: سعيد)

لو وكله ببيع عبده من فلان فباعه من غيره لم يجز. (المبسوط للسرخسي: (۱۵۰/۱۹)، كتاب الوكالة، باب الوكالة في الدم والصلح، ط: دار المعرفة)

(۱) وعن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه. (مشكوة المصابيح: ص: ۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب، الفصل الثاني، ط: قديمي

وحرم الكسب من الحرام، كالغش والاحتيال والاتجار بالمحرمات من ربا وقمار ولهو محرم وطعام محرم ولبس محرم. (الكافي في الفقه الحنفي: (۱۳۰۵/۳)، كتاب الكراهية، الحظر والإباحة، الحرص على الكسب الحلال، ط: مؤسسة الرسالة)

وطاب للبائع ماربح لا للمشترى) أي لو اشترى شيئا يتعين بالتعيين بما لا يتعين كالدراهم والدنانير وربح كل واحد منهما طاب ماربح في الثمن ولم يطب للمشترى ما ربح في المبيع...... هذا في الخبث لفساد الملك وإن كان الخبث لعدم الملك كالمغصوب والأمانات إذا خان فيها المؤتمن فإنه يشمل ما يتعين وما لا يتعين عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى لتعلق العقد بملك الغير فيما يتعين حقيقة وفيما لا يتعين شبهة من حيث إنه يتعلق بملك الغير سلامة المبيع وتقرير الثمن. (تبيين الحقائق: (۲۶/۴)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: امداديه، ملتان)

الهداية: (۲۹/۳)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، فصل في أحكامه، ط: رحمانيه

سے تجارت کرنے کی اجازت دی، انہوں نے تجارت کی اور نفع کمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ سارا نفع بیت المال میں جمع کردو، تم نے سرکاری رقم سے نفع حاصل کیا ہے، آخر میں فیصلہ یہ ہوا کہ آدھا نفع ان کو دے دیا جائے اور آدھا بیت المال میں جمع کرادیا جائے۔ (۱)

سرکاری کاغذات

☆ زمین، مکان، دکان اور فلیٹ وغیرہ، میں بائع (سیلر) اور مشتری (خریدار) کی رضامندی سے ایجاب وقبول ہوجانے کے بعد عقد بیع تام ہوجاتا ہے، اور مشتری مبیع (بیچی گئی چیز) کا مالک بن جاتا ہے، چاہے مشتری مبیع کو اپنے قبضے میں لے یا نہ لے، دونوں صورتوں میں مبیع، بائع کے ملک سے نکل جاتی ہے۔

بیع ہونے کے بعد سرکاری کاغذات میں مشتری کے نام منتقل ہونا ضروری نہیں ہے، اس لئے بیع ہونے کے بعد سرکاری کاغذات میں بائع کے نام موجود

---

(۱) مالك عن زيد بن أسلم عن ابيه أنه قال: خرج عبدالله وعبيد الله ابنا عمر بن الخطاب في جيش إلي العراق. فلما قفلا مرّا علي أبي موسي الاشعري. وهو أمير البصرة فرحب بهما وسهل، ثم قال: لو أقدر لكما علي أمر أنفعكما به لفعلت، ثم قال: بلي، ههنا مال من مال الله أريد أن أبعث بها إلى أمير المؤمنين فأسلفكماه فتبتاعان به متاعاً من متاع العراق، ثم تبيعانه بالمدينة فتؤديان رأس المال إلي أمير المؤمنين فيكون لكما الربح، فقالا: وددناه ذلك، ففعل وكتب إلي عمر بن الخطاب أن يأخذ منهما المال فلما قدما باعا فأربحا، فلما دفعا ذلك إلي عمر بن الخطاب، قال: أكلُّ الجيش أسلفه مثل ما أسلفكما؟ قالا: لا، فقال عمر بن الخطاب: ابنا امير المؤمنين، فاسلفكما أديا المال وربحه، فأما عبدالله فسكت وأما عبيد الله، فقال: ماينبغي لك يا أمير المؤمنين هذا. لو نقص المال أو هلك لضمناه، فقال عمر: أدياه، فسكت عبدالله وراجعه عبيد الله فقال رجل من جلساء عمر: يا أمير المؤمنين، لو جعلته قراضاً، فقال عمر: قد جعلته قراضاً فأخذ عمر رأس المال ونصف ربحه وأخذ عبدالله وعبيد الله نصف ربح المال. (موطا الإمام مالك: (ص: ٦١٦، ٦١٧) كتاب القراض، ماجاء في القراض، ط: قديمي)

السنن الكبرىٰ للبيهقي: (٦/ ١١٠) كتاب القراض، ط: إدارة تاليفات اشرفيه۔

كنز العمال: (١٥/ ١٧٥) رقم الحديث: ٤٠٣٨١، كتاب القراض والمضاربة من قسم الأفعال، ط: مؤسسة الرسالة.

ہونے کی وجہ سے بائع کو مالک سمجھنا شرعاً جائز نہیں ہے، اور سرکاری کاغذات میں نام موجود رہنے کی وجہ سے بائع یا اس کے وارثوں کے لئے اس زمین وغیرہ میں ملکیت کا دعویٰ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ (۱)

☆ سرکاری کاغذات میں کسی کا نام درج ہو جانے سے شرعاً اس کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ مالک اپنی رضامندی سے اس کو مالک نہ بنائے اور قبضہ نہ کرائے۔ (۲)

سرکاری کاغذات کے ذریعہ جائیداد وغیرہ خریدنا

اگر سرکاری کاغذات تغیر وتبدل سے محفوظ ہوں، جعلی نہ ہوں، تو ان کو قابل اعتماد قرار دے کر جائیداد وغیرہ کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے، موجودہ دور میں چونکہ رشوت، جھوٹ، دھوکہ اور فریب ہر جگہ عام ہو چکا ہے، اس لئے موجودہ دور میں تحقیق کے بغیر صرف کاغذات پر اعتماد کر کے خرید وفروخت نہیں کرنی چاہیئے۔ (۳)

(۱، ۲) البیع ینعقد بالایجاب والقبول ... وإذا حصل الإیجاب والقبول لزم البیع. (الهدایة: (۱۹/۳، ۲۰) کتاب البیوع، ط: رحمانیه)

☐ المبیع إنما یدخل فی ضمان المشتری بالقبض ... لأنّ المبیع خرج عن ضمان البائع بقبض المشتری فتقرر علیه الثمن۔ (بدائع الصنائع: (۲۴۰/۵، ۲۴۱)، کتاب البیوع، فصل وأما حکم البیع، ط: سعید)۔

☐ الغرم بالغنم أی من ینال نفع شیئ یتحمل ضرره. (شرح المجله لسلیم رستم باز: (۴۸/۱) المادة: (۸۷)، المقالة الثانیة: فی بیان القواعد الکلیة الفقهیة، ط: مکتبه فاروقیة)۔

☐ وأمّا تفسیر التسلیم والقبض، فالتسلیم والقبض عندنا: هو التخلیة والتخلی: وهو أن یخلی البائع بین المبیع وبین المشتری برفع الحائل بینهما علی وجه یتمکن المشتری من التصرف فیه فیجعل البائع مسلما للمبیع والمشتری قابضا له ... ولهذا یدخل المبیع فی ضمان المشتری بالتخلیة نفسها بلاخلاف۔ (بدائع الصنائع: (۲۴۴/۵)، کتاب البیوع، فصل وأما حکم البیع، ط: سعید)۔

(۳) یعمل بالخط والخاتم فقط أما إذا کان سالمأمن شبهة التزویر والتصنیع، فیکون معمولا به یعنی انه یکون مدارا للحکم، ولایحتاج إلی الثبوت بوجه آخر. (مجلة الاحکام: (۳۵۲/۱)، الباب الثانی، الفصل الأوّل فی الحجج الخطیة، ط: نور محمد، آرام باغ کراچی)=

سرکاری کاغذات میں اندراج

شریعت میں بیع صحیح ہونے کے لئے بائع (سیلر) اور مشتری (خریدار) کی رضامندی سے ایجاب وقبول ہونا ضروری ہے، سرکاری کاغذات میں اندراج ہونا ، رجسٹرڈ ہونا اور انتقال ہونا ضروری نہیں ہے، لہٰذا اگر کسی نے کسی سے زمین خریدی لیکن کسی وجہ سے سرکاری کاغذات میں رجسٹرڈ نہیں کیا بلکہ سرکاری کاغذات میں بائع کا نام رہ گیا تو وہ زمین بائع کی نہیں ہوگی، اور نام کی وجہ سے بائع کے لئے اس زمین پر قبضہ کرنا یا ملکیت کا دعویٰ کرنا غصب اور ظلم ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہوگا، اور آخرت میں سخت عذاب ہوگا، بائع پر لازم ہوگا کہ وہ زمین مشتری کو حوالہ کردے۔[1]

سرکاری کاغذات میں جعلسازی کرکے مالک ظاہر کرنا

''جعلسازی کرکے مالک ظاہر کرنا' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۰۹/۳)

سرکاری لکڑیاں

سرکاری جنگلات کی ان لکڑیوں کو اجازت کے بغیر چوری چھپے کاٹنا اوران

= فالحاصل ان المدار علی انتفاء الشبهة ظاهرا، وعليه، فمايوجد فی دفتر التجار فی زماننا اذامات احدهم، وقد حرر بخطه ما عليه فی دفتره الذی يقرب من اليقين انه لايكتب فيه سبيل التجريد والهزل يعمل به. (تنقيح الحامدية: (۲۱/۲) مطلب فی دفاتر التجار حادثة فی تاجر له دفتر، ط: رشيديه)

رسائل ابن عابدين: (۱۴۳/۲)، رساله "نشر العرف فی بناء بعض الأحكام علی العرف"، ط: سهيل اكيڈمی۔

(۱) البيع ينعقد بايجاب وقبول۔ (مجلة الاحكام: المادة: ۱۶۷، (۳۴/۱) الفصل الأول فی مايتعلق بركن البيع، ط: نور محمد، آرام باغ كراچی)۔

أما القول: فالايجاب والقبول وهما ركنه، ظاهره ان الضمير للايجاب والقبول۔ (شامی: (۴/ ۵۰۴) كتاب البيوع، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۲۵۸/۵) كتاب البيوع، ط: سعيد)

کی خرید وفروخت کرنا قانونی جرم ہے۔ (۱)

سرکاری لکڑیاں خریدنا

اگر سرکاری جنگلات کے درخت خودرو ہیں، لیکن حکومت کی طرف سے ان لکڑیوں کو کاٹنا اور فروخت کرنا منع ہے تو ایسے لکڑیوں کو چوری چھپے کاٹنا اور خرید و فروخت کرنا قانونی جرم ہے۔ (۲)

اور اگر جنگل کے درخت خودرو نہیں، بلکہ حکومت کی جانب سے پودے لگا کر جنگل بنایا گیا ہے، تو ایسی لکڑیوں کو چوری چھپے کاٹنا اور ان کی خرید وفروخت کرنا قانونی اور شرعی دونوں اعتبار سے جرم ہوگا۔ (۳)

سرکاری ملازم کا ادارہ کے لئے مال خریدنا

سرکاری ملازم، وزراء اور افسران، سرکاری اداروں کے لئے جو مال

(۱، ۲) طاعة الامام فيما ليس بمعصية فرض۔ (الدر مع الرد: (۴/۲۶۳) كتاب الجهاد، باب البغاة، ط: سعيد)

شامی: (۲/۱۷۲) كتاب الصلاة، باب العيدين، مطلب: تجب طاعة الإمام فيما ليس بمعصية، ط: سعيد)

المهذب شرح العقيدة الطحاوية: (ص: ۳۰۲، ۳۰۳) ط: جامعة الستارية كراچی۔

(۳) اما ان يكون ضررها بذي المال او به و بعامة المسلمين، فالأول يسمى بالسرقة الصغرى، والثاني بالكبرى... أي: لأن المعتبر في كل منهما أخذ المال خفية، لكن الخفية في الصغرى هي الخفية عن عين المالك، ومن يقوم مقامه كالمودع والمستعير، وفي الكبرى عن عين الإمام الملتزم حفظ طرق المسلمين وبلادهم۔ (شامی: (۴/۸۲) كتاب السرقة، ط: سعيد)۔

السرقة تشمل الصغرى والكبرى، والخفية المعتبرة في الصغرى هي الخفية عن عين المالك، او من يقوم مقامه كالمودع والمستعير والمضارب والغاصب والمرتهن، كانت الخفية معتبرة في الكبرى مسارقة عين الإمام، ومنعة المسلمين الملتزم حفظ طرق المسلمين وبلادهم۔ (فتح القدير: (۵/۳۵۵) كتاب السرقة، ط: المصطفى البابي الحلبي، مصر)۔

تبيين الحقائق: (۳/۲۳۵)، كتاب الحدود، باب قطع الطريق، ط: امداديه ملتان۔

خرید تے ہیں وہ مال فروخت کرنے والی کمپنی یا دکاندار کے وکیل اور نمائندے نہیں ہوتے بلکہ وہ سرکار کے وکیل اور نمائندے ہوا کرتے ہیں، اس لئے سرکاری ملازمین سرکاری اداروں کے لئے جو مال وسامان خرید تے ہیں وہ کمپنی اور دکاندار سے جتنی قیمت پر ملا ہو اتنی ہی قیمت پر متعلقہ سرکاری محکمے کو پہنچانا ضروری ہے، اور کمپنی اور دکاندار کی جانب سے جو رعایت یا کمیشن دیا جاتا ہے اس کو سرکاری ملازمین، افسران یا وزیر و منسٹر کا خود ہضم کر جانا غبن اور خیانت ہے، اس لئے ان کا اپنے ادارہ کے لئے خریدی ہوئی چیز میں سے کمیشن وصول کر کے خود ہضم کرنا کسی طرح جائز نہیں بلکہ قومی خزانے میں خیانت ہے اور ایسا کرنا حرام ہے۔[1]

سرکاری ملازم کا کمیشن لینا رشوت ہے

☆ حکومت سرکاری ملازمین کو ان کے فرائض منصبی کی ادائیگی پر باقاعدہ تنخواہ دیتی ہے لہٰذا جب حکومت کی طرف سے ان کی تنخواہ مقرر ہے، تو ان کے ذمہ عوام کا جو کام ہے، اس کے کرنے پر عوام سے کمیشن لینا ان کے لیے جائز نہیں ہے، یہ رشوت اور خیانت ہے، جو ناجائز اور حرام ہے۔

بعض صاحب منصب یہ کہتے ہیں کہ ہم ذاتی محنت اور کوشش سے ان کا کام

---

(۱) وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من غشنا فلیس منا والمکر والخداع فی النار۔۔۔ورواہ أبو داود فی مراسیلہ عن الحسن مرسلاً مختصراً قال: المکر، والخدیعۃ، والخیانۃ فی النار۔ (الترغیب والترھیب: (۲/ ۳۵۰)، رقم الحدیث: ۲۷۴۳، کتاب البیوع، الترھیب والترغیب فی النصیحۃ فی البیع وغیرہ، ط: دار الکتب العلمیۃ)۔

🗀 کنز العمال: (۳/ ۵۴۵)، الکتاب الثالث فی الأخلاق، الباب الثانی، الفصل الثانی فی الأخلاق والأفعال المذمومۃ، ط: مؤسسۃ الرسالۃ۔

🗀 عن أبی حرۃ الرقاشی عن عمہ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ألا لا تظلموا، ألا لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منہ۔ (مشکاۃ المصابیح: (ص: ۲۵۵)، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، ط: قدیمی)۔

کرا کے دیتے ہیں، ان کا یہ کہنا بالکل غلط ہے، کیونکہ یہ کام ان کے فرائض منصبی میں داخل ہے، مثلاً کسی شہری کو پاسپورٹ کی ضرورت ہے، وہ افسر کے پاس جاتا ہے، افسر کہتا ہے کہ بنا کردوں گا لیکن اتنی رقم لوں گا، یہ رشوت ہے، اس کا لینا حرام ہے، کچھ بھی تاویل کرے، جواز کی کوئی صورت نہیں۔ (۱)

سرکاری ملازم کے لئے کمیشن لینا

"سرکاری ملازم کا ادارہ کے لئے مال خریدنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔

سرکہ بنانے میں مسلمان کی شرکت

سرکہ بنانے کی فیکٹری میں مسلمان کی شرکت جائز ہے، اور اس کا نفع حلال ہے، واضح رہے کہ سرکہ بنانے کے لئے انگور وغیرہ کے جوس کو شراب کے مرحلہ سے گزارنا پڑتا ہے لیکن شراب بنانا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ سرکہ بنانا مقصود ہوتا ہے اس لئے جائز ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ کسی طرح شراب کو سرکہ بنانے سے پہلے پینے کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ (۲)

---

(۱) والحاصل أن حد الرشوة هو ما يؤخذ عما وجب على الشخص، سواء كان واجبا على العين أو على الكفاية، وسواء كان واجبا حقا للشرع كما في القاضي وأمثاله. (إعلاء السنن: (۲۱/۱۵)، كتاب القضاء، باب الرشوة، تحقيق معنى الرشوة لغة وشرعا، ط: إدارة القرآن)۔

☐ تفسير البحر المحيط: (۵۳۳/۵)، سورة النحل: ۹۰، ط: دار الفكر، بيروت۔

☐ الثالث: أخذ المال ليسوي أمره عند السلطان دفعا للضرر أو جلبا للنفع، وهو حرام على الآخذ فقط. (الشامية: (۳۶۲/۵) كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية، ط: سعيد)۔

☐ فتح القدير: (۲۳۶/۷)، كتاب أدب القاضي، ط: دار الكتب العلمية، بيروت۔

☐ البحر الرائق: (۲۶۲/۶)، كتاب القضاء، ط: سعيد۔

☐ الإسلام يحرم الرشوة في أي صورة كانت، وبأي اسم سميت، فتسميتها باسم الهدية لا يخرجها عن دائرة الحرام إلى الحلال. (الحلال والحرام ليوسف القرضاوي: (ص: ۲۷۱)، في العلاقات الاجتماعية، الرشوة لدفع الظلم، ط: مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۲) ولو أمسك الخمر في بيته للتخليل جاز ولا يأثم. (الهندية: (۳۷۳/۵) كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات، ط: رشيديه)۔=

سرمایہ

(۱۳۴) ''رأس المال'' عنون کے تحت دیکھیں۔ (۳۵/۴)

سرمایہ کاری کرنا امانت ہے

''امانت سے سرمایہ کاری کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۲۶/۱)

سرمایہ کی ضرورت

ایک شخص کودکان کے لئے سرمائے کی ضرورت ہے، اس نے کسی مالدار سے کہا کہ مجھے فلاں قسم کی اشیاء کی ضرورت ہے، آپ وہ خرید کر مجھے ادھار بیچ دیں، اگر میں نے وقت پر ادھار ادا نہیں کیا تو دکان میں جو مال پڑا ہوا ہے وہ آپ خرید لینا، اگر ادھار والے سودے کی قیمت وقت پر ادا نہیں ہوئی، پھر شرط کے مطابق اس طریقے پر خرید وفروخت کرلیں گے تو یہ ناجائز اور حرام ہوگا، اور اگر اس قسم کی شرط نہیں تھی اور آزادی سے سودا کیا تو گنجائش ہوگی۔ (۱)

= والمسلم يحمي خمر نفسه للتخليل۔ (الهداية: (۱۹۸/۱) كتاب الزكوة، باب فيمن يمر على العاشر، ط:المصباح)۔

ولمسلم ولاية خمور نفسه حتى ان الذمي إذا اسلم وله خمور كان له حفظها أو يحفظها غيره لتخللها أو بتخلل بنفسها۔ (البناية في شرح الهداية: (۳۹۹/۳)، كتاب الزكوة، باب فيمن يمر على العاشر، الخلاف بين المزكي والعاشر، ط:دار الكتب العلمية)۔

قوله: تبعا للخمر دون العكس لأنها "أى الخمر" أظهر مالية لأنها قبل التخمر مال وبعده كذلك بتقدير التخلل. (فتح القدير: (۲۳۰/۲)، كتاب الزكاة، باب فيمن يمر على العاشر، ط: دار الفكر)

ان الخمر كما يكون للشرب وانه معصية في حق المسلم، يكون للتخليل وانه مباح للكل. (المحيط البرهاني: (۱۹۰/۹)، كتاب الإجارات، الفصل الخامس عشر في مايجوز من الإجارات ومالايجوز، نوع آخر، الاستجار على المعاصي، ط: رشيديه)

(۱) ولو اشترى شيئا ليبيعه من البائع، فالبيع فاسد. (الفتاوى الهندية: (۱۳۳/۳)، كتاب البيوع، الباب العاشر في الشروط التي تفسد البيع والتي لاتفسده، ط: رشيديه)=

سستا بیچنا بازار کے عام نرخ سے

"بازار کے عام نرخ سے سستا بیچنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۵۴/۲)

سستی چیز ادھار کی وجہ سے مہنگی فروخت کرنا

سستی چیز ادھار کی وجہ سے مہنگی فروخت کرنا جائز ہے، البتہ عقد کی مجلس میں ادھار والی قیمت اور قیمت ادا کرنے کی مدت متعین کرنا ضروری ہے۔[1]

سفلی جذبات بھڑکانے والی باتوں سے اعلانات پاک ہوں

"اعلانات بے حیائی والی باتوں سے پاک ہوں" عنوان کے تحت دیکھیں۔

سقوط کی صورتیں

خیار شرط خود بخود ساقط ہونے کی پانچ صورتیں ہیں اور وہ یہ ہیں:

❶ خیار کی مدت گزر جائے اور وہ بیع کو فسخ نہ کرے۔

❷ جس کے پاس خیار ہے وہ فوت ہو جائے۔

❸ جو چیزیں موت کے حکم میں ہیں، ان کے پیش آنے سے خیار شرط ختم ہو جاتا ہے، مثلاً جس کو خیار شرط حاصل ہے وہ مجنون یا مرتد ہو جائے، یا وہ سو جائے یا اسے نشہ چڑھ جائے اور خیار کی مدت گزر جائے تو خیار شرط ختم ہو جائے گا۔

❹ خیار شرط کی مدت میں مبیع ہلاک ہو جائے تو خیار ساقط ہو جائے گا۔

= خلاصة الفتاوى: (۵۰/۳)، کتاب البیوع، الفصل الخامس فی البیع إذا کان فیه شرط، ط: رشیدیه۔

وإن ذکر البیع من غیر شرط، ثم ذکر الشرط علی وجه المواعدة جاز البیع. (الخانیة علی هامش الهندیة: (۱۶۵/۲)، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، فصل فی الشروط المفسدة، ط: رشیدیه)

الشامیة: (۸۴/۵)، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب فی البیع بشرط فاسد، ط: سعید

(۱) تفصیل کے لئے "ادھار بیع یا نقد مجلس میں طے ہونا ضروری ہے" عنوان کے تحت دیکھیں۔

(۱۹) بیع میں عیب پیدا ہوجائے، پھر تفصیل یہ ہے اگر خیار بائع (سیلر) کے پاس تھا اور مبیع میں بائع کے فعل سے یا خودبخود عیب پیدا ہوگیا تو بیع ختم ہوجائے گی، خواہ مبیع پر قبضہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، اور اگر خیار مشتری (خریدار) کے پاس تھا اور مبیع میں عیب پیدا ہوگیا تو خیار ختم ہوجائے گا، اور مشتری پر بیع لازم ہوجائے گی۔ (١)

سکرین ملانا

شربت وغیرہ میں "سکرین" ملانا عیب ہے، اور مبیع (بیچی گئی چیز) کے عیب کو مشتری (خریدار) کے علم میں لانا ضروری ہے، ورنہ دھوکہ دینے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا، اور اگر خریداروں کو پہلے سے معلوم ہے اس کے باوجود خریدتے ہیں تو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (٢)

---

(١) يسقط الخيار ضرورة بأمور: أولاً: مضي مدة الخيار: يسقط الخيار بمضي مدته دون اختيار فسخ العقد... ثانياً: موت المشروط له الخيار:... ثالث ماهو في معني الموت: كالجنون والإغماء والنوم والسكر والردة واللحاق بدار الحرب، فإذا ذهب عقل صاحب الخيار بالجنون أو الإغماء في مدة الخيار ومضت المدة علي تلك الحال صار العقد لازماً... وكذا يسقط الخيار لو بقي صاحبه نائماً لآخر مدة الخيار، كما يسقط على الصحيح لو سكر وظل سكراناً حتى مضت مدة الخيار... رابعاً: هلاك المبيع في مدة الخيار... خامساً. تعيب المبيع: فيه تفصيل ايضاً، لأن الخيار إما أن يكون للبائع أو للمشتري فإن كان الخيار للبائع: فيسقط خياره إذا تعيب المبيع بآفة سماوية أو بفعل البائع، سواء أكان المبيع في يد البائع أو في يد المشتري... وإن كان الخيار للمشتري: فيسقط خياره بالتعييب ولا ينفسخ البيع... (الفقه الإسلامي وادلته: (٣٥٤٩/٥، ٣٥٥٠) القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، المبحث الخامس: الخيارات، خيار الشرط، المطلب الثالث: طرق إسقاط الخيار، ط: رشيديه)

تحفة الفقهاء: (٧٢/٢) كتاب البيوع، باب خيار الشرط، ط: دار الكتب العلمية.

شرح المجلة لرستم باز: (١٢٨/١) المادة: ٣٠٥، الكتاب الأول في البيوع، الباب السادس في بيان الخيارات، الفصل الأول في بيان خيار الشرط، ط: فاروقيه.

(٢) عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على صبرة من طعام، فأدخل يده فيها، فنالت أصابعه بللا، فقال: ياصاحب الطعام، ماهذا؟! قال: أصابته السماء يارسول الله! فقال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس، ثم قال: من غش فليس منا۔ (جامع الترمذي: (٢٤٥/١)، كتاب البيوع، باب ماجاء في كراهية الغش في البيوع، ط: سعيد)۔=

سکے کب وجود میں آئے

شروع میں ''زر'' اور ثمن کے طور پر اشیاء اور اجناس کو استعمال کیا جاتا تھا لیکن ان اشیاء کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا آسان نہیں ہوتا تھا اس لئے یہ نظام مستقل طور پر جاری نہیں رہ سکا، لوگوں نے اس کی جگہ پر سونا چاندی استعمال کرنا شروع کر دیا ابتداء میں سونے چاندی کے وزن کا ہی اعتبار ہوتا تھا، سکوں کا رواج بعد میں ہوا لیکن سکّے کا رواج کب سے ہوا اس کے بارے میں وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے البتہ قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں دراہم موجود تھے اور ان سے خرید وفروخت کا رواج تھا کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کو انہیں دراہم کے عوض بیچا تھا۔

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ [1]

انہوں نے اس کو انتہائی کم قیمت جو گنتی کے چند درہم تھے کے عوض فروخت کر دیا، اور ان کو یوسف علیہ السلام سے کوئی دلچسپی تھی ہی نہیں۔

= صحیح مسلم: (۱/ ۷۰)، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غشنا فلیس منا، ط: قدیمی۔

من علم بسلعته عیبا لم یجز بیعها حتی یبینه للمشتری، فإن لم یبینه فهو آثم عاص، نص علیه أحمد. (إعلاء السنن: (۱۴/ ۵۸)، کتاب البیوع، أبواب البیع العیب، باب خیار العیب، ط: إدارة القرآن)

المغنی لابن قدامه: (۴/ ۱۰۹)، کتاب البیوع، باب بیع المصراة، فصل علم بالمبیع عیبا لم یکن عالما به، ط: مکتبة القاهرة۔

ولا بأس ببیع المغشوش إذا بین غشه أو کان ظاهرا یری. (الدر المختار مع الرد: (۵/ ۲۳۸)، کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطلب: شری شجرة وفی قلعها ضرر، ط: سعید)

البحر الرائق: (۶/ ۱۷۷)، کتاب البیع، باب المتفرقات، ط: سعید۔

الفتاوی الهندیة: (۳/ ۲۵۲)، کتاب الصرف، الباب السادس فی المتفرقات، ط: رشیدیه۔

(۱) (یوسف: ۲۰)

حضرت یوسف علیہ السلام کا دور ۱۸۰۰ تا ۱۹۱۰ ق م ہے۔

یہ بھی مشہور ہے کہ سونے کا سکہ سب سے پہلے لیڈیا کے بادشاہ کروس (دور حکومت ۵۴۶ تا ۵۶۰ ق م) نے متعارف کرایا ہے باقی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

سگریٹ کی تجارت

سگریٹ اور تمباکو کی تجارت جائز ہے، اور اس کا نفع استعمال میں لانا جائز ہے، البتہ بدبو والی چیز ہے اس لئے پرہیز بہتر ہے۔[1]

سلائی کا خرچہ اصل قیمت کے ساتھ ملانا

''اصل قیمت کے ساتھ اضافی اخراجات'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۹۱/۱)

سلم ان چیزوں میں بھی جائز ہے

گندم، دھان (چاول) وغیرہ غلہ کے علاوہ اور جو چیزیں ایسی ہوں کہ ان کی قیمت بیان کر کے مقرر کر دی جائے، اور لیتے وقت کچھ جھگڑا اور اختلاف ہونے کا ڈر نہ رہے، تو ان چیزوں میں بیع سلم کرنا درست ہے، جیسے انڈے، اینٹیں، کپڑے وغیرہ، مگر سب باتیں طے کر لینا ضروری ہے، مثلاً اتنی بڑی اینٹ ہو، لمبائی میں اتنی

---

(۱) (وصح بیع غیر الخمر) مما مر، ومفاده صحة بیع الحشیشة والافیون (قوله: وصح بیع غیر الخمر) أی عنده خلافا لهما فی البیع والضمان لکن الفتوی علی قوله فی البیع۔ (الدر مع الرد: ۶/ ۴۵۴) کتاب الأشربة، ط: سعید)

قلت: فیفهم منه حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن، فتنبه (قوله: فیفهم منه حکم النبات) وهو الاباحة علی المختار او التوقف، وفیه إشارة إلی عدم تسلیم اسکاره و تفتیره و اضراره۔ (الدر مع الرد: (۶/ ۴۶۰) کتاب الأشربة، ط: سعید)

حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: (۴/ ۲۲۵) کتاب الأشربة، ط: دار المعرفة، بیروت)

مزید تخریج ''تمباکو کی خرید و فروخت'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

انچ اور چوڑائی میں اتنی انچ ہو، کپڑا ہے تو سوتی ہو یا ٹیٹرون ہو، اتنا باریک ہو یا اتنا موٹا ہو، ملکی ہو یا غیر ملکی، پاکستانی ہو یا جاپانی، غرض کہ سب باتیں بتانا اور طے کرنا ضروری ہے، تاکہ کسی قسم کی الجھن باقی نہ رہے۔ (۱)

سلم اور استصناع میں فرق

''استصناع اور سلم میں فرق'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۵۴/۱)

سلم کی تعریف

اس طرح سے بیع کرنا کہ خریدار نے قیمت کی ادائیگی تو ابھی نقد کر دی اور بائع سامان کچھ عرصہ بعد مہیا کرے گا اس کو بیع سلم کہتے ہیں۔

مثلاً فصل کٹنے سے پہلے یا کٹنے کے بعد کسی کو دس ہزار روپے دیے اور یوں

---

(۱) السلم إنما يكون صحيحا فی الأشياء التی تقبل التعيين بالقدر و الوصف كالجودة و الخسة۔ وقال العلامة سليم رستم: ذلک لأن المسلم فيه دين لا يعرف إلا بوصفه وتعين مقداره فإذا لم يمكن ضبطه بهما فيكون مجهولا جهالة تفضی إلی المنازعة فلا يجوز كسائر الديون وعلی هذا صح السلم فی المكيلات والموزونات المثمنة كالحنطة والملح، والعدديات المتقاربة كالجوز والبيض واللبن والآجر. (شرح المجله لسليم رستم باز: (۱۷۲/۱)، المادة: ۳۸۱، الكتاب الأول فی البيوع، الباب السابع، الفصل الثالث فی السلم، ط: مكتبه فاروقيه)

ماكان من العدديات كاللبن والآجر يلزم أن يكون قالبه أيضا معينا۔ الكرباس والجوخ وأمثالهما من المذروعات يلزم تعيين طولها وعرضها ورقتها ومن أی شیء تنسج ومن نسج أی محل هی. (شرح المجله لسليم رستم باز: (۱۷۳/۱)، رقم المادتين: ۳۸۴، ۳۸۵، مكتبه فاروقيه)۔

ويصح فيما أمكن ضبط صفته) كجودته ورداءته (ومعرفة قدره كمكيل وموزون . . . ومثمن . . . وعددی متقارب كجوز وبيض وفلس . . . ولبن . . . وآجر بملبن معين) بين صفته ومكان ضربه . . . و ذرعی كثوب بين قدره طولا وعرضا (وصنعته) كقطن وكتان ومركب منهما (وصفته) كعمل الشام أو مصر أو زيد أو عمرو (ورقته) أو غلظه۔ (الدر المختار مع الرد: (۲۰۹/۵)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: سعيد)

الهداية: (۱۰۲/۳)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: رحمانيه

ملتقی الأبحر مع مجمع الأنهر: (۱۲۶/۳)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: دار الكتب العلمية

کہا کہ دو مہینے یا تین مہینے کے بعد فلاں مہینے کی فلاں تاریخ میں ہم آپ سے ان دس ہزار روپے کی بیس من گندم لیں گے، اور نرخ اسی وقت طے کرلیا کہ ایک من پانچ سو روپے کے حساب سے لیں گے، تو یہ بیع درست ہے، جس مہینے کا وعدہ ہوا ہے اس مہینے میں اس کو اسی بھاؤ میں گندم دینا پڑے گی، چاہے بازار میں گراں بک رہی ہو چاہے سستی، بازار کے بھاؤ کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا، اس بیع کو سلم کہتے ہیں۔

سلم کی اجازت اس عام قاعدے سے مستثنیٰ ہے جس کے مطابق مستقبل کی طرف منسوب بیع جائز نہیں ہے، سلم کی یہ اجازت چند کڑی شرائط کے ساتھ مشروط ہے، جو "سلم کی شرائط" عنوان کے تحت مذکور ہیں۔ (۱)

سلم کی شرائط

☆ سلم جائز ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ خریدار پوری کی پوری قیمت عقد کے وقت ادا کردے، یہ اس لئے ضروری ہے کہ اگر عقد کے وقت خریدار پوری قیمت ادا نہیں کرے گا تو یہ دین کے بدلے میں دین کی بیع کے مترادف ہوگا، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر منع فرمایا ہے۔

مزید یہ کہ سلم کے جواز کی بنیادی حکمت بائع کی فوری ضرورت کو پورا کرنا ہے، اگر قیمت اسے مکمل طور پر ادا نہیں کی جاتی تو عقد سلم کا بنیادی مقصد فوت

---

(۱) قال القدوری: السلم فی لغة العرب: عقد يتضمن تعجيل أحد البدلين وتأجيل الآخر، وهو نوع من البيع... وهو عقد شرع على خلاف القياس لكونه بيع المعدوم، إلا ان تركنا القياس بالكتاب والسنة والإجماع۔ (الاختيار لتعليل المختار: (۳۳/۲)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

مجمع الأنهر: (۱۳۷/۳، ۱۳۸)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: دار الكتب العلمية، بيروت

درر الحكام شرح غرر الأفكار: (۱۹۳/۲)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: دار احياء الكتب العربية۔

ہوجائے گا، اس لئے عقد کے وقت قیمت کی مکمل ادائیگی ضروری ہے۔ (١)

☆ سلم صرف انہی اشیاء میں ہوسکتی ہے جن کی کوالٹی اور مقدار کا پیشگی طور پر تعین ہوسکتا ہو، ایسی اشیاء جن کی کوالٹی یا مقدار کا تعین نہیں کیا جا سکتا ہو، انہیں بیع سلم کے ذریعہ بیچنا جائز نہیں ہے، مثال کے طور پر قیمتی پتھروں کی سلم کی بنیاد پر بیع نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ ان کا ہر ٹکڑا اور فرد عام طور پر دوسرے سے معیار، سائز یا وزن میں مختلف ہوتا ہے، اور ان کی بیان کے ذریعہ تعیین کرنا عام طور پر ممکن نہیں ہوتا۔ (٢)

☆ کسی متعین چیز یا متعین کھیت یا فارم کی پیداوار کی بیع سلم نہیں ہوسکتی، مثلاً اگر بیچنے والا یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ وہ متعین کھیت کی گندم یا متعین درخت کا پھل مہیا کرے گا تو سلم صحیح نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ ادائیگی سے پہلے ہی اس کھیت یا فارم کی پیداوار یا اس درخت کا پھل ہلاک ہوجائے، اس امکان کی وجہ سے بیچی ہوئی چیز کی ادائیگی غیر یقینی رہے گی، اور یہ قاعدہ ہر اس چیز

---

(١) ولا يصح السلم حتى يقبض رأس المال قبل أن يفارقه فيه) أما إذا كان من النقود فلأنه افتراق عن دين بدين وقد نهى النبي صلى الله عليه وسلم: عن الكالي بالكالي، وإن كان عينا، فلأن السلم أخذ عاجل بآجل إذ الاسلام والأسلاف ينبئان عن التعجيل فلابد من قبض أحد العوضين ليتحقق معنى الإسم، ولأنه لا بد من تسليم رأس المال لينقلب المسلم إليه فيه فيقدر على التسليم. (الهداية: (١٠١/٣، ١٠٢)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: رحمانيه)

تبيين الحقائق: (١١٧/٤)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: امداديه، ملتان۔

العنايه شرح الهداية: (٩٢/٧)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: دار الكتب العلمية، بيروت۔

(٢) (كل ما أمكن ضبط صفته ومعرفة مقداره جاز السلم فيه) لأنه لا يؤدي إلى المنازعة (وما لا فلا) لأنه يكون مجهولا فيؤدي إلى المنازعة، وهذه قاعدة يبتنى عليها أكثر مسائل السلم، ولا بد من ذكر بعضها ليعرف باقيها بالتأمل فيها، فنقول: يجوز في المكيلات والموزونات والمعدودات المتقاربة كالجوز والبيض؛ لأنه يمكن ضبط صفته ومعرفة مقداره، ولا يجوز في العدديات المتفاوتة . . . ولا في الجواهر والخرز؛ لأنه لا يمكن فيه ذلك. (الاختيار لتعليل المختار: (٣٥/٢) كتاب البيوع، باب السلم، ط: دار الكتب العلمية)

مجمع الأنهر: (١٣٨/٣، ١٤٠)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: دار الكتب العلمية

الدر المختار مع الرد: (٢٠٩/٥، ٢١٢)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: سعيد

پر لاگو ہوگا جس کی فراہمی یقینی نہ ہو۔ (۱)

☆ یہ بھی ضروری ہے کہ جس چیز میں بیع سلم کرنا مقصود ہے اس کی نوعیت اور معیار واضح طور پر متعین کرلیا جائے جس میں کوئی ایسا ابہام باقی نہ رہے جو بعد میں تنازع کا باعث بن سکتا ہو، اس سلسلے میں تمام ممکنہ تفصیلات واضح طور پر ذکر کرلینا ضروری ہے۔

☆ بیچی جانے والی چیز کی مقدار کسی قسم کے ابہام کے بغیر متعین کرلینا ضروری ہے، اگر اس چیز کی مقدار تاجروں کے عرف میں وزن کے ذریعہ متعین کی جاتی ہے، جیسے تول کر بکنے والی چیز، تو اس کا وزن متعین ہونا ضروری ہے، اور اگر اس کی مقدار کا تعین پیمائش کے ذریعے ہوتا ہے تو اس کی متعین پیمائش معلوم ہونا ضروری ہے۔ اور جو چیز عام طور پر تولی جاتی ہے، سلم میں اس کی مقدار کا تعین پیمائش کے ذریعہ سے نہیں ہونا چاہیئے، اسی طرح پیمائش کی جانے والی چیز کی مقدار سلم میں وزن کے ذریعے متعین نہیں ہونی چاہیئے۔

☆ بیچی گئی چیز کی سپردگی کی تاریخ اور جگہ کا تعین بھی عقد سلم کے اندر ہونا ضروری ہے۔ (۲)

---

(۱) ولا في طعام قرية بعينها أو ثمرة نخلة بعينها؛ لأنه قد يعتريه آفة فلا يقدر على التسليم وإليه اشار عليه السلام حيث قال: أرأيت لو أذهب الله تعالى الثمر بم يستحل أحد كم مال أخيه؟ (الهداية: (۳/۱۰۰)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: رحمانيه)

الاختيار لتعليل المختار: (۲/۳۷، ۳۸)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: دار الكتب العلمية

البحر الرائق: (۶/۱۵۹)، كتاب البيع، باب السلم، ط: سعيد

(۲) وشرائطه تسمية الجنس والنوع والوصف والأجل والقدر ومكان الإيفاء إن كان له حمل ومؤنة وقدر رأس المال في المكيل والموزون والمعدود وقبض رأس المال قبل المفارقة لأن بذكر هذه الأشياء تنفي الجهالة وتقطع المنازعة وعند عدمها يكون المسلم فيه مجهولا فتفضي إلى المنازعة، فالجنس كالحنطة والتمر والنوع كالبرني... والوصف كالجيد والردئ... وأما القدر فقوله كذا قفيزا وكذا رطلا، وهو شرط لقوله عليه الصلاة والسلام: فليسلم في كيل معلوم ووزن معلوم. =

☆ بیع سلم ایسی اشیاء کی نہیں ہو سکتی جن کی فوری ادائیگی ضروری ہوتی ہے، مثال کے طور پر اگر سونے، چاندی یا کرنسی کی بیع ہو رہی ہے تو دونوں چیزوں کی ادائیگی عقد کے وقت ہی ہونا ضروری ہے، یہاں بیع سلم کرنا جائز نہیں ہوگا، اسی طرح اگر گندم کی بیع جو کے بدلے میں ہو رہی ہے تو بیع صحیح ہونے کے لئے دونوں چیزوں پر عقد کی مجلس میں قبضہ ہونا ضروری ہے، اس لئے اس صورت میں بھی بیع سلم کا معاہدہ کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (۱)

(نوٹ) جب تک یہ تمام شرائط مکمل طور پر پوری نہیں کی جائیں گی، تب تک سلم کرنا درست نہیں ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ: جو شخص سلم کرنا چاہتا ہے تو اسے سلم کرنی چاہیے متعین پیمائش اور متعین وزن میں ایک طے شدہ مدت تک۔ (۲)

=(الاختيار لتعليل المختار: (۳۵/۲، ۳۶)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

البحر الرائق: (۱۶۰/۶، ۱۶۱)، كتاب البيع، باب السلم، ط: سعيد۔

الدر مع الرد: (۲۱۴/۵، ۲۱۵)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: سعيد۔

(۱) والثالث عشر: أن لا يشمل البدلين إحدى علتي الربا؛ لأن انفراد أحدهما يحرم النساء۔ (البحر الرائق: (۱۶۰/۶)، كتاب البيع، باب السلم، ط: سعيد)۔

فتح القدير: (۸۶/۷)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: دار الكتب العلمية۔

الفتاوى الهندية: (۱۸۰/۳)، كتاب البيوع، الباب الثامن عشر في السلم، الفصل الأول في تفسيره وركنه وشرائطه وحكمه، ط: رشيديه۔

الدر المختار مع الرد: (۲۱۷/۵)، كتاب البيوع، باب السلم، مطلب: هل اللحم قيمي أو مثلي؟، ط: سعيد۔

(۲) عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما قال: قدم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم المدينة وهم يسلفون في الثمار السنة والسنتين والثلاث، فقال: من أسلف في شيء فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم إلى أجل معلوم. (مشكاة المصابيح: (ص: ۲۵۰)، كتاب البيوع، باب السلم والرهن، الفصل الأول، ط: قديمی)

جامع الترمذی: (۲۳۵/۱)، أبواب البيوع، باب ما جاء في السلف في الطعام والتمر، ط: سعيد۔

صحيح مسلم: (۳۱/۲)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: قديمی۔

☆ اسلامی تعلیمات کے مطابق سلم کا معاملہ ادھار ہونے کی وجہ سے تحریری طور پر گواہ بنا کر کرنا چاہیئے، تا کہ آئندہ اختلاف اور جھگڑے کی صورت باقی نہ رہے۔ (۱)

☆ جس وقت بیع سلم کا معاملہ کیا جائے، اس وقت سے لیکر مسلم فیہ لینے اور وصول پانے کے زمانے تک وہ چیز بازار میں ملتی رہے، نایاب نہ ہو، اور اگر اس دوران وہ چیز نایاب ہوجائے، گو دوسری جگہ سے بہت مصیبت جھیل کر منگوا سکے تو بیع سلم باطل ہوجائے گی، (۲) مزید ''بیع سلم کی شرطیں'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

سلم میں فلاں کھیت کے گندم لینے کی شرط کرنا

''سلم میں نئی گندم لینے کی شرط کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۴۵/۴)

---

(۱) یاایها الذین آمنوا إذا تداینتم بدین إلی أجل مسمی فاکتبوه (سورة البقرة: ۲۸۲)۔

قوله تعالی: یاایها الذین آمنوا إذا تداینتم بدین" روی عن ابن عباس أنه قال: الأیة نزلت فی السلم ویقال: کل دین إلی أجل سلما کان أوغیره... "فاکتبوه" یعنی الدین والأجل ویقال: أمر بالکتابة ولکن المراد به الکتابة والإشهاد، لأن الکتابة بغیر شهود لاتکون حجة۔ (بحر العلوم للسمرقندی: (۱/ ۲۱۰)، سورة البقرة: ۲۸۲، ط: دار الفکر)۔

قوله: وشرط حضور شاهدین) أی یشهدان العقد... وفی البحر قیدنا الإشهاد بأنه خاص بالنکاح لقول الاسبیجابی: وأما سائر العقود فتنفذ بغیر شهود، ولکن الإشهاد علیه مستحب للأیة۔ وفی الواقعات: أنه واجب فی المداینات، وأما الکتابة ففی عتق المحیط: یستحب أن یکتب للعتق کتابا ویشهد علیه صیانة عن التجاحد کما فی المداینة۔ (الشامیة: (۲۱/۳)، کتاب النکاح، قبیل مطلب: الخصاف کبیر فی العلم یجوز الاقتداء به، ط: سعید)۔

(۲) لایجوز السلم فی الشیء المنقطع لأن شرط جوازه أن یکون موجودا من حین العقد إلی حین المحل حتی لو کان منقطعا عند العقد موجودا عند المحل أو بالعکس أو منقطعا فیما بین ذلک لایجوز وحد الإنقطاع أن لا یوجد فی الاسواق وإن کان فی البیوت۔ (تبیین الحقائق: (۱۱۳/۴)، کتاب البیوع، باب السلم، ط: امدادیه، ملتان)۔

الدر مع الرد: (۲۱۲/۵)، کتاب البیوع، باب السلم، ط: سعید۔

الفتاوی الهندیة: (۱۸۰/۳)، الفتاوی الهندیة، الباب الثامن عشر فی السلم، الفصل الأول: فی تفسیره ورکنه... إلخ، ط: رشیدیه۔

سلم میں نئی گندم لینے کی شرط کرنا

اگر عقد سلم کرتے وقت یہ شرط کر دی کہ فصل کے کٹنے پر فلاں مہینے میں ہم نئے گیہوں لیں گے یا فلاں کھیت کے گیہوں لیں گے تو یہ معاملہ جائز نہیں ہوگا، اس لئے اس قسم کی شرط لگانا درست نہیں، مسلم الیہ کو وقت مقررہ پر اس بات کا اختیار ہوگا چاہے نئی گندم دے دے یا پرانی، رب السلم کے لئے اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہوگا، البتہ اگر عقد سلم کرتے وقت نئے گیہوں کٹ چکے ہوں تو نئے گیہوں کی شرط کرنا جائز ہوگا۔ (۱)

سلم ہر چیز میں جائز نہیں

بیع سلم ہر چیز میں جائز نہیں بلکہ صرف وزنی، کیلی، یا مزروعی (گز اور میٹر سے فروخت ہونے والی اشیاء) اور ان عددی اشیاء میں جائز ہے جن کے عدد میں جسم اور صفات کے اعتبار سے قیمت میں خاصا فرق نہیں ہے، مثلاً انڈے ہیں، اور جن عددی اشیاء میں جسم اور صفت کے اعتبار سے قیمت میں فرق اور تفاوت ہے ان میں بیع سلم جائز نہیں مثلاً ہر قسم کے جانور، تربوز، خربوزہ، جب کہ ان چیزوں کو عدد کے اعتبار سے فروخت کیا جائے تو بیع سلم جائز نہیں ہوگی۔ (۲)

---

(۱) قوله: وبر قرية أو تمر نخلة معينة) أي لا يجوز لاحتمال أن يعتريهما آفة فلا يقدر على التسليم... وفي شرح الطحاوي: لو أسلم في حنطة حديثة قبل حدوثها فالسلم باطل، لأنها منقطعة في الحال وكونها موجودة في وقت العقد إلى وقت المحل شرط اهـ وفي الجوهرة: ولو أسلم في حنطة جديدة أو في ذرة لم يجز لأنه لا يدري أيكون في تلك السنة شيء أم لا اهـ. وعلى هذا فما يكتب في وثيقة السلم جديد عامه مفسد له، ولكنه ينبغي حمله على ما إذا كان قبل وجود الجديد أما بعد وجوده فيصح كما يشير إليه ما في شرح الطحاوي. (البحر الرائق: (۱۵۹/۶، ۱۶۰)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: سعيد).

☜ الدر مع الرد: (۲۱۲/۵)، كتاب البيوع، باب السلم، مطلب: هل اللحم قيمي أو مثلي؟، ط: سعيد.

☜ حاشية الطحطاوي على الدر: (۱۲۱/۳)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: المكتبة العربية.

(۲) ومنها أن يكون مما يمكن أن يضبط قدره وصفته بالوصف على وجه لا يبقى بعد الوصف إلا تفاوت =

سیمپل دکھا کر بیع کرنا مال کے بغیر

"نمونہ دکھا کر بیع کرنا مال کے بغیر" عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۹۲/۶)

سمجھ دار بچہ

نابالغ سمجھ دار بچہ کی خرید و فروخت صحیح ہے۔

اور سمجھ دار سے مراد خرید و فروخت کے بارے میں کچھ علم کا ہونا ہے، مثلاً مال جتنا دینا ہے اتنا ہی دیتا ہے اس سے زیادہ یا کم نہیں دیتا اور قیمت جتنی لینی ہے اتنی ہی لیتا ہے اس سے کم یا زیادہ نہیں لیتا۔ (۱)

=يسير فإن كان مما لايمكن ويبقى بعد الوصف تفاوت فاحش لايجوز السلم فيه...... وبيان ذلك أنه يجوز السلم في المكيلات والموزونات التي تحتمل التعين والعدديات المتقاربة ... من الجوز والبيض... ولايجوز السلم في العدديات المتفاوتة من الحيوان والجواهر واللآلي... والبطيخ والقثاء والرمان والسفرجل ونحوها من العدديات المتقاربة، لأنه لايمكن ضبطها بالوصف۔ (بدائع الصنائع: (۲۰۸/۵، ۲۰۹)، كتاب البيوع، فصل وأما الذي يرجع إلى المسلم فيه فانواع، ط: سعيد)۔

الفتاوى الهندية: (۱۸۰/۳)، كتاب البيوع، الباب الثامن عشر في السلم، الفصل الأول في تفسيره وركنه... إلخ، ط: رشيديه۔

الهداية: (۹۷/۳)، كتاب البيوع، باب السلم، ط: رحمانيه۔

(۱) أما شرائط الانعقاد فأنواع منها في العاقد وهو أن يكون عاقلا مميزا كذا في الكافي والنهاية، فيصح بيع الصبي والمعتوه اللذان يعقلان البيع وأثره كذا في فتح القدير۔ (الفتاوى الهندية: (۲/۳)، كتاب البيوع، الباب الأول في تعريف البيع وركنه وشرطه... إلخ، ط: رشيديه)۔

فتح القدير: (۲۳۰/۶)، كتاب البيوع، ط: دار الكتب العلمية۔

الشامية: (۵۰۳/۴)، كتاب البيوع، مطلب شرائط البيع أنواع أربعة، ط: سعيد

وتفسير العاقل أن يعلم أن المبيع سالب والشراء جالب ويعلم أنه لايجتمع الثمن، والمثمن في ملك واحد، قال في شاهان: ومن علامة كونه غير عاقل إذا أعطى الحلواني فلوسا فأخذ الحلوى وجعل يبكي ويقول: اعطني فلوسي فهذا علامة كونه غير عاقل، وإن أخذ الحلوى وذهب ولم يسترد الفلوس فهو عاقل۔ (الجوهرة النيرة: (۲۹۲/۱)، كتاب الحجر، ط: حقانية)

سمسار

عربی زبان میں کمیشن ایجنٹ کے لئے متعدد الفاظ استعمال ہوتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ معروف اور مشہور لفظ ''سمسار'' ہے، اور یہ اصل میں فارسی زبان کا لفظ ہے جس کو عربی لفظ کی شکل دے دی گئی ہے۔

عربی لغت کی کتاب ''المعجم الوسیط'' میں ہے کہ:

سمسار: وہ شخص ہے جو سودا آسان بنانے کے لئے بائع اور مشتری کے درمیان واسطہ ہو، ماہر ارضیات کو ''سمسار الارض'' کہتے ہیں اس کی جمع ''سماسرۃ'' آتی ہے، یہ فارسی لفظ ہے جس کو عربی میں ڈھالا گیا ہے۔ (۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کاروباری طبقہ کے لئے ''سماسرۃ'' یعنی ''بروکرز'' کا لفظ استعمال ہوا تھا، مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لئے اس کی جگہ ''تاجر'' کی اصطلاح متعارف کرائی ہے۔

حضرت قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہمیں ''سماسرۃ'' (بروکرز) کہا جاتا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے تو آپ نے ہمارا اس سے اچھا نام رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے تاجروں کی جماعت بلا شبہ خرید وفروخت میں لغو گفتگو اور قسمیں بھی شامل ہوتی ہیں لہٰذا تم اس میں صدقہ ملا لیا کرو۔ (۲)

---

(۱)(السمسار) الوسيط بين البائع والمشتري لتسهيل الصفقة سمسار الارض العالم بها (جمع) سماسرة (فارسي معرب). (المعجم الوسيط: (ص: ٤٤٨) باب السين، ط: دار الدعوة)

(۲) عن قيس بن ابي غرزة قال كنا في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم نسمي السماسرة فمر بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمانا باسم هو احسن منه فقال يا معشر التجار ان البيع يحضره اللغو والحلف فشوبوه بالصدقة. (سنن ابي داؤد: (۱۱۷/۲) كتاب البيوع، باب في التجارة يخالطها الحلف واللغو، ط: رحمانيه)

سنن ابن ماجه: (ص: ۱۵۵) ابواب التجارات، باب التوقي في التجارة، ط: قديمي)

مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۳) كتاب البيوع، باب المساهلة في المعاملة، الفصل الثاني، ط: قديمي.

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کاروباری افراد کے لیے ''بروکرز'' کی بجائے ''تاجر'' کے لفظ کو پسند فرمایا ہے۔

مزید ''کمیشن ایجنٹ کی تعریف'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۳۵۰/۵)

سمندر کے پھینکے ہوئے سامان

سمندر کے کنارے پر پڑے ہوئے گم شدہ مال یا اس کے پھینکے ہوئے سامان کا بھی وہی حکم ہے جو لقطہ کا حکم ہے۔ (۱)

سناروں سے خاک خریدنا

سونے کی خاک کو سونے کے عوض میں اور چاندی کی خاک کو چاندی کے عوض میں خریدنے کی صورت میں سونا سونے کے ساتھ اور چاندی چاندی کے ساتھ برابر ہونا شرط ہے۔

اور اگر سونے اور چاندی کی خاک کو پیسوں سے خریدا جائے تو برابری کرنا ضروری نہیں ہے، کمی بیشی کے ساتھ خرید وفروخت کرنا جائز ہے، اسی طرح سونے کی خاک کو چاندی سے اور چاندی کی خاک کو سونے سے خرید وفروخت کرنے کی صورت میں برابر کرنا لازم نہیں ہے، کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے۔ (۲)

---

(۱) اللقطة... مال يوجد في الطريق غير بني آدم... وفي الشريعة عبارة عن مال يوجد ولا يعرف له مالك، وليس بمباح. (الفتاوى التاتار خانية: (۷/٤٤) كتاب اللقطة، ط: فاروقيه)

وما وجد المسلمون من متاع على ساحل البحر ووجدوا سفينة قد ضربتها الريح فرمت بها على الساحل وفيها أمتعة، فإن كان ذلك الموضع الذي وجد فيه من أرض الحرب فهو فيء... وإن وجدوا ذلك في موضع من الساحل هو من أرض أهل الإسلام فالحكم فيه ما هو الحكم في اللقطة. (شرح السير الكبير: (۳/٤٦) ما يحمل عليه الفيء وما يركبه الرجل من الدواب، ط: دار الكتب العلمية)

(۲) عن ابي سعيد الخدري رضي الله تعالى ان رسول الله ﷺ قال: لا تبيعوا الذهب بالذهب الا مثلا بمثل، ولا تشفوا بعضها على بعض، ولا تبيعوا الورق بالورق الا مثلا بمثل، ولا تشفوا بعضها على بعض، ولا تبيعوا منها غائبا بناجز. (الصحيح لمسلم: (۲/۲۳) كتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا، ط: قديمی)=

سود

ایک جنس میں تبادلہ کرتے وقت جو زیادتی بلاعوض شرط کے ساتھ وصول ہو وہ سود ہے، جیسے ایک من گندم دے کر ایک من اور ایک سیر مزید گندم لینا، دس تولہ چاندی دے کر گیارہ تولہ چاندی لینا، پانچ تولہ سونا دے کر پانچ تولہ سے زائد سونا لینا، سوروپے دے کر سوروپے سے زیادہ لینا وغیرہ یہ سود ہے۔ (1)

سودا بکوایا

بازار میں ایک شخص کو یا دکاندار کو کہا کہ ہمارا سامان فروخت کردو اور اجرت

= عن عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ قال: قال رسول اللہ ﷺ الذهب بالذهب، والفضة بالفضة، والبر بالبر، والشعير بالشعير، والتمر بالتمر، والملح بالملح، مثلا بمثل، سواء بسواء يدا بيد فإذا اختلفت هذه الاصناف، فبيعوا كيف شئتم، إذا كان يدا بيد۔ (الصحيح لمسلم: (۲/ ۵۲)، كتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا، ط: قديمی)

تبيين الحقائق: (۴/ ۴۵۲)، كتاب البيوع، باب الربا، ط: دار الكتب العلمية بيروت۔

البحر الرائق: (۶/ ۲۱۲، ۲۱۳)، كتاب البيع، باب الربا، ط: رشيديه۔

مجمع الانهر: (۳/ ۱۲۱)، كتاب البيوع، باب الربا، ط: غفارية كوئٹه۔

(۱) الربوا هو الفضل المستحق لأحد المتعاقدين في المعاوضة الخالي عن عوض شرط فيه۔ (الهداية: (۳/ ۸۰) باب الربا، ط: مكتبه شركت علمية ملتان)

اما في اصطلاح الفقهاء: فهو زيادة احد البدلين المتجانسين من غير ان يقابل هذه الزيادة عوض۔ (كتاب الفقه على المذاهب الاربعة: (۲/ ۲۲۷) مباحث الربا، تعريفه وأقسامه، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

وهو في الشرع عبارة عن فضل مال لا يقابله عوض في معاوضة مال بمال۔ (الهندية: (۳/ ۱۱۷) الباب التاسع، الفصل السادس في تفسير الربا وأحكامه، ط: رشيديه)۔

الربا ... وشرعا فضل ولو حكما، فدخل ربا النسيئة والبيوع الفاسدة فكلها من الربا خال عن العوض بمعيار شرعي، وهو الكيل والوزن مشروط احد المتعاقدين في المعاوضة۔ (الدر مع الرد: (۵/ ۱۶۸)، كتاب البيوع، باب الربا، ط: سعيد)۔

تبيين الحقائق: (۴/ ۴۴۶) كتاب البيوع، باب الربا، ط: دار الكتب العلمية بيروت۔

ملتقى الابحر مع مجمع الانهر: (۳/ ۱۱۹) كتاب البيوع، باب الربا، ط: مكتبه غفاريه كوئٹه۔

تكملة فتح الملهم: (۱/ ۵۶۶) كتاب البيوع، باب الربا، ط: مكتبه دار العلوم كراچی۔

کا کچھ ذکر نہیں کیا، سامان فروخت کر کے اس شخص نے اجرت کا سوال کیا تو بازار والوں کے رواج کو دیکھا جائے گا، اگر ان میں یہ رواج ہے کہ اجرت پر کام کرتے ہیں، اجرت کے بغیر نہیں کرتے، تو اس شخص کو اجرت مثل دی جائے گی ورنہ نہیں۔ [1]

سودا ختم کرنا

سودا مکمل ہونے کے بعد بائع (SELLER) یا خریدار (BUYER، PURCHASER) دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کی رضامندی کے بغیر یکطرفہ سودا ختم نہیں کر سکتے، بلکہ بائع پر ضروری ہے کہ وہ فروخت کی ہوئی چیز خریدار کے حوالہ کرے اور خریدار پر ضروری ہے کہ وہ قیمت بائع کے حوالہ کرے، البتہ چیز میں عیب ہونے یا سودا کرتے وقت چیز کو نہ دیکھنے کی صورت میں دیکھنے کے بعد خریدار کو اختیار ہوگا، پسند ہے تو رکھے اور اگر پسند نہ ہو تو واپس کر دے۔ [2]

اور اگر سودا کرتے وقت بائع یا خریدار نے خیار شرط وغیرہ کا کوئی اختیار

---

(۱) استعان برجل فی السوق لیبیع متاعه، فطلب منه اجراً فالعبرة لعادتهم أی لعادة اهل السوق، فإن كانوا يعملون بأجر يجب اجر المثل والا فلا۔ (رد المحتار: (۴۲/۶)، کتاب الإجارة، فرع فی المنح عن الخانية، ط:سعید)۔

شرح المجله لسلیم رستم باز: (۲۹/۱)، شرح المادة:۳۷، المقالة الثانية فی بیان القواعد الكلية الفقهية، مكتبه فاروقيه۔

الأشباه والنظائر: ص: ۲۶۲، کتاب الإجارات، ط:قدیمی۔

(۲) وإذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع ولا خيار لواحد منهما إلا من عيب أو عدم رؤية. (الهداية: (۲۰/۳، ۲۱)، كتاب البيوع، ط:رحمانيه)

الدر المختار مع الرد: (۵۲۸/۴)، کتاب البیوع، ط:سعید۔

لأن أحد المتعاقدين لاينفرد بالفسخ كما لاينفرد بالعقد. (الهداية: (۱۵۴/۳)، کتاب أدب القاضی، باب التحكيم، ط:رحمانيه)

تبيين الحقائق: (۱۹۸/۴)، كتاب القضاء، باب مسائل شتى، ط:امداديه ملتان۔

مجمع الأنهر: (۲۳۶/۳)، كتاب القضاء، مسائل شتى من كتاب القضاء، ط:دار الكتب العلمية۔

حاصل کرلیا تھا تو اس اختیار کی وجہ سے سودا ختم کرنا جائز ہوگا۔[۱]

سودا طے نہیں کیا چیز ضائع ہوگئی

"پسند آگئی تو میں لے لوں گا" عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۹۴/۲)

سودا کم پیک کرنا

"اصل وزن سے کم سودا پیک کرنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۹۴/۱)

سودا مکمل ہوتا ہے

ایجاب کے بعد اسی مجلس میں قبول کرنے سے سودا مکمل ہوجاتا ہے۔[۲]

"سودا" نہ ہونے پر بیعانہ کی رقم لے لینا

مثلاً ایک گاہک دکان پر آتا ہے، اور ایک مال پر اس شرط پر بیعانہ دے کر جاتا ہے کہ اگر میں تین ماہ تک نہ آؤں اور مال نہ لے جاؤں تو مجھے بیعانہ پر کوئی

---

(۱) وأما بیان مایرفع حکم البیع، فنقول وبالله التوفیق: حکم البیع نوعان، نوع یرفع بالفسخ وهو الذی یقوم برفعه أحد العاقدین وهو حکم کل بیع غیر لازم کالبیع الذی فیه أحد الخیارات الأربع. (بدائع الصنائع: (۳۰۶/۵)، کتاب البیع، فصل وأما بیان مایرفع حکم البیع، ط: سعید)

☐ کل من شرط له الخیار فی البیع یصیر مخیرا بفسخ البیع فی المدة المعینة للخیار. (شرح المجلة لسلیم رستم باز: (۱۲۶/۱)، المادة: ۳۰۱، الکتاب الأول فی البیوع، الباب السادس فی بیان الخیارات، الفصل الأول فی بیان خیار الشرط، مکتبه فاروقیه)

☐ الهدایة: (۳۳/۳)، کتاب البیوع، باب خیار الشرط، ط: رحمانیه۔

(۲) وإذا حصل الإیجاب والقبول لزم البیع. (الهدایة: (۲۰/۳)، کتاب البیوع، ط: رحمانیه)۔

☐ الدر المختار مع الرد: (۵۲۸/۴)، کتاب البیوع، ط: سعید۔

☐ الشرط الأول: أن یتحد مجلس الإیجاب والقبول، فلایجوز أن یکون الإیجاب فی مجلس، والقبول فی مجلس. (الفقه الإسلامی وأدلته: (۲۹۳۵/۴)، القسم الثانی: النظریات الفقهیة، الفصل الرابع: نظریة العقد، المبحث الثانی، المطلب الثانی: عناصر العقد، مجلس العقد، ط: رشیدیه)۔

اختیار نہیں ہوگا، اس بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر مشتری (گاہک) مال نہ لے تو ہر حال میں بیعانہ کی رقم واپس کرنا ضروری ہے، شرط کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، وہ رقم مشتری کی امانت ہے، اس کا لینا شرعاً جائز نہیں، اگر سودا ہو تو وہ رقم حساب میں لے لی جائے، اور اگر سودا نہ ہو تو وہ رقم واپس کردی جائے، تاجر کو روک لینے کا حق نہیں ہے، (۱) گاہک کا نام و پتہ معلوم ہو یا فون یا موبائل نمبر موجود ہو تو اسے خبر کر کے رقم واپس لوٹانے کا انتظام کریں، اور اگر نام پتہ اور فون یا موبائل نمبر معلوم نہ ہو، اور رقم پہنچانا دشوار ہو تو اس کی طرف سے غریبوں کو دے دی جائے، اگر اس کے بعد وہ کسی وقت آجائے اور تقسیم کردینے پر رضامندی کا اظہار کرے تو بہت ہی اچھی بات ورنہ اتنی مقدار رقم واپس کردیں اس صورت میں ثواب دکاندار کو ملے گا۔ (۲)

---

(۱) ونهى عن بيع العربان، أن يقدم إليه شيء من الثمن، فإن اشترى حسب من الثمن وإلا فهو له مجانا، وفيه معنى الميسر. (حجة الله البالغة: (۲/۲۸۸)، بيوع فيها معنى الميسر، ط: قديمي).

بيع العربان وصورته: أن يشتري الرجل شيئا فيدفع إلى المبتاع من ثمن ذلك المبيع شيئا على أنه إن نفذ البيع بينهما كان ذلك المدفوع من ثمن السلعة، وإن لم ينفذ ترك المشتري بذلك الجزء من الثمن عند البائع، ولم يطالبه به، وإنما صار الجمهور إلى منعه لأنه من باب الغرور والمخاطرة وأكل مال بغير عوض. (بداية المجتهد ونهاية المقتصد: (۵/۸)، الباب الرابع في بيوع الشرط والثنيا، ط: دار الكتب العلمية، بيروت).

سنن ابن ماجه: ص: ۱۵۸، أبواب التجارات، باب بيع العربان، ط: قديمي.

إعلاء السنن: (۱۴/۱۶۶)، كتاب البيوع، باب النهي عن بيع العربان، ط: إدارة القرآن.

(۲) يعرف إلى أن يغلب على رأيه أن صاحبه لا يطلبه بعد ذلك، فبعد ذلك في القليل إن جاء صاحبها دفعها إليه، وإن لم يجيء فهو بالخيار إن شاء أمسكها حتى يجيء صاحبها وإن شاء تصدق بها، فإن تصدق ثم جاء صاحبها كان صاحبها بالخيار إن شاء أجاز الصدقة ويكون الثواب له، وإن لم يجز الصدقة فإن كانت قائمة في يد الفقير يأخذها من الفقير، وإن لم تكن قائمة كان له الخيار إن شاء ضمن الفقير وإن شاء ضمن الملتقط... فإن ضمن الملتقط ملكها الملتقط من وقت الأخذ فيكون الثواب له. (الخانية على هامش الهندية: (۳/۳۸۹)، كتاب اللقطة، ط: رشيديه).

الدر مع الرد: (۴/۲۷۹، ۲۸۰)، كتاب اللقطة، ط: سعيد.

البحر الرائق: (۵/۱۹۴)، كتاب اللقطة، ط: سعيد.

سوداواپس کرنا

☆سوداواپس کرنے کی عام طور پر تین صورتیں ہیں:

☆بیع یعنی خرید وفروخت کے لفظ کے ساتھ سوداواپس کرے، یعنی خریدار اپنے بائع سے کہے کہ یہ چیز میں نے آپ کے ہاتھ فروخت کی، اور بائع نے قبول کرلی، یا بائع کہے کہ واپس نہیں لیتا، البتہ آپ سے خریدتا ہوں، اور خریدار قبول کرلے تو یہ بائع، مشتری اور دیگر سب لوگوں کے حق میں بیع شمار ہوگی، اقالہ نہیں ہوگا۔ (۱)

نوٹ: یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مشتری نے چیز واپس کرنے سے پہلے پوری قیمت ادا کردی ہو ورنہ پوری قیمت ادا کرنے سے پہلے دوبارہ آپس میں سودا کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (۲)

☆خریدار قیمت کی ادائیگی کے بعد جب سوداواپس کرنا چاہے، اور بائع کہے کہ میں سوداواپس نہیں لیتا، البتہ میں آپ سے خرید لیتا ہوں، اور خریدار راضی ہوجائے تو یہ کسی بھی قیمت پر خریدنا جائز ہوگا، خواہ سابقہ قیمت پر ہو یا اس سے کم

---

(۱)ولو بلفظ البیع فبیع إجماعا۔قوله: بلفظ البیع) کما لو قال البائع له بعنی ما اشتریت فقال: بعت کان بیعا بحر. (الدر مع الرد: (۱۲۷/۵)، کتاب البیوع، باب الإقالة، مطلب تحریر مهم فی إقالة الوکیل بالبیع، ط:سعید)۔

البحر الرائق: (۱۰۳/۶)، کتاب البیع، باب الإقالة، ط:سعید۔

حاشیة الطحطاوی علی الدر: (۹۱/۳)، کتاب البیوع، باب الإقالة، ط:المکتبة العربیة۔

اللباب فی شرح الکتاب: (۲۱۸/۱)، کتاب البیوع، باب الإقالة، ط:قدیمی۔

(۲) ولا یجوز شراء ما باع البائع...بأقل مما باع...قبل نقد کل الثمن الأول أو بعضه وإن بقی من ثمنه درهم کما فی السراج۔(مجمع الأنهر: ۸۸/۳)، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، ط:دار الکتب العلمیة)

الدر مع الرد: (۷۳/۵)، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب فی التداوی بلبن البنت للرمد قولان، ط:سعید۔

حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: (۷۳/۳)، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، ط:المکتبة العربیة۔

وبیش قیمت پر ہو بہر صورت جائز ہے کیونکہ دوسرے سودے کا تعلق پہلے سودے سے نہیں ہے۔ (۱)

☆ اگر سودے کو فسخ کرنے یا اس کو چھوڑنے یا رد کرنے کے الفاظ کے ساتھ سودے کو واپس کیا تو وہ واپس کرنے والے اور واپس لینے والے اور دیگر تمام لوگوں کے حق میں فسخ شمار ہوگا، بیع شمار نہیں ہوگی۔ (۲)

☆ اگر اقالہ کے لفظ کے ساتھ سودے کو واپس کیا، مثلاً خریدار نے بائع سے کہا کہ سودے کا اقالہ کرلے، تو یہ عاقدین کے حق میں فسخ شمار ہوگا، اور دوسرے کے حق میں جدید بیع شمار ہوگی۔ (۳)

سود اور تجارتی منافع میں فرق

تجارتی منافع اور سود میں فرق یہ ہے کہ تجارت اور بیع میں جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ مال کے عوض ہوتا ہے، اور قرض میں جو منافع لیا جاتا ہے وہ بلا عوض لیا جاتا

---

(۱) انظر رقم الحاشية: ۱، على الصفحة السابقة۔

(۲) ولو بلفظ مفاسخة أو متاركة أو تراد لم تجعل بيعا اتفاقا۔ قوله: ولم تجعل بيعا اتفاقا) إعمالا لموضوعه اللغوى ط عن الدرر۔ (الدر مع الرد: (۱۲۷/۵)، كتاب البيوع، باب الإقالة، مطلب تحرير مهم في إقالة الوكيل بالبيع، ط: سعيد)۔

مجمع الأنهر: (۱۰۵/۳)، كتاب البيوع، باب الإقالة، ط: دار الكتب العلمية۔

البحر الرائق: (۱۰۳/۶)، كتاب البيع، باب الإقالة، ط: سعيد۔

حاشية الطحطاوى على الدر المختار: (۹۱/۳)، كتاب البيوع، باب الإقالة، ط: المكتبة العربية۔

(۳) وحكم الإقالة أيضا أنها بيع جديد فى حق ثالث إذا تمت بلفظ الإقالة. (شرح المجلة لسليم رستم باز: (۷۳/۱)، قبيل المادة: ۱۹۰، الكتاب الأول فى البيوع، الباب الأول، الفصل الخامس فى إقالة البيع، ط: مكتبه فاروقيه)۔

(وهى) الاقالة (فسخ فى حق المتعاقدين... (بيع جديد فى حق غيرهما) لو بعد القبض بلفظ الإقالة. (اللباب فى شرح الكتاب: (۲۱۸/۱)، كتاب البيوع، باب الإقالة، ط: قديمى)۔

الدر المختار مع الرد: (۱۲۷/۵)، كتاب البيوع، باب الإقالة، مطلب تحرير مهم فى إقالة الوكيل بالبيع، ط: سعيد۔

ہے، مثلاً اگر کسی نے ایک گز کپڑا سو روپے میں خریدا پھر اس کو ایک سو دس روپے میں فروخت کیا، تو جس طرح سو روپے کو ایک گز کپڑے کا بدل قرار دیا جائے گا، اسی طرح ایک سو دس روپے کو بھی ایک گز کپڑے کا بدل قرار دیا جائے گا، لہٰذا یہ حلال ہے، بلکہ ایک گز سو روپے کے کپڑے کو اگر ایک سو دس روپے کی جگہ ایک سو پندرہ یا ایک سو بیس روپے میں فروخت کرے تب بھی یہ منافع چونکہ مجموعہ کپڑے کے عوض میں ہے اس لئے جائز وحلال ہے، البتہ یہ دوسری بات ہے کہ مارکیٹ کے بھاؤ سے بہت زیادہ قیمت وصول کرنا غبن فاحش ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے، لیکن پھر بھی یہ سود کی طرح حرام نہیں ہے۔

لیکن اگر کسی دوسرے کو ہزار روپیہ قرض دیا ہے، تو اس سے اگر ایک ہزار دس روپیہ لیتا ہے، تو ایک ہزار روپیہ تو قرض کے بدلے اور عوض میں ہوئے، لیکن دس روپیہ زائد اور بلا عوض اور بلا بدل ہوئے، اس لئے اس کا لینا سود ہے، ناجائز اور حرام ہے۔

واضح رہے کہ سود میں مقدار کی کمی بیشی سے کچھ فرق نہیں پڑتا، سود ہر حال میں حرام وناجائز ہے، مثلاً سو روپے پر ایک روپیہ منافع لینا جیسا سود ہے، دس روپے کا منافع لینا بھی سود ہے۔

اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ سونا چاندی اور اس کے متبادل نقد اور رائج الوقت سکوں میں جبکہ جنس متحد ہو تو تقابل کے وقت "مقابلة الأجزاء بالأجزاء" ہوگا، مثلاً ایک روپے کے عوض میں اگر کسی نے دو روپے لئے تو ایک روپیہ کے اجزاء ایک روپیہ کے عوض میں ہوں گے، باقی ایک روپیہ بلا عوض ٹھہرے گا۔

اور جب جنس مختلف ہو تو اس وقت "مقابلة الأجزاء بالأجزاء" نہیں ہوگا، بلکہ مجموعہ کا تقابل مجموعہ سے ہوگا، مثلاً کسی نے ایک ڈالر کے عوض میں اگر سو

روپے لئے تو ایک ڈالر کے مجموعہ کو پورے سو روپے کے مجموعے کے مقابل ٹھہرائیں گے، ایسا نہیں کہ ایک ڈالر کے بدلے میں ایک روپے کو اور ۹۹ روپے کو سود قرار دیا جائے، کیونکہ دونوں کی حیثیت میں فرق ہونے کی وجہ سے مالیت اور منافع اور مقصد میں بہت فرق ہے اور دو ملکوں کی کرنسی ہونے کے اعتبار سے جنس میں فرق بھی ہے، اس فرق کے باوجود دونوں کا مقابلہ اجزا کے اعتبار سے کرنا اور دونوں میں فرق کا لحاظ نہ کرنا عقل و دانش کی بات نہیں ہوگی، اس واسطے کہ مختلف الجنس نقود اور اشیاء میں مقابلہ مجموعہ کا مجموعہ سے ہوتا ہے، اجزاء سے نہیں ہوتا، اور متحد الجنس نقود میں اجزاء کا مقابلہ اجزاء سے ہوتا ہے۔

بہر حال یہ فرق تو صرف سمجھانے کے لئے بیان کیا ہے، ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کے قول کی کوئی وجہ بھی بیان نہ کی جائے، پھر بھی قرض پر سود اور منافع لینا جائز نہیں ہوگا، اور تجارت اور بیع پر منافع لینا جائز ہوگا، جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں دونوں کو برابر قرار دیتے ہوئے حلال قرار دیتا ہے، اس کی دلیل اور استدلال کی مثال اس طرح ہے کہ جیسا کہ کوئی کہے کہ بیوی جس طرح عورت ہے، ماں بہن بھی عورت ہیں، اگر بیوی حلال ہے تو ماں بہن اور بیٹی بھی حلال ہے، کیونکہ عورت ہونے کے اعتبار سے سب برابر ہیں، ایک کی حلت اور دوسری کی حرمت سمجھ سے باہر ہے۔

دوسری مثال یہ ہے کہ کوئی کہے کہ چوپائیوں میں بکرے، بھیڑ، دنبے جس طرح جانور ہیں تو کتے، بھیڑیے، چیتے بھی جانور ہیں، سب ایک جیسے ہیں، جسامت اور شکل و شباہت میں سب ملتے جلتے ہیں، لہٰذا سب جانور حلال ہونے چاہئیں، حالانکہ شریعت نے پہلی قسم کے جانوروں کو حلال اور دوسری قسم کے جانوروں کو حرام قرار دیا ہے، لہٰذا جس طرح حلال اور حرام عورتوں میں فرق نہ کرنا، اور حلال جانور اور حرام میں فرق نہ کرنا حد درجہ بے وقوفی اور بے عقلی ہے، اسی طرح سود اور تجارتی

منافع میں فرق نہ کرنا بھی حد درجہ بے وقوفی اور بے عقلی کی بات ہے۔ (۱)

”سودا“ ہر اعتبار سے صاف ہونا ضروری ہے

بیچنے اور خرید نے میں یہ بھی ضروری ہے کہ جو سودا خریدے ہر طرح سے اس کو صاف کر لے، کوئی بات گول مول نہ ہو، تا کہ دونوں کے درمیان جھگڑا نہ ہو، اسی طرح قیمت بھی صاف صاف مقرر کریں، اگر دونوں میں سے ایک چیز بھی اچھی

(۱) قال الله تعالی: أحل الله البیع وحرم الربا۔ (سورة البقرة: ۲۷۵)۔

وذکر القفال رحمه الله تعالی الفرق بین البابین، فقال: من باع ثوبا یساوی عشرة بعشرین فقد جعل ذات الثوب مقابلا بعشرین، فلما حصل التراضی علی هذا التقابل صار کل واحد منهما مقابلا للآخر فی المالیة عندهما، فلم یکن أخذ من صاحبه شیئا بغیر عوض، أما إذا باع العشرة بالعشرة فقد أخذ العشرة الزائدة من غیر عوض، ولا یمکن أن یقال: إن غرضه هو الإمهال فی مدة الأجل لأن الامهال لیس مالا أوشیئا یشار إلیه حتی یجعله عوضا عن العشرة الزائدة، فظهر الفرق بین الصورتین. (تفسیر الرازی: (۱۰۳۹/۱)، سورة البقرة: ۲۷۵، ط: دار احیاء التراث العربی)۔

اللباب فی علوم الکتاب: (۴۵۲/۴)، سورة البقرة: ۲۷۵، ط: دار الکتب العلمیة۔

أما بیعها (أی السیف المحلی بالفضة) بالفضة فعلی أربعة أوجه: إن کان یعلم أن فضة الحلیة أکثر فهو فاسد، وکذلک إن کانت الحلیة مثل النقد فی الوزن، لأن الجفن والحمائل فضل خال عن العوض، فإن مقابلة الفضة بالفضة فی البیع تکون بالأجزاء. (المبسوط للسرخسی: (۵/۱۴)، کتاب الصرف، ط: دار المعرفة)۔

استدل الحنفیة علی أن علة الربا هی الکیل أو الوزن: بأن التساوی أو المماثلة فی العوضین شرط فی صحة البیع، وحرمة الربا لوجود فضل مال خال عن العوض، وهذا یوجد فی غیر المنصوص علیه فی الحدیث السابق، مثل الجص والحدید ونحوهما. والتساوی أو المماثلة بین الشیئین یکون باعتبار الصورة والمعنی والقدر المتفق (وهو الکیل أو الوزن) یحقق المماثلة صورة، والجنس یحقق المماثلة معنی، لأن المجانسة فی الأموال عبارة عن تقارب المالیة، فالقفیز یماثل القفیز، والدینار یماثل الدینار، فیکون القفیز الزائد فضل مال خال عن العوض یمکن التحرز عنه فی عقد المعاوضة، فکان ربا. (الفقه الإسلامی وأدلته: (۳۷۱۵/۵)، الربا، المطلب الثالث مذاهب الفقهاء فی علة الربا، ط: رشیدیه)۔

بدائع الصنائع: (۱۸۴/۵)، کتاب البیوع، فصل وأما شرائط الصحة فأنواع، ط: سعید۔

معارف القرآن للکاندهلوی: (۵۲۸/۱، ۵۲۷)، سورة البقرة: ۲۷۵، عنوان: ”بیع اور سود میں فرق“، ط: مکتبة المعارف۔

طرح معلوم اور طے نہیں ہوگی تو بیع صحیح نہیں ہوگی۔ [1]

۱۵۸ سودا ہونے کے بعد اس پر قائم رہنا

جب بائع (سیلر) اور مشتری (خریدار) نے قیمت وصول کرکے، کسی چیز کا سودا کرلیا تو اس کی پابندی کرنا ضروری ہے، اگر چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے چیز کی قیمت بڑھ گئی تو بائع زیادہ قیمت نہیں لے سکتا، اور اگر قیمت کم ہوگئی تو خریدار قیمت بھی کم نہیں کراسکتا، اور لینے سے انکار بھی نہیں کرسکتا، کیونکہ سودا ہونے کے بعد اس پر پابندی کرنا ضروری ہے، [2] ہاں اگر سودا ختم کرنے کا ارادہ ہے تو بائع اور مشتری دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔ [3]

---

(۱) ومنها أن يكون المبيع معلوما وثمنه معلوما علما يمنع المنازعة، فإن كان أحدهما مجهولا جهالة مفضية إلى المنازعة فسد البيع. (بدائع الصنائع: (۱۵۶/۵)، كتاب البيوع، فصل وأما شرائط الصحة فأنواع، ط: سعيد)۔

البحر الرائق: (۲۶۰/۵)، كتاب البيع، ط: سعيد۔

الفتاوى الهندية: (۳/۳)، كتاب البيوع، الباب الأول في تعريف البيع وركنه... إلخ، ط: رشيديه۔

(۲) وكذا لو جاء رجل إلى بائع الحنطة ودفع له خمسة دنانير وقال: بكم تبيع المد من هذه الحنطة؟ فقال: بدينار فسكت المشتري، ثم طلب منه الحنطة، فقال البائع: أعطيك إياها غدا ينعقد البيع أيضا وإن لم يجر بينهما الإيجاب والقبول وفي هذه الصورة لو ارتفع سعر الحنطة في الغد إلى دينار ونصف يجبر البائع على إعطاء الحنطة بسعر المد بدينار وكذا بالعكس لو رخصت الحنطة وتدنت قيمتها فالمشتري مجبر على قبولها بالثمن الأول. (مجلة الأحكام العدلية: (۳۶/۱)، رقم المادة: ۱۷۵، الكتاب الأول في البيوع، الباب الأول، الفصل الثاني في بيان لزوم موافقة القبول الإيجاب، ط: نور محمد)

شرح المجلة لسليم رستم باز: (۶۵/۱، ۶۴)، رقم المادة: ۱۷۵، ط: مكتبه فاروقيه۔

شرح المجلة لخالد الأتاسي: (۳۸/۲، ۳۷)، رقم المادة: ۱۷۵، ط: رشيديه

الشامية: (۵۱۳/۴)، كتاب البيوع، قبيل مطلب البيع بالتعاطي، ط: سعيد۔

(۳) وأما شرائط صحة الإقالة فمنها رضا المتقايلين. (بدائع الصنائع: (۳۰۸/۵)، كتاب البيوع، فصل وأما بيان ما يرفع حكم العقد، ط: سعيد)۔

البحر الرائق: (۱۰۱/۶)، كتاب البيوع، باب الإقالة، ط: سعيد۔

للعاقدين أن يتقايلا البيع برضاهما بعد انعقاده. وقال العلامة سليم رستم: فالرضا شرط في الإقالة=

سودا ہونے کے بعد مال تاخیر سے دینا

خریدار نے بائع (سیلر) یا دکاندار سے کہا کہ چینی کیا دام ہے؟ بائع یا دکاندار نے کہا ستر روپے کلو، تھوڑی دیر کے بعد خریدار نے بائع یا دکاندار سے وہی چینی پانچ کلو طلب کی، بائع یا دکاندار نے کہا کہ میں آپ کو کل دے دوں گا، تو اس طرح کرنے سے ان کے درمیان سودا ہو گیا اب آئندہ اگر وہی چینی مہنگی ہو گئی تو بائع یا دکاندار اس خریدار کو مہنگے دام سے نہیں دے گا، بلکہ ستر روپے کلو کے حساب سے دے گا، اسی طرح اگر چینی سستی ہو گئی تو خریدار ستر روپے کلو کے حساب سے لینے سے انکار نہیں کر سکتا۔

اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ چینی پہلے سے بائع یا دکاندار کے پاس موجود ہو، لیکن وہ ان کی ادائیگی تاخیر سے کرتا ہے۔ (۱)

اور اگر چیز موجود ہی نہ ہو، اور سودا ہو جانے کے بعد بائع وہ چیز بعد میں حوالہ کرے تو یہ سودا ناجائز اور باطل ہے، اور جب بائع چیز حوالہ کر دے گا تو بیع تعاطی بھی نہیں ہوگی۔ (۲)

= كمافي سائر العقود. (شرح المجلة لسليم رستم باز: (۱/۷۴)، رقم المادة: ۱۹۰، الكتاب الأول في البيوع، الباب الأول، الفصل الخامس في إقالة البيع، ط: مكتبه فاروقيه)۔

(۱) انظر رقم الحاشية: ۲، على الصفحة السابقة۔

(۲) يلزم أن يكون المبيع موجودا. قال العلامة سليم رستم باز: فبيع المعدوم باطل. (شرح المجلة لسليم رستم باز: (۱/۷۸)، رقم المادة: ۱۹۷، الكتاب الأول في البيوع، الباب الثاني، الفصل الأول: في شروط المبيع وأوصافه، ط: مكتبه فاروقيه)

وأما شرائط المعقود عليه فأن يكون موجودا... فلم ينعقد بيع المعدوم. (البحر الرائق: ۵/ ۲۵۹)، كتاب البيع، ط: سعيد۔

يشترط في بيع التعاطي أن يسمى الثمن وأن يكون المبيع موجودا. (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۱/۱۴۴)، شرح المادة: ۱۷۵، الكتاب الأول في البيوع، الباب الأول، الفصل الأول فيما يتعلق بركن البيع، ط: دار الجيل)

سودا ہونے کے بعد مال حوالہ کرنا لازم ہے

''بیع کے بعد مشتری چیز کا مالک بن جاتا ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

سود پر سرمایہ حاصل کرنا

ایکسپورٹ وغیرہ کے لئے سود کی بنیاد پر سرمایہ لینا یا سودی قرضہ لینا ناجائز اور حرام ہے،[1] مزید تفصیل کے لئے'' ایکسپورٹ کرنے کے لئے سرمایہ کا حصول'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

سود پر قرض دینے والے دو ادارے

اس وقت دنیا میں بڑے ادارے مختلف ملکوں کو سود پر قرض دیتے ہیں تقریباً ایک سو اسی (۱۸۰) سے زائد ممالک کسی نہ کسی سطح پر ان دو اداروں (ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف) کے زیر اثر ہیں۔ یہ ادارے نہ صرف ملکوں کو کنٹرول کرتے ہیں بلکہ ان کی سیاست، سفارت کاری، ثقافت اور بیوروکریسی پر بھی حکومت کرتے ہیں، یہ جس ملک سے ناراض ہو جائیں یا اس ملک کے صاحبان اقتدار ان کی ہاں میں ہاں نہ ملائیں تو وہ ملک سسکنا شروع ہو جاتا ہے، صرف انہی ملکوں کی صنعت و تجارت ترقی

---

(۱) عن جابر رضی اللہ عنہ قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربا و مؤکلہ و کاتبہ و شاھدیہ وقال: ھم سواء۔ (صحیح مسلم: (۲/ ۲۸)، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب الربا، ط: قدیمی)۔

مشکاۃ المصابیح: (ص: ۲۴۴)، کتاب البیوع، باب الربوٰ، الفصل الأول، ط: قدیمی۔

سنن أبی داود: (۲/ ۱۱۷)، کتاب البیوع، باب اکل الربا و مؤکلہ، ط: مکتبہ امدادیہ ملتان۔

ربا الجاھلیۃ: قال العلامۃ الجصاص: الربا الذی کانت العرب تعرفہ وتفعلہ إنما کان قرض الدراھم والدنانیر إلی أجل بزیادۃ علی مقدار ما استقرض علی ما یتراضون بہ۔ وقال فی موضع آخر: معلوم أن ربا الجاھلیۃ إنما کان قرضا مؤجلا بزیادۃ مشروطۃ فکانت الزیادۃ بدلا من الأجل فأبطلہ اللہ تعالی وحرمہ۔ فما یستقرضہ المسلم من المصرف سواء کان للتجارۃ أو زواج أو شراء مسکن...... کل ذلک ربا۔ (الکافی فی الفقہ الحنفی: (۳/ ۱۳۴)، کتاب البیوع، باب الربا، ربا الجاھلیۃ، ط: مؤسسۃ الرسالۃ)۔

کی شاہراہ پر گامزن ہوتی ہے، جس ملک کو یہ ترقی کی اجازت دیتے ہیں۔ جب یہ کسی سے خوش ہوتے ہیں تو اس کے لئے اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیتے ہیں، اور اگر ناراض ہوتے ہیں تو حکمرانوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ عوام کو مہنگائی کی چکی میں پیس کر رکھ دیں، ان کے لئے ضروریات زندگی ٹیکس لگا کر مہنگی کردیں، بجلی گیس اور پیٹرول میں خاطر خواہ اضافہ کردیں، اس جمہوری دور میں جب ضروریات زندگی گراں اور مہنگی ہوتی ہیں تو عوام جلسوں اور جلوسوں کی شکل میں حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حکمران مسند اقتدار سے جلد فارغ ہوکر گھر جا بیٹھتا ہے انکار کرتا ہے تو اسے ''دیوالیہ'' ہونے کی خوشخبری سنادی جاتی ہے، اس کے لئے ''نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن'' والا معاملہ ہوجاتا ہے۔ [۱]

سود پر قرض لینا

سود لینا اور دینا دونوں ہی بہت ہی بڑے گناہ اور معصیت کے کام ہے، اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کا اعلان کرنا ہے، [۲] اور سود کے ایک درہم کا گناہ اپنی ماں سے ۳۶ دفعہ ناجائز تعلق قائم کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے، [۳]

---

(۱) (پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور تجارت تالیف جناب حکیم محمود احمد ظفر (صفحہ: ۲۸۳) ط: بیت العلوم لاہور)

(۲) یاایها الذین آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقی من الربا إن کنتم مؤمنین فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله. (سورة البقرة: ۲۷۸، ۲۷۹)۔

(۳) عن عبد الله بن حنظلة غسیل الملائکة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: درهم الربا یأکله الرجل وهو یعلم أشد من ستة وثلاثین زنیة. (مسند الإمام أحمد: (۲۹۶/۲)، رقم الحدیث: ۲۱۵۰، حدیث عبد الله بن حنظلة بن الراهب بن أبی عامر الغسیل غسیل الملائکة رضی الله عنه، ط: دار احیاء التراث العربی)

کنز العمال: (۱۰۶/۴)، رقم الحدیث: ۹۷۶۱، کتاب البیوع، الباب الرابع: فی الربا، الفصل الأول: فی الترهیب عنه، ط: مؤسسة الرسالة۔

مجمع الزوائد: (۲۱۰/۴، ۲۱۱)، رقم الحدیث: ۶۵۷۳، کتاب البیوع، باب ماجاء فی الربا، ط: دار الفکر۔

مشکاة المصابیح: (ص: ۲۴۶، ۲۴۵)، کتاب البیوع، باب الربا، الفصل الثالث، ط: قدیمی۔

اس لئے سودی قرض لینا اور دینا جائز نہیں ہے، اس سے بچنا ضروری ہے، ورنہ آخرت کے عذاب کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی خیر و برکت سے محرومی رہے گی۔ (۱)

ہاں اگر آدمی شدید مجبور ہو اور ذریعۂ معاش اور بنیادی ضرورت مثلاً کھانے کپڑے اور مکان کی تکمیل قرض کے بغیر ممکن نہ ہو اور کہیں سے بلا سودی قرضہ نہ ملے تو مجبوراً بقدرِ ضرورت سودی قرضہ لے کر کھانا، کپڑا اور مکان خریدنے کی اجازت ہوگی، محض تعیش، آرام طلبی، اور معاشی معیار بلند کرنے کے لیے سودی قرضہ لینا جائز نہیں ہوگا، یہ مسئلہ حد سے زیادہ نازک ہے، اس میں حد سے زیادہ احتیاط کرنا ضروری ہے، ورنہ آخرت میں تباہی ہوگی۔ (۲)

سود چھتیس بار زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی سود کا ایک درہم کھائے حالانکہ اسے پتہ

---

(۱) أنظر رقم الحاشية: ۱، على الصفحة: ۱۶۰۔ (عن جابر رضي الله عنه قال: لعن رسول الله)

(۲) وفي القنية والبغية: يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح۔ (الأشباه والنظائر: (ص: ۹۳)، الفن الأول، قبيل القاعدة السادسة، ط: قديمي)۔

وذالك نحوه أن يقترض عشرة دنانير مثلا ويجعل لربها شيئا معلوما في كل يوم ربحا۔ (حاشية الحموي على الأشباه: (۱/۲۶۷)، القاعدة الخامسة: الضرر يزال، ط: إدارة القرآن)۔

وعن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى لعن رسول الله ﷺ اكل الربا ومؤكله و كاتبه وشاهديه وقال هم سواء، ولا يحل الا عند الضرورة الملجئة، استناداً للقاعدة الفقهية ۔[الضرورات تبيح المحظورات] التي استمدت حجيتها من الآية الكريمة { إنما حرم عليكم الميتة والدم و لحم الخنزير... فمن اضطر غير باغ ولا عادٍ فلا إثم عليه }۔ (البقرة: ۱۷۳) فمن الجأته الضرورة إلى الأكل من هذه المحرمات فيباح له ذلك بشرط أن يأكل منها غير قاصد التلذذ، وألا يتعدى في مقدار ما يأكل حد الضرورة، بل بقصد دفع الضرورة و حفظ الحياة فالضرورات تقدر بقدرها... وهذا الحكم أيضا ينسحب على الربا، فهو محظور لا يحل الا في حال الضرورة الملجئة۔ (الفقه الحنفي في ثوبه الجديد: (۳/۲۵۰)، انواع الربا، الضرورات تبيح المحظورات، ط: دار القلم دمشق)۔

بھی ہے کہ سود کا ہے تو یہ چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔(۱)

سود حرام ہونے کی بنیادی وجوہات

سود حرام ہونے کی بنیادی وجوہات یہ ہیں کہ اس سے لوگوں کے اندر رحم دلی کی جگہ سنگدلی اور بے رحمی پیدا ہوتی ہے، سخاوت کی جگہ بخل پیدا ہوتا ہے، معاشی ہمدردی کی جگہ معاشی کھنچاؤ پیدا ہوتا ہے، انسانی ہمدردی کی جگہ انسان کا خون چوسنے کی عادت پڑتی ہے، جبکہ شریعت کا منشاء اور مقصد یہ ہے کہ ایک ضرورت مند انسان کی ضرورت کو دیکھ کر دوسرے انسان کے دل میں رحم دلی پیدا ہو اور وہ سخاوت کا مظاہرہ کرے، اپنے بھائی کی ہمدردی کرے، اور بے غرض ہو کر اس کی مدد کرے، اگر دوسرے کو قرض دے تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی خوشنودی کو مدنظر رکھ کر مقروض کو بلا کسی منافع کے قرض دے، اور اس سے کوئی معاملہ کرے تو ایسا کوئی معاملہ نہ کرے جس سے بخل پیدا ہوتا ہو، ہمدردی کی جگہ نفرت پیدا ہوتی ہو، معاشی تعاون کی جگہ عدم تعاون پیدا ہوتا ہو، اسی واسطے سود کے جتنے معاملات اور کاروبار ہیں، شریعت اسلامیہ نے سب کو حرام قرار دیا ہے، کیونکہ اس سے وہ تمام اخلاق رذیلہ پیدا ہوتے ہیں جن کی وجہ سے انسان سے انسانیت ختم ہوجاتی ہے، اور اس

---

(۱) عن عبداللہ بن حنظلة غسيل الملائكة. قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم درهم ربا ياكله الرجل وهو يعلم اشدُّ من ستة وثلاثين زنية. رواه احمد والطبراني في الكبير (الترغيب والترهيب: (۳/ ۲۱۲)، كتاب البيوع، الترهيب من الرباء ط: دار الكتب العلمية.)

مشكاة المصابيح: (ص: ۲٤٥، ۲٤٦) كتاب البيوع، باب الرباء الفصل الثالث، ط: قديمي.

مسند احمد: (٥/ ۲۲٥) رقم الحديث: ۲۲۰۰۷، حديث عبدالله بن حنظلة بن الراهب، ط: مؤسسة قرطبه.

كنز العمال: (٤/ ۱۰٦) رقم الحديث: ۹۷٦۱، كتاب البيوع من قسم الأقوال، الباب الرابع: في الربا، الفصل الأول: في الترهيب عنه، ط: مؤسسة الرسالة.

کے اندر حیوانیت اور درندگی پیدا ہوتی ہے۔[1]

سود خور جنت میں داخل نہیں ہوگا

سود خور جنت میں داخل نہیں ہوگا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ ان کو نہ جنت میں داخل کریں گے اور نہ ان کو جنت کی کوئی نعمت چکھائیں گے۔ ❶ دوام (ہمیشگی) کے ساتھ شراب پینے والا۔ ❷ سود کھانے والا۔ ❸ ناحق طور پر یتیم کا مال کھانے والا۔ ❹ اپنے ماں باپ کی نافرمانی

---

(۱) إن حكمة تحريم ربا النسيئة إجمالا: هي ما فيه من إرهاق المضطرين، والقضاء على عوامل الرفق والرحمة بالإنسان، ونزع فضيلة التعاون والتناصر في هذه الحياة، واستغلال القوى لحاجة الضعيف، وإلحاق الضرر العظيم بالناس، فإذا صارت النقود محلا للتعامل بزيادة ربوية، كالسلع العادية حالا أو نسيئة، اختل معيار تقويم الأموال الذي ينبغي أن يكون محدودا مضبوطا لا يرتفع ولا ينخفض. وإذا جاز ربا النسيئة في المطعومات ببيع بعضها ببعض لأجل، اندفع الناس إلى هذا البيع، طمعا في الربح، فيصبح وجود الطعام حالا عزيز المنال، فيقع الضرر في أقوات العالم. (الفقه الاسلامي وأدلته: (۳۷۱۳/۵)، الربا، المطلب الثالث مذاهب الفقهاء في علة الربا، حكمة التحريم، ط: رشيديه)۔

وأبدأ لتحريم الربا أمورا غير مطردة في كل أنواعه، ومن ثم قلت فيما مر إن بعضه تعبدي: منها: أنه إذا باع درهما بدرهمين نقدا أو نسيئة أخذ في الأول زيادة من غير عوض، وحرمة مال المسلم كحرمة دمه وكذا في الثاني لأن انتفاع الأخذ بالدرهم الزائد أمر موهوم، فمقابلة هذا الانتفاع الموهوم بدرهم زائد فيه ضرر أي ضرر. ومنها: أنه لو حل ربا الفضل لبطلت المكاسب والتجارات إذ من يحصل درهمين بدرهم كيف يتجشم مشقة كسب أو تجارة وببطلانهما تنقطع مصالح الخلق، إذ مصالح العالم لا تنتظم إلا بالتجارات والعمارات والحرف والصناعات. ومنها: أن الربا يفضي إلى انقطاع المعروف والإحسان الذي في القرض إذ لو حل درهم بدرهمين ما سمح أحد بإعطاء درهم بمثله. ومنها: أن الغالب غنى المقرض وفقر المستقرض، فلو مكن الغني من أخذ أكثر من المثل أضر بالفقير ولم يلق برحمة الرحمن الرحيم. (الزواجر عن اقتراف الكبائر: (۳۶۹/۱، ۳۷۰)، كتاب البيوع، الكبيرة التاسعة والسبعون والثمانون حتى الرابعة والثمانون بعد المائة أكل الربا، ط: دار الفكر، بيروت)۔

المفصل في احكام الربا لعلي بن نايف الشحود: (۱۲۵/۱)، الباب الثاني: النهي عن الربا في السنة النبوية، ط: مكتبة صيد الفوائد۔

کرنے والا۔ (۱)

سود خور کے پیٹ میں سانپ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: شب معراج میں میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ گڑھوں کی مانند بہت بڑے بڑے تھے، اور ان کے اندر سانپ بھرے ہوئے تھے جو پیٹ کے باہر ہی سے نظر آرہے تھے، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ یہ سود خور ہیں۔ (۲)

سود زنا سے بدتر ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کا ایک درہم جو آدمی قصداً کھالے وہ چھتیس دفعہ زنا کرنے سے بدتر ہے۔ (۳)

---

(۱) عن ابي هريرة قال: قال رسول الله صلي الله عليه وسلم: أربع حق على الله ان لا يدخلهم الجنة ولا يذيقهم نعيمها: مدمن الخمر، واكل الربا، واكل مال اليتيم بغير حق، رواه الحاكم۔ (الترغيب والترهيب: (۴۷۲/۳) رقم الحديث: ۲۸۷۵، كتاب البيوع، الترهيب من الربا، ط: دار الكتب العلمية)

المستدرك للحاكم: (۳۷/۲) كتاب البيوع، إن أربي الربا عرض الرجل المسلم، ط: دار المعرفة.

شعب الإيمان للبيهقي: (۳۹۷/٤) رقم الحديث: ۵۵۳۰، الباب الثامن والثلاثون من شعب الإيمان: وهو باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، ط: دار الكتب العلمية.

(۲) وعن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أتيت ليلة أسرى بي على قوم بطونهم كالبيوت فيها الحيات ترى من خارج بطونهم فقلت: من هؤلاء يا جبريل؟ قال: هؤلاء أكلة الربا۔ رواه أحمد وابن ماجه. (مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۶)، كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الثالث، ط: قديمی)

سنن ابن ماجه: (ص: ۱۶۴)، ابواب التجارات، باب التغليظ فی الربا، ط: قديمی۔

مجمع الزوائد: (۲۱۱/۴)، رقم الحديث: ۶۵۷۷، كتاب البيوع، باب ماجاء فی الربا، ط: دار الفكر، بيروت۔

(۳) وعن عبد الله بن حنظلة غسيل الملائكة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: درهم ربا يأكله الرجل وهو يعلم أشد من ستة وثلاثين زنية۔ رواه أحمد والدارقطنی. (مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۵، ۲۴۶)، كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الثالث، ط: قديمی)۔

مسند الإمام احمد: (۲۹۶/۲)، رقم الحديث: ۲۱۴۵۰، حديث عبد الله بن حنظلة بن الراهب =

سود سے پاک اشتہاری مہم

''اشتہاری مہم سود سے پاک ہو'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۸۸/۱)

سود سے پاک کرنا

بیع کو سود کے شبہ سے بھی پاک کرنا ضروری ہے، ورنہ بیع فاسد ہوجائے گی۔ [1]

سود کا ادنیٰ گناہ

سود کا ادنیٰ گناہ ماں سے بدکاری کے برابر ہے:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

=بن أبی عامر الغسیل غسیل الملائکة رضی اللہ عنہ، ط: دار احیاء التراث العربی۔

مجمع الزوائد: (۲۱۰،۲۱۱/۴)، رقم الحدیث: ۶۵۷۳، کتاب البیوع، باب ماجاء فی الربا، ط: دار الفکر، بیروت۔

کنز العمال: (۱۰۶/۴)، رقم الحدیث: ۹۷۶۱، کتاب البیوع، الباب الرابع فی الربا، الفصل الأول: فی الترهیب عنه، ط: مؤسسة الرسالة۔

(۱) وشرط الربا فی العقد مفسد. (بدائع الصنائع: (۱۹۲/۵)، کتاب البیوع، فصل وأما شرائط جریان الربا، ط: سعید)

وقال الحنفیة: اشتراط الربا فی البیع مفسد للبیع. (المفصل فی أحکام الربا: (۱۵۹/۱)، الباب الرابع: الخلاصة فی أحکام الربا عند الفقهاء، أولاً: فی الموسوعة الفقهیة، ط: مکتبة صید الفوائد)

وأیضا فیه (۱۶۹/۱)، الباب الرابع: الخلاصة فی أحکام الربا عند الفقهاء، ثانیا جاء فی کتاب الفقه الاسلامی، مکتبة صید الفوائد)۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنه: أن آخر مانزلت آیة الربوا، وأن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قبض ولم یفسرها لنا، فدعوا الربوا والریبة'' رواه ابن ماجه، والدارمی۔ (مشکاة المصابیح: (ص: ۲۴۶)، کتاب البیوع، باب الربوا، الفصل الثالث، ط: قدیمی)۔

سنن ابن ماجه: (ص: ۱۶)، ابواب التجارات، باب التغلیظ فی الربا، ط: قدیمی۔

قوله: فدعوا) أی أیها الناس (الربا والریبة) أی: شبهة الربا أو الشک فی شیء مما اشتملت علیه هذه الآیات أو الأحادیث، فإن الشک فی شیء من ذلک ربما یؤدی إلی الکفر۔ (مرقاة المفاتیح: (۵۷/۶، ۵۸)، کتاب البیوع، باب الربا، ط: رشیدیه)۔

وسلم نے فرمایا کہ سود کے بہتر دروازے ہیں، ان میں سے کم ترین یہ ہے کہ جیسے آدمی اپنی ماں کے پاس آئے، اور سب سے بڑا سود آدمی کا اپنے بھائی کی عزت کے بارے میں زبان درازی کرنا ہے۔ (۱)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود ستر گناہ رکھتا ہے، ان میں سے سب سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے بدکاری کرے۔ (۲)

سود کا انجام

سود کے انجام کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جتنا بھی زیادہ سود حاصل کر لے اس کا انجام قلت اور کمی ہی ہے۔ (۳)

---

(۱) عن البراء بن عازب قال: قال رسول الله صلي الله عليه وسلم الربا اثنان وسبعون باباً، ادناها مثل اتيان الرجل امه، واربي الربا استطالة الرجل في عرض اخيه. (الترغيب والترهيب: (٣/ ٤٧٣) رقم الحديث: ٢٨٨٥، كتاب البيوع، الترهيب من الربا، ط: دار الكتب العلمية)

المعجم الأوسط للطبراني: (١٥٨/٧) رقم الحديث: ٧١٥١، باب الميم، من اسمه: محمد، ط: دار الحرمين، القاهره.

مجمع الزوائد: (١١٧/٤) رقم الحديث: ٦٥٧٥، كتاب البيوع، باب ماجاء في الربا، ط: مكتبة القدس.

(٢) وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الربا سبعون باباً أدناها كالذي يقع على أمه. (الترغيب والترهيب: (٤٧٤/٣) رقم الحديث: ٢٨٧٨، كتاب البيوع، الترهيب من الرباء ط: دار الكتب العلمية)

مشكاة المصابيح: (ص: ٢٤٦)، كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الثالث، ط: قديمي.

سنن ابن ماجة: (ص: ١٦٤)، أبواب التجارات، باب التغليظ في الربا، ط: قديمي.

المستدرك للحاكم: (٣٧/٢) إن أربي الربا عرض الرجل المسلم، ط: دار المعرفة.

(٣) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما أحد اكثر من الربا الا كان عاقبة امره إلى قلة. (الترغيب والترهيب: (٣/ ٤٧٣)، رقم الحديث: ٢٨٩٥، كتاب البيوع، ط: دار الكتب العلمية)

سنن ابن ماجه: (ص: ١٦٤) أبوب التجارات، باب التغليظ في الربا، ط: قديمي.

كنز العمال: (١٠٥/٤) رقم الحديث: ٩٧٥٧، كتاب البيوع من قسم الأقوال، الباب الرابع: في الربا، الفصل الأول: في الترهيب عنه، ط: مؤسسة الرسالة.

سود کا حکم مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لئے برابر ہے

سود کا حکم مسلمان اور کافر دونوں کے لئے برابر ہے، جس طرح بیع فاسد میں مسلمان کے حق میں مبیع (بیچی گئی چیز) میں خبث اور خرابی ہوتی ہے، اسی طرح کافر کے حق میں بھی بیع فاسد میں خُبث ہوتا ہے۔ (۱)

سود کھانے اور کھلانے والے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اسے لکھنے والے، اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت بھیجی ہے، اور فرمایا کہ وہ گناہ میں برابر ہیں۔ (۲)

سود کھانے والے

سود کھانے والے قیامت کے دن اپنی قبروں سے اس حالت میں اٹھائے جائیں گے جیسے ان کو شیطان نے پکڑ کر حواس باختہ بنا دیا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ

---

(۱) وأما اسلام المتبايعين، فليس بشرط لجريان الربوٰا، فيجرى الربا بين أهل الذمة و بين المسلم والذمى، لأن حرمة الربوٰا ثابتة فى حقهم۔ (بدائع الصنائع: (۲۹۳/۳) فصل فى شرائط جريان الربوٰا، و: (۸۲/۶) ط: دار الكتب العلمية، بيروت)۔

البحر الرائق: (۱۷۳/۶)، كتاب البيع، باب المتفرقات، ط: سعيد۔

تبيين الحقائق: (۱۲۶/۴)، كتاب البيوع، باب المتفرقات، ط: امداديه، ملتان۔

(۲) عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم أكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال: هم سواء، رواه مسلم وغيره. (الترغيب والترهيب: (۴۷۱/۳) كتاب البيوع، باب الترهيب من الربا، ط: دار الكتب العلمية)

صحيح مسلم: (۲۷/۲) كتاب البيوع، باب الربا، ط: قديمي.

مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۴) كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الأول، ط: قديمي.

الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ (١)

ترجمہ وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔

مطلب یہ ہے کہ سودی لوگ قبروں سے پاگلوں اور دیوانوں کی طرح نکلیں گے لہٰذا ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ اس کی قباحت، شناعت اور حرمت کا احساس کرے اور فوری طور پر اس سے جان چھڑائے اور توبہ استغفار کرے، کسی بھی طرح سود سے فائدہ اٹھانا، مثلاً کھانا، پینا، لباس، سواری، رہائش، اخراجات بچوں کی پڑھائی وغیرہ کو سود کی آمیزش اور ملاوٹ سے بچانا چاہئے۔

سود کی رقم سے ٹیکس ادا کرنا

"بینک کے سود سے انکم ٹیکس ادا کرنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔(٢٥٦/٢)

سود کی رقم سے خرید وفروخت کرنا

"حرام رقم سے خرید وفروخت کرنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔(١٨٧/٣)

سود کی ستر سے زائد برائیاں ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود کے گناہ کے ستر درجات ہیں، سب سے ادنیٰ درجہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے کے برابر ہے۔ (٢)

(١)(البقرة:٢٧٦)

(٢)وعن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الربا سبعون جزءا أیسرها أن ینکح الرجل أمه۔(مشكاة المصابيح:ص:٢٤٦)، كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الثالث، ط:قديمى)
سنن ابن ماجه:ص:١٦٤)، ابواب التجارات، باب التغليظ فى الربا، ط:قديمى۔
كنز العمال:(١٠٥/٤)، رقم الحديث:٩٧٥٥، كتاب البيوع، الباب الرابع: فى الربا، الفصل الأول فى الترهيب عنه، ط:مؤسسة الرسالة۔

مطلب یہ ہے کہ سود کا گناہ اتنا خطرناک اور بدترین گناہ ہے کہ اس کا ادنیٰ درجہ بھی اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے کے برابر ہے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فساد کے اس پرفتن دور میں بھی کسی غیرت مند انسان کے لئے اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنا تو دور کی بات ہے، کوئی ایسی بات سوچ بھی نہیں سکتا ہے کہ اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے گناہ کو اس سے بھی بدتر قرار دیا ہے، ایسے ارشادات سننے کے بعد بھی سودی معاملے کو ترک نہ کرنا بہت بڑی افسوس کی بات ہوگی۔

سود کی شرح کو معیار بنانا

مروجہ اسلامی بینکوں میں اپنے منافع اور کرائے کے تعین کے لئے سودی فارمولے اور مروجہ سود کی شرح کو معیار بنایا جاتا ہے، اور یہ درست نہیں، مروجہ اسلامی بینک کے حامی حضرات اس بارے میں کوئی دلیل تو پیش نہیں کرتے البتہ ایک فرضی مثال بیان کر کے اس کے جواز پر استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور وہ مثال یہ ہے کہ:

"زید اور خالد دو بھائی ہیں، زید لوگوں کو سود پر قرض دیتا ہے، جبکہ خالد گارمنٹس کا کاروبار کرتا ہے، خالد یہ کہتا ہے کہ میں اپنے گارمنٹس کے کاروبار سے کم از کم اتنا منافع ضرور حاصل کروں گا جتنا میرا بھائی زید سود لیتا ہے، چنانچہ وہ اپنی اشیاء پر زید کی شرح سود کے مطابق نفع لے کر آگے فروخت کرتا ہے، اگرچہ خالد کے لئے ایسا کرنا پسندیدہ نہیں لیکن اگر وہ خرید و فروخت کی تمام شرائط پوری کر رہا ہے تو اس کے کاروبار کو محض اس لئے ناجائز نہیں کہا جائے گا کہ اس نے شرح سود کو معیار بنایا ہے، اسی طرح اگر روایتی سودی بینکوں کی طرح اسلامی بینک بھی شرح سود کے مطابق کرایہ لیں تو یہ ناجائز نہیں ہوگا۔"(١)

(١) (اسلامی بینکوں میں رائج اجارہ (ص:١٣١، ١٣٢)

عام لوگ اس مثال کو پڑھ کر دھوکے میں آجاتے ہیں اور مروجہ اسلامی بینکوں میں نفع کے لئے سودی بینکوں کی شرح سود کو جو معیار بنایا گیا ہے اس کو جائز سمجھتے ہیں حالانکہ اس مثال میں اور اسلامی اور سودی بینکوں میں کوئی مناسبت نہیں مثلاً مروجہ اسلامی بینک ہو یا سودی بینک دونوں مالیاتی ادارے ہیں، اور مذکورہ مثال میں خالد زید کی طرح مالیاتی ادارہ بنا کر مالی وسائل مہیا کرنے کا کام نہیں کرتا بلکہ اس نے گارمنٹس کی دکان کھولی ہے جو واقعی تجارت ہے اور اس کا ارادہ بھی تجارت کا ہے، تو اس سے واضح ہوا کہ خالد کی دکان مالیاتی ادارہ نہیں بلکہ تجارت کی دکان ہے، لہٰذا دونوں کو ایک سمجھنا درست نہیں ہے، ہاں اگر خالد گارمنٹس کی دکان کھول کر تجارت کی آڑ میں وہی کچھ کرتا جو زید کر رہا ہے اور علماء کرام اس کو جائز قرار دیتے تو یہ مثال درست ہوتی حالانکہ حقیقت ایسی نہیں ہے۔

مذکورہ مثال میں خالد کا ادارہ مالیاتی ادارہ نہیں تجارتی ادارہ ہے اور زید کا ادارہ مالیاتی ادارہ ہے تجارتی ادارہ نہیں اور دونوں اداروں میں کوئی مناسبت نہیں لہٰذا اگر خالد نے اپنے منافع کا معیار شرح سود کو بنالیا ہے تو اس میں اعتراض کی بات نہیں لیکن یہاں معاملہ اس کے الٹ ہے کہ جس طرح سودی بینک مالیاتی ادارہ ہے اسی طرح مروجہ اسلامی بینک بھی مالیاتی ادارہ ہے، مالیاتی ادارہ ہونے میں دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اور مروجہ اسلامی بینک اجارہ وغیرہ کے نام پر مالیات کی سہولت فراہم کر کے فائدہ اٹھاتا ہے، حالانکہ حقیقت میں وہ اجارہ کا معاملہ ہی نہیں کرتا جس کی ایک واضح دلیل وہ معاہدہ ہے جو ابتدائی مرحلہ میں ماسٹر فنانسنگ ریگریمنٹ'' اصولی معاہدہ برائے تحویل'' کے عنوان سے بینک اور کلائنٹ کے درمیان طے پاتا ہے، جب یہ سرمایہ کی سہولت کا معاہدہ ہے تو اس میں مروجہ شرح سود کو معیار بنانا جائز نہیں ہے۔ (١)

(١) مروجہ اسلامی بینکاری از رفقاء دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ: (ص: ٢٥٨) ط: مکتبہ بینات۔

مزید یہ کہ خالد کا اپنے حلال منافع کے لئے شرح سود کو معیار بنانا ایک انفرادی عمل ہے اگر فقہی نقطۂ نظر سے اس کی کوئی گنجائش نکلتی بھی ہوتو اس کو ایک مستقل نظام کی حیثیت دینا درست نہیں کیونکہ بعض اوقات انفرادی عمل میں وہ خرابیاں نہیں پائی جاتیں جو اس کو ایک مستقل نظام کی صورت دینے سے رفتہ رفتہ اس میں پیدا ہوجاتی ہیں۔ (۱)

مروجہ اسلامی بینک کا بکنگ کی تاریخ سے قبضہ (Delivery) تک کی درمیانی مدت (Grace Period) میں اس رقم پر حاصل ہونے والے متوقع سود کو اپنی لاگت میں شمار کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ پیسوں کا متعین نفع سود ہے۔ (۲)

سودی بینک لیزنگ کے لئے جس وقت رقم فراہم کرتا ہے اسی تاریخ سے کرایہ لینا شروع کردیتا ہے خواہ کلائنٹ کو گاڑی چند ماہ بعد ملے، مروجہ اسلامی بینکوں کا لیزنگ کا طریق کار بھی یہی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ اسلامی بینک اس کو علیحدہ

---

(۱) ولا یجوز بالضعیف العمل ولا بہ یجاب من جاء یسئل
إلا لعامل لہ ضرورۃ أو من لہ معرفۃ مشہورۃ

وقد ذکر صاحب البحر فی الحیض فی بحث ألوان الدماء أقوالاً ضعیفۃ ثم قال: وفی المعراج عن فخر الأئمۃ لو أفتی مفتی بشیء من هذه الأقوال فی مواضع الضرورۃ طلباً للتیسیر کان حسنا وبه علم أن المضطر له العمل بذلک لنفسه کما قلنا وأن المفتی له الافتاء به للمضطر۔ فما مر من أنه لیس له العمل بالضعیف والإفتاء به، محمول علی غیر موضع الضرورۃ کما علمته من مجموعه ماقررناه والله تعالیٰ أعلم۔ (شرح عقود رسم المفتی: (ص:۸۷، ۸۳) ط: مکتبۃ البشریٰ)

البحر الرائق: (۳۳٤/۱) کتاب الطهارۃ، باب الحیض، ط: رشیدیه.

(۲) لقوله علیه السلام: "کل قرض جر منفعة، فهو ربا" أي في حکم الربا، فیکون عقد القرض باطلاً. (فیض القدیر للمناوي: (٤٤٨٧/٩) رقم الحدیث: ٦٣٣٦، مکتبه نزار مصطفی الباز ریاض)

عن علی أمیر المؤمنین رضي الله عنه، مرفوعا کل قرض جر منفعة فهو ربا. (إعلاء السنن: (٤٩٩/١٤) کتاب الحوالة، باب کل قرض جر منفعة فهو ربا، ط: إدارة القرآن)

کل قرض جر نفعاً، فهو حرام. (شامي: (١٦٦/٥) کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، فصل في القرض، ط: سعید.

وصول کرنے کی بجائے اپنے اخراجات میں شمار کرلیتا ہے، سودی بینک اس کو الگ لیتے ہیں اور اخراجات میں شمار نہیں کرتے۔

مروجہ اسلامی بینک بکنگ کی تاریخ سے قبضہ تک کی مدت کا منافع (سود) کس اصول کے تحت لاگت میں شمار کرتے ہیں اسلامی بینکوں کے محققین کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے، آخر میں یہ کہتے ہیں کہ فریقین باہمی رضامندی سے کوئی بھی کرایہ مقرر کرسکتے ہیں اس لئے بینک کے لئے بھی اس بات کی گنجائش ہے، مگر یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ قبضہ سے پہلے کرایہ لازم کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

سود مہلکات میں داخل ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

سات قسم کی مہلکات سے بچو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت فرمایا کہ: یارسول اللہ! وہ کون سے ہیں؟ تو ارشاد فرمایا:

❶ اللہ تعالیٰ کے ساتھ (ذات یا صفات میں) کسی کو شریک ٹھہرانا۔

❷ جادو کرنا۔

❸ کسی ایسے آدمی کو قتل کرنا جس کا قتل کرنا شرعاً حرام ہو۔

❹ سود کھانا۔

❺ یتیم کا مال کھانا۔

❻ کفار سے مقابلے کے وقت لڑائی سے منہ موڑنا (یعنی جہاد میں جبکہ کفار کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں دوگنا سے زیادہ نہ ہو، میدان جنگ چھوڑ کر

---

(۱) إذا تأخر الموجر في تسليم العين عن الموعد المحدد في عقد الإجارة فإنه لا تستحق أجرة عن المدة الفاصلة بين العقد والتسليم الفعلي، ويحسم مقابلها من الأجرة. (المعايير الشرعية: (ص: ۱۴۶) رقم المعيار: ۹، الإجارة والإجارة المنتهية بالتمليك، ط: هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الإسلامية.

بھاگ جانا)

ے کسی پاک دامن بھولی عورت پر تہمت لگانا۔ [۱]

سودی ادارے ظلم اور گناہوں کے مراکز ہیں

جس مقام پر سود لیا اور دیا جاتا ہے، اسی مقام پر ظلم ہوتا ہے، لہٰذا جن اداروں میں بے شمار سودی کاروبار ہوتا ہے (مثلاً بینک، انشورنس کے ادارے وغیرہ) تو وہ بے شمار ظلم کے مراکز ہوتے ہیں، اور حرام لینے اور دینے کے مراکز ہوتے ہیں، دوسرے الفاظ میں یہ گناہوں کے مراکز ہوتے ہیں، کیونکہ سود لینے والا اور دینے والا جس طرح گناہ گار ہوتے ہیں، اس طرح اس کو لکھنے والا، کاروبار میں مدد کرنے والا، گواہ، سب گناہ گار ہیں، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں میں اس کا احساس پیدا کردے تاکہ وہ اس اجتماعی گناہ سے بچنے کی کوشش کریں۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ لوگ زنا کو جس طرح گناہ سمجھتے ہیں، زنا کا ادارہ اور اڈہ قائم کرنے کو بھی اس طرح گناہ اور معاشرے کے لئے انتہائی تباہ کن برائی سمجھتے ہیں، اس طرح شراب کو مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ حرام اور ناجائز سمجھتا ہے، اور شراب بنانے اور اس کی خرید وفروخت اور اس کی تجارت کو بہت بڑا جرم سمجھتا ہے۔

لیکن افسوس کہ قرض یا تجارت پر سود کو ناجائز اور حرام سمجھتے ہوئے اس کے اڈے اور ادارے، بینک وغیرہ قائم کرنے کو گناہ ہی نہیں سمجھتے، معاشی نظام کو بہتر

---

(۱) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ قال: اجتنبوا السبع الموبقات، قال: یا رسول اللہ! وماھن؟ قال: الشرک باللہ، والسحر، وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق، وآکل الربا، وآکل مال الیتیم، والتولی یوم الزحف، وقذف المحصنت المؤمنات الغافلات۔ (متفق علیه)۔ (مشکاۃ المصابیح: (ص:۱۷)، کتاب الایمان، باب الکبائر، ط: قدیمی)۔

صحیح مسلم: (۱/۶۴)، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرھا، ط: قدیمی۔

صحیح البخاری: (۱/۳۸۷، ۳۸۸)، کتاب الوصایا، باب قول اللہ إن الذین یاکلون اموال الیتامی، ط: قدیمی۔

بنانے کی غرض سے نئے نئے سودی ادارے اور بینک قائم ہو رہے ہیں، چنانچہ بے دین اور اللہ کے رسول کے منکر اور دہریے جس طرح اس سے راضی اور خوش ہیں، اسی طرح بعض دین اور مذہب کو ماننے والے بھی اسی پر راضی اور خوش ہیں، کوئی آواز نہیں ہے، امیر بھی خوش ہیں اور غریب بھی، خواص بھی چپ چاپ بیٹھے ہیں اور عوام بھی، مسلمان مرد بھی اور مسلمان خواتین بھی۔ (١)

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس اجتماعی جرم پر اجتماعی عذاب نازل ہونے والا ہے، مگر یہ کہ ہم توبہ کریں، اور جس طرح دوسرے اجتماعی گناہوں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح سود اور سودی اداروں کو ختم کرنے کی کوشش کریں، تب کہیں جا کر اللہ تعالیٰ کے عمومی عذاب سے بچنے کی توقع ہے۔ (٢)

---

(١) في الحديثين دلالة على أن وجه زيادة الربا على معصية الزنا إنما هو لتعلق حقوق العباد إذ الغالب أن الزنا لا يكون إلا برضا الزانية۔ (مرقاة المفاتيح: (٦/٦٥)، كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الثالث، ط: رشيديه)

وعن عبد الله بن حنظلة غسيل الملائكة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: درهم ربا يأكله الرجل وهو يعلم أشد من ستة وثلاثين زنية...... قوله: أشد من ست وثلاثين..... (إلخ) يدل على أن معصية الربا من أشد المعاصي، لأن المعصية التي تعدل معصية الزنا التي هي في غاية الفظاعة والشناعة بمقدار العدد المذكور بل أشد منها لا شك أنها تجاوزت الحد في القبح وأقبح منها استطالة الرجل في عرض أخيه المسلم ولهذا جعلها الشارع أربى الربا وبعد الرجل يتكلم بالكلمة التي لا يجد لها لذة ولا تزيد في ماله ولا جاهه فيكون إثمه عند الله أشد من إثم من زنا ست وثلاثين زنية هذا ما لا يصنعه بنفسه عاقل نسأل الله السلامة آمين آمين. (نيل الأوطار: (٥/١٩٣)، كتاب البيوع، ابواب الربا، باب التشديد فيه، ط: دار احياء التراث العربي)

وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان، المائدة: ٢

الإعانة في المعصية وترويجها وتقريب الناس إليها معصية وفساد في الأرض۔ (حجة الله البالغة: (٢/١٩٩)، البيوع المنهي عنها، ط: دار الجيل، بيروت)۔

(٢) عن ابن مسعود، عن النبي صلى الله عليه وسلم فذكر حديثا وقال فيه: ما ظهر في قوم الزنا والربا إلا أحلوا بأنفسهم عقاب الله۔ (مجمع الزوائد: (٤/٢١٣)، رقم الحديث: ٦٥٨١، كتاب البيوع، باب ما جاء في الربا، ط: دار الفكر)۔

مسند أبي يعلى: (٨/٣٩٦)، رقم الحديث: ٤٩٨١، مسند عبد الله بن مسعود، ط: دار المأمون للتراث، دمشق=

اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو اس کی توفیق دے کہ ہم سود کی لعنت اور برائی کو سمجھیں، اور نہ صرف اس سے بچنے کی کوشش کریں، بلکہ اس ملک سے سود کی لعنت کو ختم کرنے کی اجتماعی کوشش کریں۔

سودی بینک میں پیسہ رکھوانا

سودی کاروبار کرنے والے بینکوں میں پیسہ رکھوانا جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سود حرام قرار دیا ہے اور اس پر بڑی سخت وعید سنائی ہے۔ [۱]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے، کھلانے، لکھنے اور اس پر گواہی دینے والے پر لعنت کی ہے۔ [۲]

لہٰذا اسے صدقہ کرنے، فقیروں کو دینے اور رفاہ عامہ کے کاموں میں لگانے کی نیت سے بھی لینا جائز نہیں کیونکہ یہ حرام اور خبیث کمائی ہے، اور اللہ تعالیٰ طیب

= کنز العمال: (۴/۱۰۷)، رقم الحدیث: ۹۷۶۸، کتاب البیوع، الباب الرابع: فی الربا، الفصل الأول: فی الترهیب عنه، ط: مؤسسة الرسالة۔

قال الله تعالى: إنما التوبة على الله للذين يعملون السوء بجهالة ثم يتوبون من قريب فأولئك يتوب الله عليهم وكان الله عليما حكيما۔ (سورة النساء: ۱۷)۔

قال ابن الملك: فإن العذاب لا يدفعه الفرار وإنما يمنعه التوبة والاستغفار۔ (مرقاة المفاتيح: (۴/۲۴)، شرح رقم الحديث: ۱۵۴۸، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض، الفصل الأول، ط: رشيديه)۔

(۱) قال الله تعالى: الذين يأكلون الربا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس ذلك بأنهم قالوا إنما البيع مثل الربا وأحل الله البيع وحرم الربا. (البقرة: ۲۷۶)

يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربا إن كنتم مؤمنين، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله (البقرة: ۲۷۹)

(۲) عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال: هم سواء، رواه مسلم وغيره. (الترغيب والترهيب: (۳/۴۷۱) كتاب البيوع، باب الترهيب من الربا، ط: دار الكتب العلمية)

صحيح مسلم: (۲/۲۷) كتاب البيوع، باب الربا، ط: قديمي.

مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۴) كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الأول، ط: قديمي.

ور پاکیزہ ہے، جو طیب اور پاکیزہ کے علاوہ کچھ قبول نہیں کرتا۔ (١)

البتہ رقم کی حفاظت کے لئے مجبوراً کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھنے کی اجازت ہے۔ (٢)

سودی بینکوں کا اجارہ

''فائنانشل لیز کی صورت سودی بینکوں میں'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

سودی قرض سے حاصل کیا ہوا نفع

سودی قرض لینا ناجائز اور حرام ہے، البتہ اگر کسی نے سودی قرض لے کر کاروبار کر کے نفع کمایا ہے تو وہ نفع حرام نہیں ہوگا، اور کاروبار کرنے والا اس کا مالک ہوجائے گا، لیکن حلال طیب بھی نہیں ہوگا، اس لئے سودی قرض لے کر کاروبار نہیں کرنا چاہیے۔ (٣)

---

(١) وعن ابي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله طيب لا يقبل إلا طيباً. الحديث (مشكاة المصابيح: (ص:٢٤١) كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الأول، ط: قديمي)

صحيح مسلم: (١٣٦/١) كتاب الزكاة، باب بيان اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، ط: قديمي)

جامع الترمذي: (٢٨/٢) أبواب التفسير، ومن سورة البقرة، ط: قديمي.

(٢) الضرورات تبيح المحظورات... والثانية: ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها. (الاشباه والنظائر: (ص:٨٧) الفن الأول: القواعد الكلية، القاعدة الرابعة: المشقة تجلب التيسر، ط: قديمي)

شرح المجله لرستم باز: (٢٤/١) المادة: ٢٢، ٢١، المقالة الثانية: في بيان القواعد الكلية الفقهية، ط: فاروقيه.

(٣) ظاهر ما فى جمع العلوم وغيره ان المشترى يملك الدرهم الزائد إذا قبضه فيما إذا اشترى درهمين بدرهم، فانهم جعلوه من قبيل الفاسد، وهكذا صرح به الاصوليون فى بحث النهى۔ (البحر الرائق: (١٢٥/٦)، كتاب البيع، باب الربا، ط: سعيد)۔

والبيع الربوى عند الحنفية من البيوع الفاسدة، وحكم البيع الفاسد عندهم أن العوض يملك بالقبض ويجب رده لو قائما، ورد مثله أو قيمته لو مستهلكا، وعليه فإنه يجب رد الزيادة الربوية لو قائمة لا رد ضمانها۔ (المفصل فى احكام الربا: (١٥٩/١)، الباب الرابع: الخلاصة فى أحكام الربا عند الفقهاء، أولا: فى الموسوعة الفقهية، ط: مكتبة صيد الفوائد)۔ =

سودی قرض لینا

(۱۷۸) قرآن مجید کی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے صاف اور واضح طور پر یہ ثابت ہے کہ سودی معاملہ قطعی طور پر حرام ہے، سودی قرض دینے والے اور سودی قرض لینے والے سخت گنہگار، فاسق، باغی، سرکش، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے والے ہیں، ایسے لوگوں کا ایمان موت کے وقت سلب ہونے کا اندیشہ ہے، قرآن وسنت کی رو سے سودی معاملہ کی قطعًا اجازت نہیں ہے، البتہ اضطرار اور انتہائی مجبوری کی حالت میں جب کہ جان نکلنے کا ڈر ہو، جس طرح ضرورت کے بقدر مردار کھا کر اپنی جان بچانے کی اجازت ہوتی ہے، اسی طرح فقہاء کرام نے اضطرار اور حد درجہ کی احتیاج اور شدید مجبوری کی صورت میں جب کہ بلاسودی قرض وغیرہ ملنے کی بھی امید نہ ہو تو بقدر ضرورت سودی قرض لینے کی اجازت دی ہے، ضرورت سے زیادہ لینا درست نہیں۔ (۱)

= ذهب جمهور الحنفية إلى أن العقود الفاسدة ومنها الربا تملك إذا اتصل بها القبض، ولكنه ملك خبيث يجب فسخه، فإن تصرف به ببيع أوهبة أونحوه صح، وعليه فإن الأوراق المالية الربوية تملك عند الجمهور الحنفية إذا اتصل بها القبض، لكنها ملك خبيث يجب عليها رد الربا على من أربى عليه۔ (المفصل فی احكام الربا: (۲/۶۵)، حكم تملك الأوراق المالية وأرباحها بالقبض، ط: مكتبة صيد الفوائد)

(۱) قال الله تعالى: إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وماأهل به لغير الله، فمن اضطر غير باغ ولاعاد فلاإثم عليه، إن الله غفور رحيم۔ (سورة البقرة: ۱۷۳)۔

وفی القنية والبغية يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح ۔ (الاشباه والنظائر: (ص: ۹۳)، الفن الأول، القاعدة الخامسة، الضرريزال، ط: قديمی)۔

البحر الرائق: (۶/۱۲۶) باب الربوا، ط: سعيد)۔

ماأبيح للضرورة يتقدر بقدرها۔

الضرورات تقدر بقدرها۔ (مجلة الأحكام العدلية: (۱/۱۸)، المادة: ۲۲، المقدمة الثانية فی بيان القواعد الكلية الفقهية، ط: نور محمد)۔

سودی قرض لینے والے شخص کے ہاتھ اپنا سامان فروخت کرنا

سودی قرض لینے والے شخص کے ہاتھ اپنا سامان فروخت کرنا جائز ہے، واضح رہے کہ سودی قرض لینا سنگین گناہ ہے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کا اعلان ہے لیکن جو پیسے سودی قرض کے طور پر اس کے پاس آئے ہیں، اگر وہ ان پیسوں سے کوئی چیز خریدتا ہے تو سامان فروخت کرنے والے پر اس کے سودی قرض لینے کے گناہ کا اثر نہیں پڑے گا۔ (۱)

سودی قرضہ

اکثر اوقات ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کتنے بڑے بڑے تاجر، مالدار اور امیر لوگ سود کی وجہ سے غربت اور افلاس کے دروازے پر پہنچ جاتے ہیں، سودی رقم اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ آخر میں ان کی ساری جائیداد، کارخانے، فیکٹری اور بینک بیلنس وغیرہ تمام چیزوں کو لے ڈوبتی ہے، اس کے علاوہ مال میں برکت کا تو تصور بھی نہیں رہتا۔

---

(۱) وأما حكم القرض فهو ثبوت الملك للمستقرض في القرض للحال وثبوت مثله في ذمة المستقرض۔ (بدائع الصنائع: (۳۹۶/۷)، كتاب القرض، فصل وأما حكم القرض، ط: سعيد)۔

ویملک المستقرض القرض بنفس القبض عندهما۔ (الدر المختار: (۱۶۴/۵)، كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، فصل في القرض، ط: سعيد)۔

مجمع الأنهر: (۱۱۸/۳)، كتاب البيوع، قبيل باب الربو، ط: دار الكتب العلمية۔

قال الله تعالى: "ولا تزر وازرة وزر أخرىٰ" (سورة الفاطر: ۱۸)۔

قوله تعالى: ولا تزر وازرة وزر أخرى "أى لا تحمل نفس آثمة" "وزر أخرى" أى إثم نفس أخرى بل تحمل كل نفس وزرها۔ (روح المعاني: (۱۸۴/۲۲)، فاطر: ۱۸، ط: امدادیه)۔

أما من يستقرض بالربوا، فإنه بالرغم من اقترافه إثما كبيرا في عنقه، يملك ما استقرضه وهو مضمون عليه وذلك لأن القرض مما لا يبطل بالشروط الفاسدة، وإنما يبطل الشرط فما يشتريه بما استقرضه ليس حراما، وعلى هذا، لو أهدى إلى رجل شيئا، فإنه يحل للآخذ وكذلك يجوز البيع إليه والشراء منه۔ (فقه البيوع على المذاهب الأربعة: (۱۰۶۰/۲)، المبحث العاشر في احكام المال الحرام، حكم الفنادق والمطاعم التي تباع فيها الخمور، ط: مكتبة معارف القرآن)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الربا وان کثر فان عاقبتہ تصیر إلی قل۔ (۱)

ترجمہ: سود اگرچہ دیکھنے میں زیادہ لگتا ہے لیکن انجام ہمیشہ قلت اور تنگدستی ہی ہوتا ہے۔

جس طرح پیشاب تھوڑا ہو یا زیادہ بہر حال ناپاک اور حرام ہے، اسی طرح سود خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ بہر حال حرام ہے، اس میں کوئی تخصیص نہیں کہ اتنی مقدار جائز ہے اور اتنی مقدار ناجائز ہے بلکہ ہر مقدار ناجائز اور حرام ہے۔

سودی قرضہ لینا

”زرعی قرض لینا“ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۷۸/۴)

سودی قرضہ لینا اچھے مقاصد کے لئے

جس طرح عام مقاصد کے لئے سودی قرضہ لینا حرام ہے اسی طرح اچھے اور اعلیٰ قاصد کے لئے بھی سودی قرضہ لینا حرام اور ناجائز ہے، نیک مقاصد کے لئے حرام وسائل کو جائز قرار دینا درست نہیں۔ (۲)

---

(۱) المستدرك للحاكم: (۳۷/۲) كتاب البيوع، إذا ظهر الزنا والربا في قرية۔ الخ، ط: دار المعرفة.

صحيح الجامع: (۱/۶۶۳) رقم الحديث: ۳۵۴۲، حرف الراء، فصل في المحلي ب(ال) هذا الحرف، ط: المكتب الإسلامي.

مشكاة المصابيح: (ص: ۲٤٦)، كتاب البيوع، باب الرباء الفصل الثالث، ط: قديمي.

(۲) عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الذهب بالذهب والفضة بالفضة، والبر بالبر، والشعير بالشعير، والتمر بالتمر والملح بالملح، مثلاً بمثل، سواء بسواء يداً بيد، فمن زاد أو استزاد فقد أربى، الآخذ والمعطي فيه سواء۔ (صحيح مسلم: (۲/ ۲۵) كتاب البيوع، باب الربا، ط: قديمي)۔

مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۴) كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الأول، ط: قديمي۔

ماحرم أخذه، حرم إعطاءه۔۔۔ فأخذ الرشوة ممنوع كإعطائها ومثل ذلك الربا۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۱/ ۲۷) المادة: ۳۴، المقالة الثانية في بيان القواعد الكلية الفقهية، ط: فاروقيه۔

ماحرم أخذه، حرم إعطاءه۔۔۔ كالربا، (الاشباه والنظائر: (ص: ۱۵۵) الفن الأول، ط: قديمي۔

ہاں اگر سودی قرضہ نہیں تو وہ لینا جائز ہے تاہم ایسے لوگوں سے قرض لینا چاہیے جن کے اموال سود کی آمیزش سے پاک ہوں۔ [۱]

سودی کاروبار ترقی کا ذریعہ نہیں

''سودی کاروبار تنزلی کا سبب ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۸۱/۴)

سودی کاروبار تنزلی کا سبب ہے

سود اور ربا کے منافع بظاہر بہت زیادہ نظر آتے ہیں، اس سے مال اور سرمایہ کا بڑھنا نظر آتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے مال بڑھتا نہیں بلکہ گھٹتا ہے، قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے، اور صدقہ وخیرات کو بڑھاتا ہے، اور جو اس بات کو نہ مانے وہ ناشکرا ہے، اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکری کرنے والے اور گناہ گار کو پسند نہیں کرتا۔

آج کل سود اور سودی کاروبار میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، لیکن لوگوں کے معاشی حالات بدتر سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں، مسلمانوں کا جو ترقی کا دور تھا، جس میں عام مسلمان کسی ملک کے دست نگر نہ تھے، کسی ملک کے قرض دار نہ تھے، اور معاشی واقتصادی لحاظ سے خود کفیل تھے، اس وقت سود اور سودی کاروبار کا نام و نشان بھی نہ تھا، حلال تجارت تھی، بلا عوض قرض کا سادہ نظام رائج تھا، ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی پست حالی پر غم ہوتا تھا، عام لوگ مالی واقتصادی لحاظ سے اتنے پریشان نہ تھے، جیسا کہ آج ہیں، بیرون ممالک سے وہ بھی تجارت کیا کرتے تھے، لین دین کیا کرتے تھے، لیکن بلا سود کاروبار تھا، اور جب تک سود کی لعنت اور دوسری برائیاں ان میں پیدا نہیں ہوئیں، مسلمانوں کی حکومت ترقی پر ہی رہی، سود اور سودی کاروبار کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی۔

---

(۱) أنظر الحاشية الآتية.

لیکن جب سے مسلمانوں نے حلال تجارت کو چھوڑا اور مسلمانوں کی حکومت نے دین حق کے معاشی نظام کو چھوڑ کر اغیار کے معاشی نظام کو اپنانا شروع کر دیا تو وہ خود اور ان کی حکومت اغیار اور کفار کے قرضوں کے زیر بار ہو گئی، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے احوال دن بدن گرتے جا رہے ہیں، اور مسلمان ہر اعتبار سے پریشان ہیں اور پریشانی ان میں بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ (۱)

سودی کاروبار کرنے والے اداروں میں بجلی کی فٹنگ کرنا

سودی اداروں میں بجلی کی فٹنگ کرنے کی گنجائش ہے، اس کام میں شرعی اعتبار سے کوئی قباحت نہیں ہے، اداروں کا سودی کاروبار ان کا اپنا فعل ہے، جس کا وبال اور گناہ انہی پر ہے، البتہ کمپنی سے معاہدہ کرتے وقت یہ شرط کر لی جائے کہ ہمیں اجرت سودی منافع سے نہ دی جائے بلکہ حلال رقم سے دی جائے۔ (۲)

---

(۱) {یمحق اللہ الربا ویربی الصدقات، واللہ لایحب کل کفار أثیم۔} (البقرة: ۲۷۶)۔

والمحق النقصان وذھاب البرکة۔ (عمدة القاری: (۳۵۴/۸)، کتاب البیوع، باب یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات، ط: دار الفکر)۔

وعن ابن مسعود قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن الربا وإن کثر فإن عاقبتہ تصیر إلی قل۔ (مشکاة المصابیح: (ص: ۲۴۶)، کتاب البیوع، باب الربا، الفصل الثالث، ط: قدیمی)۔

کنز العمال: (۱۱۰/۴)، رقم الحدیث: ۹۷۸۶، کتاب البیوع، الباب الرابع: فی الربا، الفصل الأول: فی الترھیب عنہ، ط: مؤسسة الرسالة۔

المعجم الکبیر للطبرانی: (۲۲۳/۱۰)، رقم الحدیث: ۱۰۵۳۸، من اسمہ عبداللہ، عبد اللہ بن مسعود الھذلی یکنی أبا عبدالرحمن حلیف بنی زھرة بدری، ط: مکتبة العلوم والحکم۔

(۲) آکل الربا وکاسب الحرام أھدی إلیہ أو أضافہ وغالب مالہ حرام لایقبل ولایأکل مالم یخبرہ أن ذلک المال أصلہ حلال ورثہ أو استقرضہ، وإن کان غالب مالہ حلالا لابأس بقبول ھدیتہ والأکل منھا کذا فی الملتقط۔ (الفتاوی الھندیة: (۳۴۳/۵)، کتاب الکراھیة، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، ط: رشیدیہ)۔

مجمع الأنھر: (۱۸۷/۴، ۱۸۶)، کتاب الکراھیة، فصل فی الکسب، ط: دار الکتب العلمیة۔

احسن الفتاوی: (۳۲۹/۷)، کتاب الاجارة، عنوان: "فٹنگ کرنا اور اس کی اجرت لینا حرام ہے"، ط: سعید۔=

سودی کاروبار میں خاصی تبدیلیاں آگئی ہیں

حقیقت یہ ہے کہ زمانے کی جدت کے ساتھ ساتھ جس طرح ہر چیز کے اندر جدت اور تبدیلی آرہی ہے، اسی طرح سود کے کاروبار، جوے اور سٹہ کے کاروبار میں بھی خاصی تبدیلیاں آگئی ہیں، لیکن ان کاروباروں کے بنیادی عناصر کو دیکھا جائے تو ان کی اصلیت اور حقیقت وہی ہے جو سودی کاروبار اور قمار بازی میں ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ شیطان انسان کے خون اور رگوں میں دوڑتا ہے، اور اس کو گمراہ کرنے کے لئے تمام ایسے حربے، طریقے اور راستے اختیار کرتا ہے جس سے انسان راہ راست سے ہٹ جائے، اور صراط مستقیم سے دور ہو جائے۔ (۱)

اور یہ بھی قرآن کریم میں ہے کہ شیطان، انسان اور جنوں میں سے ہوتا ہے، اور ہر حال میں ظاہری یا خفیہ طریقہ سے طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے، شیطان اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو کر اور یہ کہہ کر کہ میں شیطان ہوں، دھوکہ نہیں دیتا، بلکہ دلوں کے پاس جا کر شیطانی طریقے بتاتا ہے۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ شیطان جیسے صحیح عقائد اور ایمان سے ہٹانے کے لئے غلط اور باطل عقیدے کے سبق پڑھاتا ہے، اسی طرح اعمال میں بھی صحیح اعمال سے ہٹانے اور دور کرنے کے ارادے سے غلط اعمال کو مزین اور خوشنما کر کے پیش کرتا ہے، حلال کو حرام بنا کر اور حرام کو حلال کی صورت میں پیش کرتا ہے، اور لوگوں

= قوله تعالى: ولاتزر وازرة وزر أخرى "أى لاتحمل نفس آثمة" وزر أخرى "أى إثم نفس أخرى بل تحمل كل نفس وزرها. (روح المعاني: (۱۸۳/۲۲)، فاطر: ۱۸، ط: امداديه).

(۱) وعن أنس رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الشيطان يجرى من الإنسان مجرى الدم. (مشكاة المصابيح: ص: ۱۸، كتاب الايمان، باب الوسوسة، الفصل الأول، ط: قديمى).

صحيح بخارى: (۱۰۶۳/۲)، كتاب الأحكام، باب الشهادة تكون عند الحاكم، ط: قديمى.

صحيح مسلم: (۲۱۶/۲)، كتاب السلام، باب بيان أنه يستحب لمن رأى خاليا بامرأة، ط: قديمى.

کی توجہات اپنی جانب مائل کرنے کے لئے نئے نئے ناموں اور عنوانات سے گمراہی پھیلاتا ہے، مثلاً قمار بازی اور جوئے کی جملہ اقسام قرآن وسنت کی رو سے حرام ہیں، یہ تو بالکل واضح ہے، اس لئے شیطان کبھی یہ کہہ کر کہ قمار بازی اور جوئے کا کاروبار جائز ہے، مسلمانوں کے سامنے تو آنہیں سکتا، تو اس نے سوچا کہ اب اس کا نام بدل دیا جائے، عنوانات بدل دیے جائیں تو لوگوں کو دھوکہ دیا جاسکتا ہے،[1] اس واسطے اب تک قمار بازی کے معاملات میں جو نئے نام اور نئے عنوانات سے دھوکے دیئے جارہے ہیں وہ یہ ہیں:

① مختلف کمپنیوں اور حکومت کے اداروں کی جانب سے مختلف ناموں سے انعامی بانڈز کے ذریعہ سرمایہ بڑھانے کی اسکیم، قرعہ اندازی اور لاٹری کے ذریعہ سرمایہ کو تحفظ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ امیر بنادینے والے پروگرام بنائے جاتے ہیں۔

② مختلف سرٹیفکیٹ: جن کو خریدنے پر اسکیم کے تحت ماہانہ منافع کے وعدے کے ساتھ سہ ماہی یا ششماہی قرعہ اندازی میں نکلنے پر ہزار روپے سے لاکھوں روپے تک کے انعامات دینے کے اعلانات کئے جاتے ہیں۔

---

(١) عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "إن أول مايكفأ قال زيد بن يحيى الراوي: يعني الإسلام كمايكفأ الإناء" يعني الخمر، قيل: فكيف يارسول الله وقد بين الله فيها مابين؟ قال: "يسمونها بغير اسمها فيستحلونها" رواه الدارمي۔ (مشكاة المصابيح: ص: ٣٦٠، ٣٦١)، كتاب الآداب، باب الانذار والتحذير، الفصل الثاني، ط: قديمي)۔

سنن الدارمي: (١٥٥/٢)، رقم الحديث: ٢١٠٠، كتاب الأشربة، باب ما قيل في المسكر، ط: دار الكتاب العربي، بيروت۔

عن أبي مالك الأشعري أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ليشربن ناس من أمتي الخمر يسمونها بغير اسمها۔ رواه أبو داود وابن ماجه۔ (مشكاة المصابيح: ص: ٣٢٧، كتاب الأطعمة، باب النقيع والأنبذة، الفصل الثاني، ط: قديمي)۔

(۱۱) مختلف اشیاء کے کاروبار کرنے والے دکاندار جو اپنے کاروبار کو چمکانے اور فروغ دینے کے لئے قسطوں میں اشیاء فروخت کرتے ہیں، اور اس میں بھی بعض ناجائز شرائط لگانے کے علاوہ یہ بھی کرتے ہیں کہ اپنی دکان میں قسطیں جمع کرانے والوں کے نام قرعہ اندازی کرتے ہیں، اور جن لوگوں کا نام قرعہ اندازی میں نکلتا ہے، انہیں مختلف مقدار کی رقوم یا مختلف اشیاء ان کی رقم کے تناسب سے دیتے ہیں، مثلاً جس شخص نے لاکھ روپے کی گاڑی خریدنے کے واسطے قسطیں جمع کرانا شروع کردیں، اگر ایک دو قسط جمع کرانے کے بعد اس کے نام لاکھ روپے کا انعام نکل آیا، تو یہ شخص مجاز ہوگا، چاہے لاکھ روپے کی وصولی کرے، یا دوسری چیز اس سے کم قیمت کی خریدے، بقیہ پیسے وصول کرے، یا زیادہ قیمت کی گاڑی خریدے، اور ایک لاکھ سے زائد کا فرق دکاندار کو ادا کردے، غرض آگے اس کو معاہدے کے تحت قسطیں ادا کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، اور قرعہ اندازی میں جن لوگوں کا نام نہیں آتا، وہ آخری قسطیں جمع کرانے کے بعد چاہیں تو مطلوبہ چیز وصول کرلیں، یا اپنی رقم واپس لے لیں۔

(۱۲) مختلف فرضی ادارے اور کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروخت اور اس میں منافع دینے کے اعلان، پھر قرعہ اندازی میں نام آنے پر ہزاروں سے لے کر لاکھوں تک انعامات دینے کی اسکیمیں، یہ اور ان جیسے تمام انعامی بانڈز اور قرعہ اندازی، لاٹری، معمے کے پروگرام سب کاروبار قمار بازی، جوئے اور سودی لین دین ہونے کی بنا پر قرآن وسنت کی رو سے ناجائز اور حرام ہیں، لیکن شیطان اور اسکی اولاد نے چونکہ ہمارے ہوشیار اور چالاک تاجروں کو اور سادہ لوح مسلمانوں کو یہ سمجھا دیا ہے کہ قمار بازی کے کاروبار میں منافع اور فائدے دوسرے کاروبار کے مقابلے میں زیادہ ہیں لہٰذا انہیں کو اختیار کرنا مناسب ہے، پھر وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے احکام کو بھی پامال کر دیتے ہیں،[1] فإنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

(۱۸۶) سودی لین دین

سودی لین دین کرنا بہت بڑا گناہ ہے، قرآن مجید، اور حدیث شریف میں اس کی بڑی برائی، اور اس سے بچنے کی بڑی تاکید آئی ہے، حضرت محمد ﷺ نے سود دینے والے اور لینے والے اور بیچ میں پڑ کے سود دلانے والے، سودی دستاویز لکھنے والے اور اس میں گواہ بننے والے، سب پر لعنت فرمائی ہے، اور فرمایا ہے کہ سود دینے والا اور لینے والا گناہ میں دونوں برابر ہیں، اس لئے اس سے بچنا ضروری ہے۔[2]

اس کے مسائل بہت نازک ہیں، ذرا ذرا سی بات میں سود کا گناہ ہو جاتا

---

(۱) یاأیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون۔ (سورة المائدة: ۹۰)۔

◻ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنهما: أن النبی صلی اللہ علیه وسلم نهی عن الخمر والمیسر والکوبة۔ (سنن أبی داود: (۱۶۳/۲)، کتاب الأشربة، باب ماجاء فی السکر، ط: امدادیہ ملتان)۔

◻ وسمی القمار قمارا، لأن کل واحد من المقامرین ممن یجوز أن یذهب ماله إلی صاحبه، ویجوز أن یستفید مال صاحبه، وهو حرام بالنص۔ (الشامیة: (۴۰۳/۶)، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، ط: سعید)۔

◻ ولاخلاف بین أهل العلم فی تحریم القمار۔ (احکام القرآن للجصاص: (۳۲۹/۱)، سورة البقرة: ۲۱۹، ط: دار الکتاب العربی، بیروت)۔

◻ قال اللہ تعالی: وأحل اللہ البیع وحرم الربوا۔ (سورة البقرة: ۲۷۵)۔

◻ وقال تعالی: یاأیها الذین آمنوا لاتأکلوا الربوا أضعافا مضاعفة، واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ (سورة آل عمران: ۱۳۱)

(۲) عن جابر رضی اللہ تعالی عنه قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: آکل الربا ومؤکله وکاتبه وشاهدیه وقال: هم سواء۔ (صحیح مسلم: (۲۸/۲)، کتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا، ط: قدیمی)

◻ مشکاة المصابیح: (ص: ۲۴۴)، کتاب البیوع، باب الربوا، الفصل الأول، ط: قدیمی۔

◻ کنز العمال: (۲۰۰/۴)، رقم الحدیث: ۱۰۱۵۳، کتاب البیوع، باب الربا وأحکامه، ط: مؤسسة الرسالة

ہے، اور انجان لوگوں کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ کیا گناہ ہوا، اس لئے کاروبار شروع کرنے سے پہلے تجارت کے مسائل کو لازمی طور پر معلوم کریں، ورنہ ڈرائیوری سیکھنے سے پہلے گاڑی چلانے کی مانند ہوگا، نتیجہ واضح ہے، خود بھی ہلاک ہوگا، دوسروں کو بھی ہلاک کرے گا۔ (۱)

سودی معاملات کرنے والے سے قرض لینا

حرام اور سودی معاملات کرنے والے سے بلا سودی قرض لینا بھی مناسب نہیں ہے، اس لئے ایسے لوگوں سے قرض نہ لیں، بلکہ ان سے بچیں اور دور رہیں۔ (۲)

---

(۱) حكى الإمام الشافعي في الرسالة، والغزالي في الإحياء الإجماع على أن المكلف لا يجوز له أن يقدم على أمر حتى يعلم حكم الله فيه، قال القرافي في الفروق: فمن باع وجب عليه أن يعلم ما عينه الله وشرعه في البيع... وفي نهج البلاغة أن عليا عليه السلام قال: من اتجر بغير فقه فقد ارتطع (ارتبک) في الربا. (التراتيب الإدارية (۲/ ۱۶، ۱۷) القسم التاسع، باب كون الناس كانوا أول الإسلام لا يتعاطون البيع والشراء حتى يتعلموا أحكامه وآدابه وما ينجي من الربا، ط: دار الأرقم).

احياء علوم الدين: (۲/ ۶۳)، كتاب آداب الكسب والمعاش، الباب الثاني في علم الكسب بطريق البيع والربا... إلخ، ط: دار المعرفة.

(۲) ما في الوجود من الأموال المغصوبة والمقبوضة بعقود لا تباح بالقبض، إن عرفه المسلم اجتنبه، فمن علمت أنه سرق مالاً أو خانه في أمانته أو غصبه، فأخذ من المغصوب قهراً بغير حق، لم يجز لي أن آخذه منه لا بطريق الهبة ولا بطريق المعاوضة ولا وفاء عن أجرة ولا ثمن مبيع ولا وفاء من قرض، فإن ذلك عين ذلك المظلوم. (مجموع الفتاوي لابن تيمية: (۲۹/ ۱۷۸) قواعد جامعة في عقود المعاملات، النكاح، فصل: النهي يؤخذ من الشرع حتى لو لم يعلل، أصول في التحريم والتحليل، ط: دار الوفاء)

قوله: الحرمة ينتقل) أي تنتقل حرمته وإن تداولته الأيدي وتبدلت الأملاك قوله: ولا للمشتري منه) فيكون بشرائه منه مسيئا: لأنه ملكه بكسب خبيث. (شامي: (۵/ ۹۸) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في تعيين الدراهم في العقد الفاسد، ط: سعيد)

وجاز أخذ دين على كافر من ثمن خمر لصحة بيعه، بخلاف دين على المسلم لبطلانه.
قوله: من ثمن خمر) بأن باع خمراً وأخذ ثمنها وقضى به الدين. قوله: لصحة بيعه) أي بيع الكافر الخمر فبقي الثمن على ملك المشتري... قال الشيخ عبد الوهاب الشعراني في كتاب المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لا يتعدى إلى ذمتين، سألت عنه الشهاب ابن الشلبي، فقال: هو محمول على =

ہاں اگر شدید مجبوری ہو اور حلال رقم سے قرض نہ ملے تو بقدر ضرورت لے لیں۔[1]

سودی معاملہ کرنے والوں کے ساتھ شرکت

جو لوگ سودی کاروبار کرتے ہیں، یا ان کے کاروبار میں سود کی آمیزش ہے ان کے ساتھ تجارت میں شریک ہونا جائز نہیں ہے، اسی طرح جو کمپنیاں اور تنظیمیں سودی اسکیمیں کچھ نہ کچھ رکھتی ہیں ان سے معاملہ کرنا درست نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کسی یہودی، عیسائی اور مجوسی کو اپنے کاروبار میں شریک نہ کیا کرو، ان سے پوچھا گیا ایسا کیوں؟ تو انہوں نے جواب دیا اس وجہ سے کہ وہ سودی کاروبار کرتے ہیں اور سود حلال نہیں ہے۔[2]

=ما إذا لم يعلم بذلك، أما من رأي المكاس أحد من أخذ شيئاً من المكس، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذه من ذلك الآخر، فهو حرام. (الدر المختار مع الرد: (٣٨٥/٦) كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ط: سعيد)

البحر الرائق: (٣٦٩/٨) كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: سعيد.

(١) الضرورات تبيح المحظورات... والثانية: ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها. (الاشباه والنظائر: (ص: ٨٧) الفن الأول: القواعد الكلية، القاعدة الرابعة: المشقة تجلب التيسر، ط: قديمي)

شرح المجله لرستم باز: (٢٤/١) المادة: ٢٢، ٢١، المقالة الثانية: في بيان القواعد الكلية الفقهية، ط: فاروقيه.

(٢) عن ابن عباس قال: لا تشارك يهوديا ولا نصرانيا، ولا مجوسيا قيل: ولم؟ قال: لأنهم يربون والربا لايحل. (كنز العمال: (٤/ ١٩٣) رقم الحديث: ١١١٦٠١، كتاب البيوع من قسم الأفعال، باب في الربا وحكمه، ط: مؤسسة الرسالة)

عن أبي حمزة، قال: قلت لابن عباس: إن رجلاً جلاباً يجلب الغنم، وإنه يشارك اليهودي، والنصراني قال: "لايشارك يهوديا ولا نصرانيا ولا مجوسيا" قال: قلت: لم؟ قال: "لأنهم يربون والربا لايحل". (مصنف ابن ابي شيبة: (٤/ ٢٦٨) رقم الحديث: ١٩٩٨٠، كتاب البيوع والأقضية، في مشاركة اليهودي والنصراني، ط: مكتبه الرشد)

السنن الكبرى للبيهقي: (٣٣٥/٥) كتاب البيوع، باب كراهية مبايعة من أكثر ماله من الربا أو ثمن المحرم، ط: إدارة تاليفات أشرفية.

سودے کی قیمت ادا کر کے سودا نہ لینا بھی جائز ہے

(۱۸۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اونٹ خریدا اور اس کی قیمت ادا کر دی، پھر فرمایا کہ اپنا اونٹ لے لو اور رقم بھی اپنے پاس رکھو، یہ تمہارا مال ہے۔(1)

سودے کے طور پر قبضہ ہوا

"قبضہ سودے کے طور پر ہوا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۴۵۷۵)

سودے کے مطابق سامان دینا

☆ سودے کی شرائط کے مطابق مصنوعات تیار کرنا اور دینا ضروری ہے، اس میں کمی کرنا یا شرائط کے مطابق نہ دینا دھوکہ اور جھوٹ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، تاہم اگر مصنوعات شرائط کے مطابق نہ بن سکیں، یا حاصل نہ ہو سکیں، تو اس صورت میں خریدار کو سامان حوالہ کرنے سے پہلے اچھی طرح درست اور مناسب طریقے سے اس کو مطلع کرنا ضروری ہے، اس کی اچھائیاں اور خاصیات بتانے کے ساتھ ساتھ عیب اور خامیوں کو بھی بتانا ضروری ہے، اور اگر بہت زیادہ فرق ہو تو قیمت بھی اس کی مناسبت سے کم و بیش کر لینی چاہیئے۔

☆ اگر آرڈر کی شرائط کے مطابق سامان تیار نہیں ہوا، بلکہ اس سے کم درجہ

---

(1) عن جابر رضي الله عنه قال: ... وغزوت مع النبي صلى الله عليه وسلم على ناضح لنا فأزحف الجمل فتخلف علي فوكزه النبي صلى الله عليه وسلم من خلفه قال: بعنيه ولك ظهره إلى المدينة... فأخبرت خالي ببيع الجمل، فلامني فأخبرته بإعياء الجمل وبالذي كان من النبي صلى الله عليه وسلم ووكزه إياه فلما قدم النبي صلى الله عليه وسلم غدوت إليه بالجمل فأعطاني ثمن الجمل والجمل وسهمي مع القوم.
(صحيح بخاري: (۳۲۴/۱) كتاب في الاستقراض، باب الشفاعة في وضع الدين، ط: قديمي)
☆ سنن نسائي: (۲۲۷/۲) كتاب البيوع، البيع يكون فيه الشرط فيصح البيع والشرط، ط: قديمي)
☆ صحيح مسلم: (۲۹/۲) كتاب المساقاة والمزارعة، باب بيع البعير واستثناء ركوبه، ط: قديمي

کی چیز تیار ہوئی ، تو بھی خریدار کو فوراً اطلاع کر دینی چاہیئے ، اگر وہ اطلاع ملنے کے بعد خریدنے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو تو بہتر ورنہ رضامندی کے بغیر ایسی چیز اس کو نہ بیچیں۔ (۱)

سودے میں ضمنی طور پر داخل ہونے والی چیز

☆ جب کسی نام کی کوئی چیز فروخت کی جاتی ہے، تو عرف ورواج میں اس نام سے جو چیز سمجھی جاتی ہے، وہ اور اس کے تمام توابع (Accessories) اور متعلقہ اشیاء اس چیز کے سودے میں خود بخود داخل ہو جاتی ہیں، خواہ ان متعلقہ چیزوں کا سودے میں ذکر کیا جائے یا نہ کیا جائے ، اور اس کا دار و مدار عرف پر ہے۔

جیسے گاڑی خریدنے کی صورت میں گاڑی کے علاوہ اسٹپنی اور جیک وغیرہ بھی خود بخود گاڑی کے سودے میں داخل ہو جائیں گے۔ (۲)

---

(۱) عن العداء بن خالد قال: كتب لي النبي صلى الله عليه وسلم هذا ما اشترى محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم من العداء بن خالد بيع المسلم المسلم لا داء ولا خبثة ولا غائلة . . . وقال عقبة بن عامر: لا يحل لامرئ يبيع سلعة يعلم أن بها داء إلا أخبره عن حكيم بن حزام رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: البيعان بالخيار ما لم يتفرقا . . . فإن صدقا وبينا بورك لهما في بيعهما وإن كتما وكذبا محقت بركة بيعهما۔ (صحيح بخاري: (۱/۲۷۹)، كتاب البيوع، باب إذا بين البيعان ولم يكتما ونصحا، ط: قديمي)

🗀 عن عقبة بن عامر: قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: المسلم أخو المسلم ولا يحل لمسلم باع من أخيه بيعا فيه عيب إلا بينه له۔ (سنن ابن ماجة: (ص: ۱۶۲)، ابواب التجارات، باب من باع عيبا فليبينه، ط: قديمي)۔

🗀 رجل أراد أن يبيع السلعة المعيبة وهو يعلم يجب أن يبينها۔ (الفتاوى الهندية: (۳/۲۱۰)، كتاب البيوع، الباب العشرون في البياعات المكروهة والأرباح الفاسدة، ط: رشيديه)۔

🗀 ولا بأس ببيع المغشوش إذا بين غشه أو كان ظاهرا يرى۔ (الدر المختار مع الرد: (۵/۲۳۸)، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب: شرى شجرة وفي قلعها ضرر، ط: سعيد)۔

(۲) كل ما جرى عرف البلدة على أنه من مشتملات المبيع يدخل في البيع من غير ذكر، مثلا: يدخل في بيع الدار المطبخ والكيلار۔ (شرح المجله لسليم رستم باز: (۱/۹۱)، المادة: ۲۳۰، الكتاب الأول في البيوع، الباب الثاني، الفصل الرابع في بيان ما يدخل في البيع بدون ذكر صريح وما لا يدخل، ط: مكتبه فاروقيه)۔=

☆ زمین کوفروخت کرنے کی صورت میں اس زمین پر لگے ہوئے درخت بھی اس زمین کے سودے میں خود بخود داخل ہو جائیں گے، خواہ ان کا سودے میں ذکر کیا ہو یا نہیں، نیز خواہ درخت پھل دار ہوں یا بے پھل، البتہ زمین پر لگی ہوئی کھیتی ذکر کئے بغیر زمین کے سودے میں داخل نہیں ہوگی، اسی طرح باغ کے درختوں کو فروخت کرنے کی صورت میں ان پر لگے ہوئے پھل بھی ذکر کئے بغیر درختوں کی فروخت کرنے میں داخل نہیں ہوں گے۔ (1)

☆ جو توابع ذکر کئے بغیر سودے میں داخل ہو جاتے ہیں، اگر سودا کرتے وقت ان میں سے کسی کا استثناء (Exception) کرلیا جائے تو وہ تابع سودے میں داخل نہیں ہوگا۔ (2)

= کل ما کان فی الدار من البناء... أو متصلا به تبعا لها دخل فی بیعها... فیدخل البناء والمفاتیح المتصلة أغلاقها کضبة وکیلون... والسلم المتصل والسریف والدرج المتصل فی بیعها... ویدخل الشجر فی بیع الأرض بلا ذکر... مثمرة کانت أولا... ولا یدخل الزرع فی بیع الأرض بلا تسمیة... ولا الثمر فی بیع الشجر بدون الشرط۔ (الدر المختار مع الرد: (۴/۵۴۷ إلی ۵۵۳)، کتاب البیوع، فصل فیما یدخل فی البیع تبعا وما لا یدخل، ط: سعید)۔

یدخل البناء والمفاتیح فی بیع الدار والشجر فی بیع الأرض بلا ذکر) لأن اسم الدار للعرصة فی الأصل وفی العرف یتناول البناء تبعا... ولا یدخل الزرع فی بیع الأرض بلا تسمیة ولا الثمر فی بیع الشجر إلا بالشرط۔ (تبیین الحقائق: (۴/۹، ۱۱)، کتاب البیوع، فصل یدخل فی بیع الدار... إلخ، ط: امدادیہ، ملتان)۔

أن کل ما هو متناول اسم المبیع بأن یعتبر من أجزائه عرفا یدخل فی البیع، وإن لم یذکر فی العقد صراحة، وهذا مثل من باع دارا أو شقة، فإنه یدخل فیه جمیع غرفه ومطبخه وبهوه، ودورة المیاه فیه، فإن اسم الدار یتناول الجمیع عرفا ولکن لا یدخل فیه علوه إلا بالتصریح، لأن لفظ الدار لا یتناوله دائما، بخلاف ما إذا باع فلة، فهو شامل فی العرف للعلو والسفل، فیدخلان فی البیع إلا إذا استثنی أحدهما۔ (فقه البیوع: (۲/۷۹۹)، المبحث الثامن تقسیم البیع، الباب الأول فی أحکام البیع الصحیح بدون الخیار، ما یدخل فی البیع وما لا یدخل، ط: مکتبہ معارف القرآن)۔

(۱، ۲) انظر الی الحاشیة السابقة رقم: ۲، علی الصفحة السابقة۔

سور کی خرید و فروخت

''خنزیر کی بیع'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳/۲۶۱)

سوم علی سوم الغیر

''دوسرے کا سودا خراب کرنا حرام ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳/۳۴۴)

سونا چاندی ادھار بیچنا

سونا چاندی ادھار بیچنا جائز نہیں ہے، سونے چاندی کی بیع (خرید و فروخت) نقد کرنا ضروری ہے۔[1]

سونا چاندی کا کاروبار

سونے چاندی کی تجارت جائز ہے البتہ نقد کرنا ضروری ہے، ادھار کرنا حرام ہے حضرت زید بن ارقم اور براء بن عازب رضی اللہ عنہما سونے چاندی کا کاروبار کرتے تھے۔[2]

سونا چاندی کرایہ پر دینا

سونے چاندی کے زیورات متعینہ ایام تک عورتوں کو پہننے کے لئے کرایہ پر

(۱) ''فلوس میں بیع سلم'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

(۲) وفي الصحيح عن أبي المنهال قال: كنت أتجر في الصرف فسألت زيد بن أرقم رضي الله عنه والبراء بن عازب عن الصرف، فقالا: كنا تاجرين على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فسألنا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصرف، فقال: إن كان يدا بيد فلا بأس، وإن كان نسيئا فلا يصلح، والصرف بيع الذهب بالفضة والنسأ التاخير. (التراتيب الإدارية: (۲/۲۸) القسم التاسع، الباب الأول، باب في الصراف، ط: دار الأرقم)

صحيح بخاري: (۱/۲۷۷) كتاب البيوع، باب التجارة في البز، ط: قديمي.

السنن الكبري للبيهقي: (۵/۲۸۰) كتاب البيوع، باب من قال الربا في النسية، ط: ادارہ تاليفات اشرفيه.

دینا جائز ہے کیونکہ زیورات کو پہن کر فائدہ اٹھانا جائز ہے، اور جائز چیزوں کو کرایہ پر دینا جائز ہے۔ (۱)

سونے چاندی کے علاوہ چیزوں کا تبادلہ

سونا چاندی کے علاوہ باقی چیزوں میں اگر دونوں طرف ایک ہی چیز ہے، اور وہ چیز تول کر بکتی ہے، جیسے گندم کے عوض میں گندم، چنے کے عوض میں چنا وغیرہ، تب تو وزن میں برابر ہونا بھی واجب ہے، اور اسی وقت سامنے رہتے رہتے لین دین ہو جانا بھی واجب ہے۔

اور اگر دونوں طرف سے ایک ہی چیز ہے لیکن تول کر نہیں بکتی، جیسے کیلے دے کر کیلے، انڈے دے کر انڈے، کپڑے دے کر ویسے ہی کپڑے لیے، یا ادھر سے اور چیز ہے اور اس طرف سے اور چیز، لیکن دونوں تول کر بکتی ہیں، جیسے گیہوں کے بدلے چنا، چنے کے بدلے جوار لینا، ان دونوں صورتوں میں وزن میں برابر ہونا واجب نہیں، کمی بیشی جائز ہے، البتہ اسی وقت لین دین ہونا واجب ہے۔

اور جہاں دونوں باتیں نہ ہوں، یعنی دونوں طرف ایک ہی چیز نہیں، اس طرف کچھ اور ہے اس طرف کچھ اور ہے، اور وہ دونوں وزن کے حساب سے بھی نہیں

---

(۱) وذكر عن الحسن رحمه الله قال: لابأس بأن يستأجر الرجل حلي الذهب بالذهب وحلي الفضة بالفضة وبه نأخذ، فإن البدل بمقابلة منفعة الحلي دون العين ولا ربا بين المنفعة وبين الذهب والفضة، ثم الحلي عين منتفع به واستئجاره معتاد فيجوز (المبسوط للسرخسي: (١٥/١٧٠) كتاب الإجارات، باب إجارة الدواب، ط: دار المعرفة)

الفتاوى الهندية: (٤/٤٦٨) كتاب الإجارة، الباب العشرون في إجارة الثياب والأمتعة والحلي، ط: رشيديه)

الفتاوى التاتار خانية: (١٥/١٩١) كتاب الإجارة، الفصل العشرون في إجارة الثياب وغيرها، ط: فاروقيه.

المحيط البرهاني: (١٢/٤٠٥) ايضاً، ط: إدارة القرآن.

بکتیں، وہاں کمی بیشی بھی جائز ہے، اور اسی وقت لین دین کرنا بھی واجب نہیں، جیسے کیلا دے کر موسمبی لینا۔ (۱)

سونا فجر کے بعد

''فجر کے بعد سونا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۹۰/۵)

سونا قسطوں میں خریدنا

☆......سونا، سونے، چاندی یا کرنسی کے بدلے میں قسطوں پر خریدنا ناجائز اور حرام ہے۔

☆......سونے کے بدلے سونا بیچنے کی دو شرطیں ہیں:

الف۔ پہلی شرط: وزن میں برابری۔

ب۔ دوسری شرط: عقد کی مجلس میں دونوں جانب سے ہاتھ در ہاتھ قبضہ کرنا۔

☆......اور اگر سونے کی بیع چاندی یا کرنسی کے ساتھ ہو تو اس میں ایک ہی شرط ہے اور وہ یہ کہ مجلس عقد سے جدا ہونے سے پہلے دونوں جانب ہاتھ در ہاتھ قبضہ ہونا۔

---

(۱) وإذا عدم الوصفان الجنس والمعنى المضموم إليه) وهو القدر (حل التفاضل والنساء) كبيع الحنطة بالدراهم أو الثوب الهروى بمرويين إلى أجل والجوز بالبيض إلى أجل (لعدم العلة المحرمة... وإذا وجدا) أى الجنس والمعنى المضموم إليه وهو القدر (حرم التفاضل والنساء) كالشعير بالشعير لايجوز إلا مع التساوى والتقابض (لوجود العلة... وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر حل التفاضل وحرم النساء مثل أن يسلم ثوبا هرويا فى ثوب هروى) فى صورة اتحاد الجنس مع عدم المضموم إليه من الكيل والوزن لايجوز، وكذا إذا باع عبدا بعبد إلى أجل لوجود الجنسية... (أو حنطة فى شعير) فى صورة اختلاف الجنس مع اتحاد المضموم وهو المسوى. (فتح القدير: (۱۰/۷، ۱۱)، كتاب البيوع، باب الربا، ط: دار الكتب العلمية)۔

☜ تبيين الحقائق: (۸۷/۴، ۸۸)، كتاب البيوع، باب الربا، ط: امداديه، ملتان۔

☜ الجوهرة النيرة: (۲۵۹/۱)، كتاب البيوع، باب الربا، ط: حقانيه۔

☆......اگر سونا، سونا چاندی اور کرنسی کے علاوہ کسی اور چیز کے بدلے ادھار خریدا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں مثال کے طور پر زمین، مکان، فلیٹ، بنگلے، گاڑی کے بدلے سونا یا چاندی ادھار خریدا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۱)

سونے چاندی کو ادھار بیچنا

سونے اور چاندی کو کسی بھی ملک کی کرنسی کے عوض ادھار بیچنا جائز نہیں ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر لوگ اپنے درمیان چمڑوں کے ذریعے خرید وفروخت کو رائج کر دیں یہاں تک کہ وہ چمڑے ثمن اور سکہ کی حیثیت اختیار کر جائے تو میں سونے چاندی کے بدلے ان چمڑوں کو ادھار فروخت کرنا پسند نہیں کروں گا۔ (۲)

یعنی اگر چمڑا زر کی حیثیت سے رائج ہو جائے تو اس پر بھی وہی احکام جاری ہوں گے جو درہم ودینار پر ہوتے ہیں۔

علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ نے خراسان کے امیر غطریف بن عطا کندی کی طرف منسوب غطارفہ نامی دراہم جن میں ملاوٹ زیادہ اور چاندی کم ہوتی تھی کی بحث میں لکھا ہے کہ "ولوالجی نے ذکر کیا ہے کہ غطارفہ جب دو سو ہوں تو ان میں زکوٰۃ

---

(۱) وإذا عدم الوصفان الجنس والمعني المضموم إليه حل التفاضل والنسأ... وإذا وجد حرم التفاضل والنسأ... وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر حل التفاضل وحرم النسأ... فحرمة ربو الفضل بالوصفين وحرمة النسأ بأحدهما. (الهداية: (۸۳/۳) كتاب البيوع، باب الربو، ط: رحمانيه)

الدر المختار مع الرد: (۱۷۲/۵) كتاب البيوع، باب الربو، مطلب في الإبراء عن الربا، ط: سعيد.

تبيين الحقائق: (۸۷/٤) كتاب البيوع، باب الربا، ط: امداديه.

(۲) لو ان الناس اجازوا بينهم الجلود حتي تكون لها سكة وعين لكرهتها ان تباع بالذهب والورق نظرة. (المدونة الكبرى: (۵/۳) كتاب الصرف، التأخير في صرف الفلوس، ط: دار الكتب العلمية)

واجب ہوگی، کیونکہ اگرچہ پہلے زمانے میں یہ لوگوں کے درہم نہیں تھے، مگر آج کل یہی ہیں، اور ہر دور میں اس زمانے کا رواج معتبر ہوتا ہے۔ [۱]

سونے کا سیال پانی

سونے کا سیال پانی سونے کے حکم میں ہے، اس لئے اس کی خرید وفروخت نقد کرنا ضروری ہے، ادھار کرنا جائز نہیں ہے۔ [۲]

سونے کا گھڑا

''واقعہ دیانت داری کا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۴۲۰/۶)

---

(۱) وذکر الولوالجي ان الزکاۃ تجب في الغطارفۃ اذا کانت مائتین لانہا الیوم من دراہم الناس، وان لم تکن من دراہم الناس في الزمن الاول وانما یعتبر في کل زمان عادۃ اہل ذلک الزمان. (البحر الرائق شرح کنز الدقائق: (۳۹۷/۲) کتاب الزکوۃ، باب زکوۃ المال، ط: رشیدیہ)

الفتاوی الولوالجیۃ: (۱۸۲/۱) کتاب الزکاۃ، الفصل الثاني: فیما یقع عن الزکاۃ، وفیما لا یقع إلی آخرہ، ط: دار الکتب العلمیۃ.

(۲) قولہ: فلو تجانسا شرط التماثل والتقابض) أی النقدان بأن بیع أحدہما بجنس الآخر فلابد لصحتہ من التساوی وزنا ومن قبض البدلین قبل الافتراق۔ (البحر الرائق: (۱۹۲/۶)، کتاب الصرف، ط: سعید)

تبیین الحقائق: (۱۳۵/۴)، کتاب الصرف، ط: امدادیہ ملتان۔

مجمع الأنہر: (۱۶۱/۳)، کتاب الصرف، ط: دار الکتب العلمیۃ۔

الثمنیۃ تثبت بقانون الحکومۃ، ولا ترتفع الا بقانون الحکومۃ۔ (کفایت المفتی: (۵۹/۸) باب السلم۔ نوٹ کو فلوس نافقہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

سونے کے زیورات کی ادھار تجارت

سونے کے زیورات کی تجارت روپے کے عوض میں نقد کرنا ضروری ہے، ادھار پر بیچنا یا ماہانہ قسطوں پر بیچنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ بیع صرف ہے، اور بیع صرف میں دونوں جانب نقد ہونا ضروری ہے، ادھار جائز نہیں ہے۔ (١)

سوید بن قیس العبدی کی تجارت

حضرت سوید بن قیس العبدی کپڑے کی تجارت کرتے تھے، اور یہ وہ صحابی ہیں جن سے نبی علیہ السلام نے شلوار خریدی تھی۔ (٢)

سی، آئی، ایف

جہاز کے ذریعہ امپورٹر کی طرف سامان بھیجنے کا ایک طریقہ ہے: سی، آئی،

---

(١) انظر الى الحاشية السابقة رقم: ٢، على الصفحة السابقة۔

(٢) ومنهم سويد بن قيس العبدي، ترجمه في الإصابة، فذكر أن سماك بن حرب روي عنه، أن النبي صلى الله عليه وسلم اشتري منه رجل (كذا) سراويل أخرجه أحمد وأصحاب السنن وفي رواية عنه: جلبت أنا ومخرمة العبدي بزًا من هجر فأتيت مكة فجاء نا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن بمني فساومنا سراويل فبعناه منه فوزن ثمنه وقال للوازن: زن وأرجح. (التراتيب الإدارية: (٢/ ٣٦) القسم التاسع، الباب الأول، باب في ذكر من كان بزازًا في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، ط: دار الأرقم.

الإصابة في تمييز الصحابة: (٣/ ١٨٩) حرف السين، باب س. و، ط: دار الكتب العلمية.

فيض القدير: (٤/ ٦٥) شرح رقم الحديث: ٥٦٥٤، حرف الزاي، ط: المكتبة التجاريه الكبرى.

الیف (یعنی کاسٹ، انشورنس، فریٹ) لاگت، انشورنس اور بار برداری اور نقل وحمل کے اخراجات برداشت کرنا۔

اس صورت میں سامان کو بھیجنے کا کرایہ ''ایکسپورٹر'' (بائع) ادا کرتا ہے، اور ایکسپورٹر، امپورٹر کے لئے مال کا بیمہ کراتا ہے، اور اس بیمہ کا فائدہ بھی امپورٹر کو حاصل ہوتا ہے، ایکسپورٹر بیمہ کرانے اور مال جہاز پر چڑھانے کے بعد فارغ ہوجاتا ہے اور عرف عام کی وجہ سے سی، آئی، الیف میں شپ منٹ کے بعد مال کا رسک امپورٹر کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، لیکن شریعت میں مال کا رسک امپورٹر کی طرف اس وقت منتقل ہوگا جب ایکسپورٹر امپورٹر سے اجازت لے کر مذکورہ جہاز پر مال چڑھائے گا ورنہ نہیں۔ (۱)

واضح رہے کہ ایک ماہر معیشت نے امپورٹر کی اجازت کے بغیر بھی ایکسپورٹر کے مال جہاز پر چڑھا کر دینے سے امپورٹر کے ضمان میں منتقل ہونے کا حکم دیا ہے یہ شرعا درست نہیں۔ (۲)

(۱، ۲) المبیع إنما یدخل فی ضمان المشتری بالقبض۔(بدائع الصنائع: (۵/ ۲۴۰)، کتاب البیوع، فصل وأما حکم البیع، ط:سعید)۔

وما لم یسلم المبیع هو فی ضمان البائع فی جمیع زمان حبسه، فلو هلک فی ید البائع بفعله أو بفعل المبیع بنفسه بأن کان حیوانا فقتل نفسه أو بأمر سماوی بطل البیع۔(فتح القدیر: (۶/ ۲۷۳)، کتاب البیوع، فصل: ومن باع دارا دخل بناؤها فی البیع... إلخ، ط:دار الکتب العلمیة)۔

والخروج عن ضمان البائع والدخول فی ضمان المشتری مبنی علی القبض۔(العنایه شرح الهدایة مع فتح القدیر: (۹/ ۳۰)، کتاب الهبة، ط:رشیدیه)۔

إذا قال المشتری للبائع ابعث إلی ابنی واستأجر البائع رجلا یحمله إلی ابنه فهذا لیس بقبض، والأجر علی البائع إلا أن یقول استأجر علی من یحمله فقبض الأجیر یکون قبض المشتری۔ (الفتاوی الهندیة: (۳/ ۱۹)، کتاب البیوع، الفصل الثانی فی تسلیم المبیع وفیما یکون قبضا وفیما لا یکون قبضا، ط:رشیدیه)۔

الفتاوی التاتارخانیه: (۸/ ۲۶۳)، کتاب البیوع، الفصل الرابع فی حبس المبیع بالثمن وفی قبض المبیع بإذن البائع وبغیر إذنه، ط:مکتبه فاروقیه۔

نیز یہ کہ بیمہ کرانا جائز نہیں اس لئے یہ صورت بھی جائز نہیں۔ (۱)

سی اور ایف

جہاز کے ذریعہ امپورٹر کی طرف سامان بھیجنے کا ایک طریقہ سی اور ایف (کاسٹ اینڈ فریٹ) لاگت اور بار برداری اور نقل وحمل کے اخراجات برداشت کرنا، یعنی اس صورت میں سامان کو جہاز کے ذریعہ بھیجنے کا کرایہ ''ایکسپورٹر'' (بائع) ادا کرتا ہے، اس صورت میں بھی تاجروں کے درمیان موجودہ عرف یہ ہے کہ ''شپنگ کمپنی'' کو امپورٹر (خریدار) ہی کا ایجنٹ سمجھا جاتا ہے، لیکن شریعت میں یہ ہے کہ اگر ایک ایکسپورٹر نے امپورٹر سے بات کر کے سامان مذکورہ شپنگ کمپنیکو حوالہ کیا تو جہاز کمپنی کو امپورٹر کا ایجنٹ سمجھا جائے گا ورنہ نہیں، یعنی اگر امپورٹر کی اجازت سے مال شپنگ کمپنی کو حوالہ کیا تو اسی وقت اس سامان کا ضمان (رسک) امپورٹر (خریدار) کی طرف منتقل ہوجائے گا۔ (۲)

---

(۱) ولاخلاف بین أهل العلم فی تحریم القمار، وأن المخاطرة قمار، وأن أهل الجاهلیة کانوا یخاطرون علی المال والزوجة، وقد کان مباحا إلی أن ورد تحریمه۔ (احکام القرآن للجصاص: (۴۶۵/۲)، ط: داراحیاء التراث العربی)۔

وسمی القمار قمارا، لأن کل واحد من المقامرین ممن یجوز أن یذهب ماله إلی صاحبه ویجوز أن یستفید مال صاحبه، وهو حرام بالنص۔ (الشامیة: (۴۰۳/۶)، کتاب الحظر والإباحة، فصل: فی البیع، ط: سعید)

وأما الذی یرجع إلی نفس القرض، فهو أن لایکون فیه جر منفعة، فإن کان لم یجز، نحو: ما إذا أقرضه دراهم غلة علی أن یرد علیه صحاحا، أو أقرضه وشرط شرطا له فیه منفعة لما روی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم أنه نهی عن قرض جر نفعا، ولأن الزیادة المشروطة تشبه الربا، لأنها فضل لایقابله عوض، والتحرز عن حقیقة الربا وعن شبهة الربا واجب۔ (بدائع الصنائع: (۳۹۵/۷)، کتاب القرض، فصل: فی الشروط، ط: سعید)

الربا: هو القرض علی أن یؤدی إلیه اکثر وأفضل مما أخذ۔ (حجة الله البالغة: (۲۸۲/۲)، الربا سحت باطل، ط: قدیمی)۔

(۲) إذا قال المشتری للبائع ابعث إلی ابنی واستأجر البائع رجلا یحمله إلی ابنه فهذا لیس بقبض، والأجر علی البائع إلا أن یقول استأجر علی من یحمله فقبض الأجیر یکون قبض المشتری =

سیاہ خضاب تیار کرنا

"سیاہ خضاب کی تجارت" عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۰۱/۴)

سیاہ خضاب کا استعمال

خالص سیاہ خضاب کا استعمال سر میں ہو یا ڈاڑھی میں مرد وعورت دونوں کے لئے حرام ہے[۱] البتہ سیاہ خضاب تیار کرنا اور فروخت کرنا جائز ہے، کیونکہ دشمن پر ہیبت بٹھانے کے لئے مجاہدین استعمال کر سکتے ہیں، اور یہ جواز کا ایک محل ہے، اس بنا پر خرید وفروخت جائز ہے،[۲] البتہ بنانا بیچنا بہتر نہیں،[۳] اور جس آدمی کے

= (الفتاوى الهندية: (۱۹/۳)، كتاب البيوع، الفصل الثاني في تسليم المبيع وفيما يكون قبضا وفيما لا يكون قبضا، ط: رشيديه)۔

الفتاوى التاتارخانية: (۲۶۳/۸)، كتاب البيوع، الفصل الرابع في حبس المبيع بالثمن وفي قبض المبيع بإذن البائع وبغير إذنه، ط: مكتبه فاروقيه۔

(۱) قال ميرك ذهب أكثر العلماء إلى كراهة الخضاب بالسواد وجنح النووي إلى أنها كراهة تحريم۔ (مرقاة المفاتيح: (۲۹۴/۸)، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الثاني، ط: رشيديه)۔

ويكره الخضاب بالسواد، قيل لأبي عبدالله: تكره الخضاب بالسواد؟ قال: إي والله قال: وجاء أبو بكر بأبيه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ورأسه ولحيته كالثغامة بياضا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: غيروهما وجنبوه السواد۔ (المغني لابن قدامة: (۱۱۵/۱)، كتاب الطهارة، فصل في الفطرة، الخضاب، ط: دار الحديث القاهرة)۔

اتفقوا على ذم خضاب الرأس أو اللحية بالسواد... والصحيح بل الصواب أنه حرام، وممن صرح بتحريمه صاحب الحاوي في باب الصلاة بالنجاسة قال إلا أنه يكون في الجهاد... ولا فرق في المنع من الخضاب بالسواد بين الرجل والمرأة۔ (المجموع شرح المهذب: (۱۰۳/۱)، كتاب الطهارة، باب السواك، ط: دار الحديث القاهرة)۔

(۲) أنظر رقم الحاشية: ۲، على الصفحة الآتية۔

(۳) قلت: وأفاد كلامهم أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريما وإلا فتنزيها۔ نهر (الدر المختار مع الرد: (۲۶۸/۴)، كتاب السير، باب البغاة، ط: سعيد)۔

البحر الرائق: (۱۳۳/۵)، كتاب السير، باب البغاة، ط: سعيد۔

النهر الفائق: (۲۶۸/۳)، كتاب الجهاد، باب البغاة، ط: رشيديه۔

بارے میں معلوم ہے کہ وہ ناجائز طور پر استعمال کرے گا اس کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں۔ (۱)

سیاہ خضاب کی تجارت

سیاہ خضاب بنانا اور فروخت کرنا جائز ہے، کیونکہ سیاہ خضاب کا استعمال جائز مواقع میں بھی ممکن ہے، مثلاً جہاد میں کفار پر رعب ڈالنے کے لئے مجاہدین استعمال کرسکتے ہیں، اسی طرح وہ بوڑھا شخص جس کی بیوی جوان ہے، تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے، اگرچہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ نہیں، اس لئے سیاہ خضاب بنانے اور بیچنے سے اجتناب کرنا بہتر ہے، اور ایسے شخص کو فروخت کرنا جائز نہیں جس کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ ناجائز طور پر استعمال کرے گا۔ (۲)

---

(۱) ثم السبب إن لم يكن محركا وداعيا، بل موصلا محضا، وهو مع ذلک سبب قريب بحيث لا يحتاج في إقامة المعصية به إلى إحداث صنعة من الفاعل، كبيع السلاح من أهل الفتنة وبيع العصير ممن يتخذه خمرا... فكله مكروه تحريما بشرط أن يعلم به البائع أو الآجر من دون تصريح به باللسان، فإنه إن لم يعلم كان معذورا۔ (جواهر الفقه: (۲/۴۵۲)، باب تفصيل الكلام في مسئلة الإعانة على الحرام، عنوان: أقسام السبب وأحكامه، ط: مكتبه دار العلوم كراچی)۔

(۲) لأن الحرمة ليست بقائمة بعينه، وإنما الحرمة في الاستعمال إذا استعمله خادعًا ومن شاب قبل أوان المشيب، أو خضب لإرهاب العدو في الحرب يجوز له الخضاب بالسواد كما صرح به في الهندية وغيرها۔ (إمداد الأحكام: (۳/۳۹۰)، كتاب البيوع (المتفرقات) عنوان: بغرض تجارت سیاہ خضاب بنانا اور فروخت کرنا جائز ہے، ط: مکتبہ دار العلوم کراچی)

وأما الخضاب بالسواد: فمن فعل ذلک من الغزاة ليكون أهيب في عين العدو فهو محمود منه، اتفق عليه المشايخ، ومن فعل ذلک ليزين نفسه للنساء، وليحبب نفسه إليهن فذلک مكروه، عليه عامة المشايخ، وبنحوه ورد الأثر عن عمر رضي الله عنه، وبعضهم جوزوا ذلک من غير كراهة، روي عن أبي يوسف ﷺ أنه قال: كما يعجبني ان تتزين لي يعجبها ان اتزين لها، هذه الجملة من شرح "السير الكبير"۔ (المحيط البرهاني: (۶/۱۲۲)، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الحادي والعشرون في الزينة واتخاذ الخادم للخدمة، ط: رشيديه)

قوله: ويكره بالسواد أي لغير الحرب قال في الذخيرة: اما الخضاب بالسواد للغزو، ليكون اهيب في عين العدو، فهو محمود بالاتفاق۔ (شامی: (۶/۴۲۲) كتاب الحظر والإباحة، فصل: في البيع، ط: سعيد)

سیٹی

''بچوں کا باجہ'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۹۸/۲)

سی ڈی

☆ سادہ سی ڈی یا جب سی ڈی میں قرآن کریم، وعظ، تقریر، یا اور کوئی دینی، مذہبی یا اصلاحی پروگرام محفوظ ہو، اور اس میں کسی جاندار کی تصویر نہ ہو، یا اور کوئی ایسی چیز بھری ہوئی نہ ہو جو شریعت کے خلاف ہو، تو ایسی ''سی ڈیز'' کا کاروبار کرنا جائز ہے، اور آمدنی حلال ہے۔

اور جن سی ڈیز میں گانے، ساز، ڈھولک، سارنگی، ہامونیم، میوزک، اور جاندار کی تصاویر وغیرہ بھری ہوئی ہو، ان سی ڈیز کا کاروبار کرنا ناجائز اور حرام ہے اور آمدنی بھی حرام ہے۔[1]

سیکورٹی ڈپازٹ کا حکم

سیکورٹی ڈپازٹ کی حیثیت کیا ہے؟ اس بارے میں مروجہ اسلامی بینکوں کے شریعہ ایڈوائزر کے جواب مختلف ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ یہ رقم بینک کے پاس امانت ہے بینک اس میں تصرف کا مجاز نہیں، کبھی اسے قرض قرار دیتے ہیں، کبھی اسے

---

(۱) قلت: وأفاد كلامهم أن ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريما وإلا فتنزيها، نهر۔ (الدر المختار مع الرد: (۲۶۸/۴)، كتاب السير، باب البغاة، ط: سعيد)۔

🗀 البحر الرائق: (۱۴۳/۵)، كتاب السير، باب البغاة، ط: سعيد۔

🗀 النهر الفائق: (۲۶۸/۳)، كتاب الجهاد، باب البغاة، ط: رشيديه۔

🗀 عن ابن عباس رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الله تعالى إذا حرم شيئا حرم ثمنه. (سنن الدار قطنى (۳۸۸/۳)، رقم الحديث: ۲۸۱۵، كتاب البيوع، ط: مؤسسة الرسالة)

🗀 إعلاء السنن: (۱۱۳/۱۴)، كتاب البيوع، أبواب البيوع الفاسدة، باب حرمة بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام، ط: إدارة القرآن

پیشگی کرایہ قرار دیتے ہیں یعنی کرائے کے دو حصے ہوتے ہیں ایک حصہ ماہانہ قسطوں کی صورت میں لیا جاتا ہے اور دوسرا حصہ سیکورٹی ڈپازٹ کے نام پر کل مدت اجارہ کے مقابلے میں پیشگی وصول کرلیا جاتا ہے لیکن ان توجیہات میں سے کوئی بھی توجیہ اعتراض سے خالی نہیں ہے۔

امانت قرار دینے پر یہ اعتراض ہے کہ امانت سے اجازت کے بغیر فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، اور مالک جب چاہے اپنی امانت کو واپس لینے کا حق رکھتا ہے۔ جبکہ بینک اجازت کے بغیر سیکورٹی ڈپازٹ کی رقم سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے اور مالک جب چاہے سیکورٹی ڈپازٹ کی رقم واپس نہیں لے سکتا اور بینک مالک کی منشاء کے مطابق واپس بھی نہیں کرتا۔ (۱)

قرض قرار دینے سے یہ خرابی پیدا ہوتی ہے کہ اس طرح قرض اور بیع کا معاملہ جمع ہوجاتے ہیں کیونکہ کلائنٹ بینک کو سیکورٹی ڈپازٹ کا قرض اس شرط پر دیتا ہے کہ بینک اسے اجارہ کی سہولت فراہم کرے، یہ جائز نہیں ہے۔ (۲)

---

(۱) وأما حكمها فوجوب الحفظ على المودع وصيرورة المال امانة فى يده ووجوب أدائه عند طلب مالكه، كذافى الشمنى۔ الوديعة لاتودع ولا تعار ولا تؤجرولا ترهن، وإن فعل شيئاً منها ضمن۔ (الفتاوى الهنديه: (۳۳۸/۴) كتاب الوديعة، ط: رشيديه)

▭ شامى: (۶۷۹/۵) كتاب العارية، ط: سعيد۔

▭ خلاصة الفتاوى: (۲۹۱/۴) كتاب العارية، الفصل الأول، ط: رشيديه۔

▭ (هي امانة) وهذا حكمها مع وجوب الحفظ والأداء عند الطلب واستحباب قبولها. (الدر المختار مع الرد: (٥/٦٦٣، ٦٦٤) كتاب الإيداع، ط: سعيد)

(۲) مايبطل بالشرط الفاسد، ولا يصح تعليقه بالشرط الفاسد: البيع والقسمة والإجارة. (كنز الدقائق: (۳۵۱/۲، ۳۵۲) كتاب البيوع، باب المتفرقات، ط: مكتبة البشرى)

▭ قوله: والإجارة) أي كأن آجر داره على أن يقرضه المستأجر أو يهدي إليه. (البحر الرائق: (۳۹۹/۶) كتاب البيع، باب المتفرقات، ط: رشيديه)

▭ ولو استاجر دارا بأجرة معلومة وشرط الآجر تطيين الدار وتعليق باب عليها أو إدخال جذع في سقفها على المستأجر فالإجارة فاسدة، وكذا إذا آجر أرضا وشرط كري نهرها أو حفر بئرها أو ضرب =

مزید یہ کہ قرض کے بدلے حاصل ہونے والا ہر فائدہ سود ہے جبکہ یہاں ہمیشہ کرایہ سیکورٹی ڈپازٹ کی رقم کو دیکھ کر مقرر کیا جاتا ہے، اگر سیکورٹی ڈپازٹ کی رقم بینک کی فرمائش سے زائد ہو تو کرایہ کم رکھا جاتا ہے اور اگر سیکورٹی ڈپازٹ کی رقم کم ہے تو کرایہ زیادہ رکھا جاتا ہے، اس اعتبار سے اس میں سود کا عنصر شامل ہو جاتا ہے، اور سود لینا دینا حرام ہے۔(1)

سیکورٹی ڈپازٹ کو پیشگی کرایہ بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ رقم اجارہ کے وعدہ کے موقع پر لی جاتی ہے جو کہ مروجہ اسلامی بینکوں کے بقول معاہدہ نہیں ہے، اور اجارہ کے قوانین کے مطابق اجارے کا معاہدہ ہونے کے بعد اجارہ پر دینے والے کو پیشگی کرایہ وصول کرنے کا حق ہوتا ہے، معاہدہ سے پہلے نہیں، لہٰذا سیکورٹی ڈپازٹ کی رقم کو پیشگی کرایہ قرار دینا بھی درست نہیں۔ کیونکہ اس سے مروجہ اسلامی بینکوں کے اس موقف کی نفی ہوتی ہے کہ اجارہ کا حتمی معاہدہ مطلوبہ چیز کی خریداری کے بعد ہوتا ہے۔

غرض کہ مروجہ اسلامی بینک کی سیکورٹی ڈپازٹ شترمرغ کی طرح ہے خود شترمرغ کو بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ اونٹ ہے یا پرندہ اسی طرح اس کا حال ہے کہ سیکورٹی ڈپازٹ کی حیثیت کیا ہے ان کو بھی معلوم نہیں۔

=مسناة عليها كذا في البدائع (الفتاوى الهندية: (٤/٤٤٣) كتاب الإجارة، الباب الرابع عشر في تجديد الإجارة بعد صحتها، الفصل الثاني: ط: رشيديه)

(1) قال عليه الصلاة والسلام: كل قرض جر منفعة، فهو ربا. (فيض القدير للمنادي: (٦/٢٨٢) رقم الحديث: ٦٣٣٦، حرف الكاف، ط: دار الحديث، القاهرة)

كل قرض جر منفعة، فهو وجه من وجوه الربا. (السنن الكبري للبيهقي: (٥/٣٥٠) كتاب البيوع، باب كل قرض جر منفعة، فهو ربا، ط: إدارة تاليفات اشرفيه)

عن علي أمير المؤمنين رضي الله عنه مرفوعاً: كل قرض جر منفعة، فهو ربا. (إعلاء السنن: (١٤/٥١٢) كتاب الحوالة، باب كل قرض جر منفعة، فهو ربا، ط: إدارة القرآن)

عن جابر رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه، وقال: هم سواء. (صحيح مسلم: (٢/٢٧) كتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا، ط: قديمي)

سیل

''بیٹری'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۱۴۸/۲)

سیلز ٹیکس

☆ سیلز ٹیکس شرعاً درست نہیں، اس لئے تاجروں سے زبردستی سیل ٹیکس وصول کرنا درست نہیں ہے، ہاں اگر تاجر حضرات خوشی سے ادا کریں تو لینا جائز ہے۔ (۱)

☆ اگر کوئی تاجر سیلز ٹیکس ادا کئے بغیر پوشیدہ طور پر مال فروخت کرتا ہے تو جائز ہے، اور آمدنی بھی حلال ہے، البتہ اپنی عزت اور مال کو خطرہ میں ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ (۲)

سیلز ٹیکس قیمت خرید میں ملانے کا حکم

موجودہ دور میں حکومت کی طرف سے عائد کردہ سیلز ٹیکس جائز حدود سے نکل کر ظلم وزیادتی اور تعدی کے دائرہ میں داخل ہیں، اور اس میں کسی امیر یا غریب، مسلم اور کافر کی تمیز بھی نہیں، ظلم پر ظلم یہ ہے کہ شرح ٹیکس بھی اتنی زیادہ ہے کہ دینے

---

(۱) قال اللہ تعالی: یاایھا الذین آمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔(سورۃ النساء: ۲۹)۔

من اخذ مال غیرہ لا علی وجہ أذن الشرع فقد أکلہ بالباطل۔(الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: (۲/ ۳۳۶)، سورۃ البقرۃ:۱۸۸، ط:رشیدیہ)۔

لا یأکل بعضکم أموال بعض بالوجہ الذی لم یبحہ اللہ تعالی۔(تفسیر أبی السعود: (۱/ ۲۵۵)، سورۃ البقرۃ:۱۸۸، ط:دار الفکر)۔

واکل المال بالباطل علی وجھین:أحدھما أخذہ علی وجہ الظلم والسرقۃ والغصب وماجری مجراہ۔(احکام القرآن للجصاص:(۱/ ۲۴۴)، سورۃ البقرۃ: ۱۸۸، باب مایحلہ حکم الحاکم، ط: قدیمی)۔

(۲) تخریج کے لئے ''بلیک کا حکم'' عنوان کے تحت حاشیہ دیکھیں۔

والا اس کو ادا کرنے سے عاجز ہے، اس بنا پر سیلز ٹیکس بالکل اس رقم کی طرح ہے جو راستے میں تاجروں سے جبر اور ظلم سے وصول کی جاتی ہے، اس لئے بیع مرابحہ کی صورت میں بائع مشتری کو قیمت بتاتے وقت ٹیکس کے اضافے کو قیمت خرید میں ضم کرکے یہ نہ بتائے کہ میری قیمت خرید یہ ہے بلکہ یہ کہے کہ مجھے اتنے میں پڑی ہے، ورنہ خیانت ہوگی۔ (۱)

اور اگر بیع مرابحہ نہیں ہے اور قیمت خرید بتائے بغیر جملہ ٹیکسوں کا حساب کرکے مشتری سے کسی قیمت پر اتفاق کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

سیلری (Salary)

رومی بادشاہ جولیئس سیزر (دورِ حکومت ۶۰ تا ۴۴ ق م) کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کی فوج کو تنخواہ نمک کی شکل میں ملتی تھی، لاطینی زبان میں نمک کو "سیل" کہتے ہیں اور اسی سے لفظ (Salary) نکلا ہے جس کا معنی "تنخواہ" ہے۔

سیلز مین کا کمیشن لینا

اگر سیلز مین کی تنخواہ ادارہ کی طرف سے مقرر ہے اور ادارہ والوں سے ان کی چیز سیل کرنے پر کمیشن لینے کا معاہدہ نہیں ہوا، تو ادارے کی اشیاء کو فروخت کرنے کے بعد تنخواہ کے علاوہ کمیشن لینا جائز نہیں ہوگا، اور اگر سیلز مین اور ادارے کے درمیان تنخواہ کے علاوہ کمیشن کی بات بھی ہوئی ہے تو حلال اور جائز اشیاء بیچ کر کمیشن لینا بھی

---

(۱) لایضم أجر الطبیب... ومایأخذ فی الطریق من الظلم الا اذا جرت العادة بضمه هذا هو الاصل کما علمت فلیکن المعمول علیه۔ (الدر مع الرد: (۱۳۷/۵) باب المرابحة والتولیة، ط: سعید)

والذی یؤخذ فی الطریق من الظلم لایضم الا فی موضع جرت العادة فیه بینهم بالضم۔ (البحر الرائق: (۱۱۰/۶) باب المرابحة والتولیة، ط: سعید)۔

الهندیة: (۱۶۲/۳)، کتاب البیوع، الباب الرابع عشر فی المرابحة والتولیة، ط: رشیدیه)۔

جائز ہوگا۔[1]

(٢٠٧) سیمناروں کا انعقاد

بڑے تجارتی میلوں میں سیمینار منعقد کیے جاتے ہیں، اس مقصد کے لئے تاجر کے پاس اپنے کاروبار کے متعلق دستاویزی معلومات کے بتانے والے کتابچوں اور کاروباری کارڈز کا ہونا ضروری ہے تاکہ ان کی مدد سے سامعین بعد میں تاجر کے ساتھ رابطہ کرسکیں، تاجر تقریر کرنے کے بعد لوگوں کے سوالات کے جوابات دینے کے لئے وہیں موجود رہے۔

سیمنز کی خرید وفروخت کرنا

آج کل جانوروں کی اچھی سے اچھی نسل حاصل کرنے کے لئے مصنوعی طریقے سے ان کی افزائش نسل کی جاتی ہے، جس میں کسی اعلیٰ نسل کے نر جانور سے نطفہ حاصل کر کے اس سے بڑی تعداد میں سیمنز (تولیدی جوہر) تیار کر لئے جاتے ہیں، پھر ضرورت کے وقت ڈاکٹر اپنے ہاتھ سے شیشے کی نلی کے ذریعہ اس سیمن (تولیدی جوہر) کو مادہ کے رحم میں رکھ دیتے ہیں، اور ایک مدت کے بعد بچہ پیدا ہوجاتا ہے۔

آج کل مختلف شہروں میں حکومت کے بڑے بڑے فارم ہیں، جہاں نطفہ

---

(١) س: أنا صاحب مكتب تجاري، شغلتي هي أنني وكيل ووسيط بعض الشركات في الخارج المصنعة للملابس الجاهزة، والمواد الغذائية، هذه الشركات تقوم بارسال عينات ماتصنعه مع الأسعار لكل صنف، أقوم بعرض هذه البضاعة للتجارة وبيعها لهم بسعر الشركة مقابل من الشركة المصنعة حسب الاتفاق معها على نسبة العمولة، فهل على إثم في ذلك أو يلحقني أي شي من الإثم في ذلك؟ أرجو إفادتنا مع الشكر.

ج: إذا كان الواقع كما ذكر جاز لك أخذ تلك العمولة ولا إثم عليك. (فتاوي اللجنة الدائمة: (١٣/ ١٢٥) البيوع، السمسرة، ط: رئاسة إدارة البحوث العلمية والافتاء)

سے سیمنز حاصل کرکے سرکاری طور پر ان کی خرید وفروخت ہوتی ہے، جانوروں کی اعلیٰ اور عمدہ نسلیں جو یہاں پاکستان میں دستیاب نہیں ہیں، بیرون ملک سے خود حکومت ان کے سیمنز خرید کر بڑی تعداد میں یہاں فروخت کرتی ہے۔

اس طریقے سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کا گوشت کھانا دودھ پینا اور قربانی اور عقیقہ کرنا جائز ہے، شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں، البتہ مادہ جانور کو فطری طور پر لطف حاصل کرنے سے محروم کیا جاتا ہے، یہ مناسب نہیں۔

ان سیمنز سے جائز طریقے سے فائدہ حاصل کرنا ممکن ہے، اس لئے ان کی خرید وفروخت بھی جائز ہے، اور آمدنی بھی حلال ہے۔

واضح رہے کہ مادہ منویہ کی بیع نجس اور غیر متقوم اور غیر مال ہونے کی بنا پر ناجائز ہونی چاہیئے، لیکن چونکہ یہ جانوروں کا ایسا ناپاک مادہ ہے، جسے الگ کرنے کے بعد اس سے جائز طریقے سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے، اور عرف میں اس کی قیمت بھی ہے، اور ضرورت کے وقت کے لئے اس کو ذخیرہ بھی کرکے رکھا جاتا ہے، اور لوگوں کو اس کی خریداری کی طرف کی رغبت بھی ہے تو یہ مال مانا جائے گا، اور مال متقوم ہوگا اس لئے اس کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے۔ (۱)

---

(۱) قال ابن عابدین رحمه الله تعالى: المراد بالمال مايميل إليه الطبع، ويمكن إدخاره لوقت الحاجة، والمالية تثبت بتمول الناس كافة أو بعضهم، والتقوم يثبت بها، وبإباحة الانتفاع شرعا، فما يباح بلاتمول لايكون مالا كحبة حنطة ومايتمول بلا إباحة انتفاع لايكون متقوما كالخمر، وإذا عدم الامران لم يثبت واحد منهما كالدم، "بحر" ملخصا... وحاصله ان المال اعم من المتقوم؛ لأن المال مايمكن إدخاره ولو غير مباح كالخمر، والمتقوم مايمكن إدخاره مع الاباحة... وفي البحر عن الحاوى القدسي: المال اسم لغير الآدمى خلق لمصالح الآدمى وامكن احرازه والتصرف فيه على وجه الاختيار۔ (رد المحتار: ۵۰۱/۴، ۵۰۲)، كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال والملك والمتقوم، ط: سعيد)

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: تنبيه: لم يذكروا حكم دود القرمز... قلت: وفيه انها من أعز الأموال اليوم، ويصدق عليها تعريف المال المتقوم ويحتاج إليها الناس كثيرا في الصباغ وغيره، فينبغي جواز بيعها كبيع السرقين والعذرة المختلطة بالتراب كما يأتى، مع ان هذه الدودة ان لم يكن =

سینما بنانا

(٢٠٩) مسلمان کے لئے سینما بنانا، اور اس کا انتظام سنبھالنا اور اس کو کاروبار اور آمدنی کا ذریعہ بنانا ناجائز اور حرام ہے اور اس سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ بھی حرام ہے، وہ رقم فقراء پر صدقہ کردینا ضروری ہے۔(١)

= لها نفس سائلة تكون ميتتها طاهرة كالذباب والبعوض، وإن لم يجز أكلها، وسيأتي ان جواز البيع يدور مع حل الانتفاع، وانه يجوز بيع العلق للحاجة مع انه من الهوام، وبيعها باطل، كذا بيع الحيات للتداوى وفي القنية: وبيع غير السمك من دواب البحر لو له ثمن كالسقنقور وجلود الخز ونحوها يجوز والافلا۔ وجمل الماء قيل يجوز حيا لاميتا، والحسن اطلق الجواز اهـ فتأمل۔ (ردالمحتار: (٥/ ٥١، ٥٢)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في تعريف المال، ط:سعيد)۔

☐ كره بيع العذرة رجيع الآدمى خالصة، لايكره بل يصح بيع السرقين أى الزبل خلافا للشافعى، وصح بيعها مخلوطة بتراب... كما صح الانتفاع بمخلوطها، اى العذرة بل بها خالصة على ما صححه الزيلعى... وفي الملتقى: ان الانتفاع كالبيع أى في الحكم فافهم، الدر المختار۔

قوله: في الملتقى: أن الظاهر أنه اشار بنقله إلى أن تصحيح الانتفاع بالخالصة تصحيح لجواز بيعها أيضا، وقوله: فافهم، تنبيه على ذلك۔ (شامى: (٦/ ٣٨٥)، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ط:سعيد)۔

☐ في الهداية: ولايجوز بيع جلود الميتة قبل ان تدبغ لأنه غير منتفع به۔ قال المحقق بعد ذكر سوال يرد على المصنف: وهذا السوال ليس في تقرير المصنف مايرد عليه ليحتاج إلى الجواب منه، فإنه ما علل المنع الا بعدم الانتفاع به، وإنما يرد على من علل بالنجاسة ولاينبغى ان يعلل بها بطلان البيع اصلاً، فإن بطلان البيع دائر مع حرمة الانتفاع وهى عدم المالية، فإن بيع السرقين جائز وهو نجس العين للانتفاع به، كما ذكرنا۔ (الهداية مع فتح القدير: (٦/ ٣٩١، ٣٩٢)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط:دار الكتب العلمية، بيروت)۔

(١) عن أبى أمامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لايحل بيع المغنيات ولا شراؤهن ولا تجارة فيهن وأكل أثمانهن حرام۔ وفي رواية بكر بن مضر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تبيعوا المغنيات ولا تشتروهن ولا تعلموهن ولا خير في تجارة فيهن وثمنهن حرام۔ (السنن الكبرى للبيهقى: (٦/ ١٥)، كتاب البيوع، باب ماجاء في بيع المغنيات، ط:إدارة القرآن)۔

☐ وفي السراج: ودلت المسألة أن الملاهي كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم لإنكار المنكر. قال ابن مسعود رضي الله عنه: "صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات" قلت: وفي البزازية: استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام: لقوله عليه الصلاة والسلام: =

واضح رہے کہ سینما حرام چیزوں پر مشتمل ہے۔ اس میں بے حیا، بے شرم لوگوں کی تصاویر، اور فتنہ انگیز مناظر پیش کئے جاتے ہیں، جو بے حیائی، انارکی، مادر پدر آزادی اور اخلاق بگاڑ کر ڈاکو، قاتل، چور اور بدمعاش بنانے کی دعوت دیتے ہیں، جنسی جذبات بھڑکاتے ہیں، اور پھر ان میں غیر محرم مردوں اور عورتوں کا اختلاط بھی ہوتا ہے۔

سیندور

''سیندور'' سرخ رنگ کا ایک پاؤڈر ہے جسے ہندو عورتیں مانگ میں بھرتی ہیں، اگر یہ نجس اور حرام نہیں تو اس کی تجارت منع نہیں ہے لیکن بہتر بھی نہیں ہے۔ [1]

="استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر" أي بالنعمة، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر، فالواجب كل الواجب أن يجتنب كي لا يسمع، لما روي أنه عليه الصلاة والسلام أدخل أصبعه في أذنه عند سماعه. (الدر المختار مع الرد: (٦/٣٤٩) كتاب الحظر والإباحة، ط: سعيد)

وما كان سبباً لمحظور فهو محظور. (شامي: (٦/٣٥٠) كتاب الحظر والإباحة، ط: سعيد۔

وفي المنتقى: امرأة نائحة أو صاحبة طبل أو زمر اكتسبت مالاً، ردته على أربابه، إن علموا، وإلا يتصدق به. (شامي: (٦/٥٥)، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: الاستيجار على المعاصي، ط: سعيد)

الفتاوى الهندية: (٥/٣٤٩) كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب۔

البحر الرائق: (٨/٣٦٩) كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: رشيديه)

(۱) تخریج کے لئے ''پوجا میں کام آنے والی چیزیں فروخت کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

شارٹ سیل (Short Sale)

''شارٹ سیل'' حقیقت میں غیر مملوک چیز کی بیع کا نام ہے، یعنی بائع ایسے شیئرز فروخت کردیتا ہے جو ابھی اس کی ملکیت میں نہیں ہوتے، لیکن اسے یہ توقع ہوتی ہے کہ سودا ہوجانے کے بعد وہ یہ شیئرز لیکر خریدار کو دے گا، یہ شرعاً جائز نہیں ہے، جب تک چیز اپنے قبضہ میں نہ ہو اس کو بیچنا جائز نہیں۔ (١)

شاہانہ انداز

''تعیشات'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (٢٠٨/٢)

شبہات سے بچنا

☆ مسلمان تاجر اور دوکاندار پر لازم ہے کہ تجارت اور کاروبار سے متعلق حلال وحرام اور جائز و ناجائز کا علم حاصل کرے، اور اس کے مطابق تجارت اور کاروبار کرے، اگر لین دین کے کسی معاملہ میں تردد اور شبہ پیدا ہوجائے کہ وہ حلال ہے یا حرام معلوم نہ ہو تو جب تک اس معاملہ کے بارے میں کسی مفتی یا مستند عالم سے پوچھ نہ لے تب تک اس پر عمل نہ کرے، پوچھنے کے بعد اگر معلوم ہو کہ حلال ہے

---

(١) حدثنا قتيبة ثنا هشيم عن أبى بشر عن يوسف بن مالک عن حكيم بن حزام رضى الله عنه قال: سألت رسول الله ﷺ فقلت: يأتينى الرجل فيسألنى من البيع ماليس عندى ابتاع له من السوق ثم ابيعه؟ قال: لاتبع ماليس عندک۔ (ترمذی: (٢٣٣/١)، باب ماجاء فى كراهية بيع ماليس عنده، ط: سعيد)۔
سنن أبوداود: (١٣٩/٢)، كتاب الإجارة، باب فى الرجل يبيع ماليس عنده، ط: رحمانيه۔
سنن ابن ماجه: ص: ١٥٨، ابواب التجارات، باب النهى عن بيع ماليس عندک... إلخ، ط: قديمى۔

تو وہ معاملہ کرے ورنہ چھوڑ دے۔[1] تا کہ آخرت تباہ نہ ہو۔

☆ حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ متقی پیرہیزگار لوگوں میں شمار نہیں ہوسکتا جب تک گناہ والے کام سے بچنے کی خاطر ایسا کام بھی چھوڑ نہ دے جس میں گناہ اور حرج نہ ہو۔[2]

شپنگ کے بعد بیچنا

''جہاز پر مال چڑھانے کے بعد بیچنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۱۳۹/۳)

شراب اور ہماری معیشت

ہر مسلمان کو یہ جاننا ضروری ہے کہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب سے متعلق حرمت کے آیات اترنے کے بعد شہر شہر، گاؤں گاؤں، بلکہ گلی گلی میں اس کا اعلان کروا دیا تھا کہ اللہ نے شراب کو حرام قرار دیا ہے، اب نہ اس کا استعمال جائز و حلال ہے، اور نہ اس کی تجارت جائز ہے، غرض کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کو انسانی ضرورت اور معیشت میں سے قطعی اور کلی طور پر نکال دیا تھا، لیکن نہایت ہی افسوس کی

---

(۱) عن النعمان بن بشير رضي الله عنه، قال: قال: النبي صلى الله عليه وسلم: الحلال بين والحرام بين وبينهما أمور مشتبهة، فمن ترك ماشبه عليه من الإثم، كان لما استبان أترك، ومن اجترأ على مايشك فيه من الإثم أوشك أن يواقع ما استبان، والمعاصي حمى الله من يرتع حول الحمي يوشك أن يواقعه. (صحيح البخاري: (۲۷۵/۱) كتاب البيوع، باب الحلال بيّن والحرام بين وبينهما مشتبهات، ط: قديمي)

جامع الأصول لابن الأثير: (۵۲۶/۱۰) رقم الحديث: ۸۱۳۳، حرف الكاف، الكتاب الأول في الكسب والمعاش، الفصل الأول في الحث على الحلال واجتناب الحرام، ط: دار الفكر۔

(۲) عن عطية السعدي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لايبلغ العبد أن يكون من المتقين حتى ما يدع ما لابأس به حذرا لما به البأس ۔ (مشكاة المصابيح: (۲۴۲/۱) كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثاني، ط: قديمي)

جامع الترمذي: (۷۲/۲) أبواب صفة القيامة، باب بعد باب ماجاء في صفة أواني الحوض، ط: سعيد۔

سنن ابن ماجه: (ص: ۳۱۱) أبواب الزهد، باب الورع والتقوى، ط: قديمي۔

بات ہے کہ دوسری برائیوں کی طرح ہماری معاشرت میں شراب نوشی، اور ہماری تجارت میں شراب کی خرید وفروخت، پھر سے داخل ہوگئی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شراب بنانا، رکھنا، پینا، پلانا، اور اس کی خرید و فروخت سب کچھ بند کر دیا تھا اور ایک لمبے زمانے تک اس پر عمل ہوتا رہا۔

لیکن جب سے ہمارے ایمان میں کمزوری آگئی، اور ہمارے سروں سے اسلامی حکومت کا سایہ ختم ہوگیا، اور ہمارے اندر بے ایمانی داخل ہوگئی، ہمارے دلوں میں نفاق نے جگہ لے لی، اس وقت سے دوسری برائیوں کی طرح شراب کا پینا، پلانا، اور اس کی تجارت ہمارے یہاں عام ہوگئی، اور اس برائی میں مبتلا لوگوں میں سے ایک بڑا طبقہ لکھے پڑھے لوگوں کا ہے، جو کہ مسلمان تو ہیں لیکن اسلام کے تقاضوں کو پورا کرنے والے نہیں ہیں، بلکہ احکام اسلام سے دور بھاگنے کی وجہ سے ان لوگوں میں دینی حمیت اور غیرت باقی نہیں رہی، ان پر شیطان مسلط ہوگیا ہے اور شیطانی اثرات غالب آنے لگے ہیں، جبکہ اس میں مبتلا لوگوں میں بے شمار ایسے لوگ بھی ہیں جو کہ لکھے پڑھے نہیں ہیں، بلکہ انجان اور دینی علوم سے بالکل ناواقف ہیں، یہ لوگ شراب نوشی اور اس کے استعمال اور خرید وفروخت میں شیطان اور اس کی ذریات کے حامی و ناصر بنے ہوئے ہیں، ایسے لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیئے، اور شراب سے ہر اعتبار سے دور رہنا چاہیئے ورنہ آخرت کا عذاب تیار ہے۔ (۱)

---

(۱) یا أیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون، إنما یرید الشیطان أن یوقع بینکم العداوة والبغضاء في الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر الله وعن الصلاة فهل أنتم منتهون۔ (سورة المائدة: ۹۰، ۹۱)۔

☜ عن أبی سعید الخدری قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن الله تعالی حرم الخمر فمن أدرکته هذه الآیة وعنده منها شیء فلا یشرب ولا یبیع «. قال فاستقبل الناس بما کان عنده منها فی طریق المدینة فسفکوها. (صحیح مسلم: (۲۲/۲)، کتاب المساقاة والمزارعة، باب تحریم بیع الخمر، ط: قدیمی)

☜ عن عائشة رضی الله عنها قالت لما نزلت الآیات من آخر سورة البقرة خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم وقرأها علی الناس، ثم نهی عن التجارة فی الخمر. =

شراب کا اعلان

شراب اور نشہ آور چیزوں کا اعلان کرنا جائز نہیں،[۱] اور آمدنی بھی حرام ہے۔[۲]

شراب کی آمدنی کے عوض اشیاء فروخت کرنا

مسلمان کے لئے شراب کی تجارت کرنا، اور اس کو آمدنی کا ذریعہ بنانا حرام اور ناجائز ہے، اور اس آمدنی کے عوض دیگر اشیاء خریدنا اور دکاندار کے لئے جان بوجھ کر شراب بیچنے والے شخص کو اس کی شراب کی فروخت سے حاصل شدہ آمدنی کے عوض کوئی چیز فروخت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ شراب فروخت کرنے کے عوض جو رقم آئی ہوئی ہے، مسلمان اس کا مالک نہیں بن سکتا، جب مالک نہیں بن سکتا تو اس کے عوض میں کوئی چیز خرید بھی نہیں سکتا۔[۳]

= عن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت: لما أنزلت الآيات من آخر سورة البقرة في الربا، قالت: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى المسجد فحرم التجارة في الخمر. (صحيح مسلم: (۲/۲۳)، كتاب المساقاة والمزارعة، باب تحريم بيع الخمر، ط: قديمی)۔

(۱) قال الله تعالى: وتعاونوا على البر والتقوى، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان۔ (سورة المائدة: ۲)۔

فيه تصريح بتحريم كتابة المترابيين والشهادة عليها، وبتحريم الإعانة على الباطل۔ (مرقاة المفاتيح: (۶/۵۱)، كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الأول، ط: رشيديه)۔

شرح النووی على الصحيح لمسلم: (۲/۲۸)، كتاب المساقات والمزارعة، باب الربا، ط: قديمی)

الإعانة في المعصية وترويجها وتقريب الناس إليها معصية وفساد في الأرض۔ (حجة الله البالغة: (۲/۱۶۹)، البيوع المنهى عنها، ط: دار الجيل، بيروت)۔

(۲) أنظر رقم الحاشيه: ۱۔

(۳) أبو حنيفة عن محمد بن قيس الهمداني عن ابی عامر الثقفی انه كان يهدی للنبی ﷺ راوية من خمر... فقال رسول الله ﷺ: يا ابا عامر! ان الله تعالى قد حرم الخمر فلا حاجة لنا في خمرك، قال: فخذها فبعها فاستعن بثمنها على حاجتك، فقال: يا ابا عامر! ان الله تعالى قد حرم شربها وبيعها وأكل ثمنها۔ (المسند للإمام الأعظم: (ص: ۲۰۲)، كتاب الأطعمة والأشربة والضحايا والصيد والذبائح، ط: الميزان)

وإذا باع المسلم خمرا وأخذ ثمنها وعليه دين فإنه يكره لصاحب الدين أن يأخذ منه، وإن كان البائع نصرانيا لا بأس به۔ (الهداية: (۴/۲۷۳)، كتاب الكراهية، ط: رحمانيه)۔ =

شراب کی بیع جائز نہیں

مسلمان کے لئے شراب خریدنا اور فروخت کرنا ناجائز اور حرام ہے، اس کا پینا بھی حرام ہے، اور جو مسلمان یورپ وغیرہ میں ہوٹل چلاتے ہیں، ان کے لئے بھی وہاں ہوٹل میں شراب کا کاؤنٹر کھولنا، اور غیر مسلم گاہکوں کو شراب فروخت کرنا جائز نہیں، حرام ہے، اور اس کی آمدنی بھی حرام ہے۔ اور اگر غیر مسلم گاہک آتے ہوں، اور ان کے بغیر کاروبار چلانا دشوار ہو تو اس کے لئے یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے، کہ کسی غیر مسلم کو شراب کا کاؤنٹر دے دیا جائے کہ وہ اپنے سرمایہ سے اس کاؤنٹر کو چلائے، اور منافع بھی خود حاصل کرے، اور اس غیر مسلم سے صرف اس کاؤنٹر کی جگہ کا کرایہ وصول کیا جائے۔ [1]

= بدائع الصنائع: (۱۲۸/۵) کتاب الاستحسان، ط: سعید۔

وسقط تقومها في حق المسلم حتى لا يضمنها متلفها وغاصبها ولا يجوز بيعها لأن الله تعالى لما نجسها فقد أهانها، والتقوم يشعر بعزتها، وقال عليه الصلاة والسلام: إن الذي حرم شربها حرم بيعها وأكل ثمنها۔ (شامي: (۴۴۹/۶) كتاب الأشربة، ط: سعيد)

(۱) وبطل بيع مال غير متقوم أي غير مباح الانتفاع به، كخمر وخنزير۔ (الدر المختار مع الرد: (۵/ ۵۵)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: فيما إذا اجتمعت الإشارة مع التسمية، ط: سعيد)۔

بدائع الصنائع: (۳۰۵/۵)، كتاب البيوع، فصل: وأما حكم البيع، ط: سعيد۔

ولا يحل للمسلم بيع الخمر ولا أكل ثمنها بلغنا ذلك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وفيه حديثان أحدهما قوله صلى الله عليه وسلم لعن الله في الخمر عشرة وذكر في الجملة بائعها والثاني قوله صلى الله عليه وسلم أن الذي حرم شربها حرم بيعها وأكل ثمنها ۔ (المبسوط للسرخسي: (۱۳۷/۱۳)، باب بيوع أهل الذمة، ط: دار المعرفة)۔

(ولا تكره اجارة بيت بالسواد ليتخذ بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو بياع) معطوف على قوله ليتخذ أي لباع (فيه الخمر) عند الإمام، لأن الإجارة واردة على منفعة البيت ولا معصية فيه وإنما المعصية بفعل المستأجر وهو فاعل المختار۔ (مجمع الأنهر: (۱۸۷/۴)، كتاب الكراهية، فصل في الكسب، ط: دار الكتب العلمية)

تبيين الحقائق: (۲۹/۶)، كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: امداديه، ملتان۔

الدر مع الرد: (۳۹۲/۶)، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ط: سعيد۔

شراب کی تجارت کرنے والے کے ہاتھ سامان فروخت کرنا

اگر کوئی مسلمان شراب ہی کا کاروبار کرتا ہے، اور وہ شرابیوں کے پینے کے لئے شراب بیچتا ہے، تو اس کی آمدنی ناجائز اور حرام ہے، جان بوجھ کر اس کے ہاتھ کسی چیز کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

واضح رہے کہ انگور کی کچی یا پکی ہوئی شراب، کھجور اور منقی کی شرابوں کی تجارت کی بالکل گنجائش نہیں ہے اور ایسے شخص کے ہاتھ سامان فروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے، ہاں جو شراب ان چار چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں سے بنی ہو اور اس کو شرابیوں کے پینے کے لئے نہیں بیچتا ہے، بلکہ دوسری ضرورت کے لئے فروخت کرتا ہے، جیسے "الکحل" وغیرہ کہ بہت ساری ادویات اور رنگوں میں استعمال ہوتا ہے، ایسی آمدنی والے شخص کو سامان فروخت کرنا منع نہیں ہے۔ (۱)

---

(۱) وسقط تقومها في حق المسلم حتى لايضمنها متلفها وغاصبها ولايجوز بيعها لأن الله تعالىٰ لما نجسها فقد أهانها، والتقوم يشعر بعزتها، وقال عليه الصلاة والسلام: إن الذي حرم شربها حرم بيعها وأكل ثمنها۔ (شامی: (۶/۴۴۹) كتاب الأشربة، ط: سعيد)

قوله: وصح بيع غير الخمر اى عنده خلافاً لهما في البيع والضمان لكن الفتوىٰ على قوله في البيع، وعلى قولهما في الضمان۔ (شامی: (۶/۴۵۴) كتاب الأشربة، ط: سعيد)

تكملة فتح الملهم: (۳/۶۰۰، ۶۰۸) كتاب الأشربة، ط: مكتبة دار العلوم كراتشي۔

ولا يجوز الانتفاع بالخمر من كل وجه كما في المنية وغيرها لأن الانتفاع بالمحرم حرام ولايداوى بها جرح ولادبر دابة ولاتسقى آدميا ولو صبيا للتداوى۔ (الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر: (۲/۵۷۳)، كتاب الأشربة، ط: دار احياء التراث العربى)۔ ۱

وبطل بيع مال غير متقوم أى غير مباح الانتفاع به۔۔ كخمر وخنزير۔
قوله: كخمر) قيد بها لأن بيع ما سواها من الأشربة المحرمة جائز عنده خلافا لهما۔ (الدر مع الرد: (۵/۵۵)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيما إذا اجتمعت الإشارة مع التسمية، ط: سعيد)۔

أقول بيان المسكرات المائعة أن أربعة منها حرام بالاتفاق۔۔۔ فالقسم الأول منه حرام ونجس غليظا والثلثة الأخيرة حرام نجس خفيفا وما عدا ذلك من الأشربة فهي في حكم الثلثة الأخيرة عند محمد رحمه الله تعالى في الحرمة والنجاسة وعند أبي حنيفة وأبي يوسف يحرم منها القدر المسكر =

شراب کی خرید وفروخت

شراب بنانا اور اس کی خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے، اور شراب کی بیع باطل ہے، اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حرام ہے، اس سے بچنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ (۱)

شراب کی دکان میں ملازمت کرنا

شراب کی دکان میں ملازمت کرنا جائز نہیں ہے، اور آمدنی بھی حرام ہے، اور ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (۲)

= وأما القدر الغير المسكر فحلال إلا للهو۔ (حاشية بهشتي زيور: (۹/ ۱۰۱)، ضميمة ثانية حصة نهم" ط: مير محمد كتب خانه)۔

الشامية: (۶/ ۴۵۸)، كتاب الأشربة، ط: سعيد۔

(۱) عن جابر رضى الله عنه أنه سمع رسول الله ﷺ يقول: ان الله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام۔ (إعلاء السنن: (۱۴/ ۱۰۴) باب حرمة بيع الخمر، ط: إدارة القرآن)

قال عطاء بن ابى رباح: سمعت جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنه يقول: قال رسول الله ﷺ عام الفتح وهو بمكة ان الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام۔ (سنن ابن ماجة: (ص: ۱۵۷) باب مالا يحل بيعه، ط: قديمى)۔

عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: لما نزلت آيات الربوٰ اقام رسول الله ﷺ على المنبر، فتلاهن على الناس ثم حرم التجارة فى الخمر۔ (سنن النسائى: (۲/ ۲۳۰) بيع الخمر، ط: قديمى)

قال ابن عباس: ان رجلا أهدى لرسول الله ﷺ راوية خمر، فقال له رسول الله ﷺ "بم ساررته"؟ فقال: امرته ببيعها، فقال ان الذى حرم شربها حرم بيعها۔ (مسلم: (۲/ ۲۲) كتاب المساقات والمزارعة، باب تحريم بيع الخمر ط: قديمى)

لم يجز بيع الميتة والدم والخنزير والخمر والحر۔ (البحر: (۶/ ۱۱۲)، كتاب البيع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه)

فالباطل مالم يكن محله مالا متقوما، كما لو اشترى خمرا أو خنزيرا أو صيد الحرم۔ (الهندية: (۳/ ۱۳۶) كتاب البيوع، الباب الحادى عشر فى أحكام البيع الغير الجائز)

الباطل مالا يجوز بحال وله صور منها بيع الدم والخمر والخنزير۔ (خلاصة الفتاوىٰ: (۳/ ۳۹) كتاب البيوع، الفصل الرابع فى البيع الفاسد وأحكامه، ط: رشيديه)

(۲) عن أنس رضى الله تعالى عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الخمر عشرة: عاصرها =

شراب کے لئے بوتل فروخت کرنا

جو بوتلیں صرف شراب ہی کے لئے استعمال ہوتی ہیں، اور کسی کام کے لئے استعمال نہیں ہوتیں، ان کو فروخت کرنا درست نہیں، کیونکہ یہ ایک حیثیت سے شراب فروخت کرنے والے اور خریدنے والے کے ساتھ اعانت ہے، اور ناجائز کام میں اعانت منع ہے۔ (۱)

= ومعتصرها، وشاربها، وحاملها، والمحمولة إليه، وساقيها وبائعها، وآكل ثمنها، والمشترى لها والمشترى له۔ (مشكاة المصابيح: ص: ۲۴۲، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثاني، ط: قديمي)۔

قال الطيبى رحمه الله تعالى: لعن من سعى فيها سعيا ما على ما عدد من العاصر والمعتصر وما أردفهما۔ وإنما أطنب فيه ليستوعب من زاولها مزاولة ما بأي وجه كان۔ ومن باع العنب من العاصر وما أخذ ثمنه، فهو أحق باللعن۔ (مرقاة المفاتيح: (۲۸/۶)، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثاني، ط: رشيديه)۔

فلو كان الاكتساب حراما لكان المال الحاصل به حرام التناول، لأن ما يتطرق إليه بارتكاب الحرام يكون حراما۔ ألاترى أن بيع الخمر للمسلم لما كان حراما كان تناول ثمنها حراما۔ (المبسوط للسرخسي: (۲۵۰/۳۰)، كتاب الكسب، ط: دار المعرفة)۔

(۱) قال الله تعالى: {وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان}۔ (المائدة: ۲)

والثالث: بيع اشياء ليس لها مصرف الا فى المعصية، فيتمحض بيعها واجارتها، وإن لم يصرح بها، ففى جميع هذه الصورة قامت المعصية بعين هذا العقد، والعاقدان كلاهما آثمان بنفس العقد، سواء استعمل بعد ذلك أم لا۔ (جواهر الفقه: (۴۴۸/۲)، تفصيل الكلام فى مسئلة الإعانة على الحرام، ط: دار العلوم كراچى)

لكن الإعانة فى ما قامت المعصية بعين فعل المعين، ولا يتحقق الا بنية الاعانة أو التصريح بها، أو تعينها فى استعمال هذا الشئ بحيث لا يحتمل غير المعصية۔ (جواهر الفقه: (۴۵۲/۲)، تفصيل الكلام فى مسئلة الاعانة على الحرام، اقسام السبب وأحكامه، القسم الثانى، ط: دار العلوم كراچى)

وما كان سببا لمحظور، فهو محظور۔ (شامى: (۳۵۰/۶)، كتاب الحظر والإباحة، قبيل: فصل فى اللبس، ط: سعيد)

قال النووى: فيه تصريح بتحريم كتابة المترابيين والشهادة عليهما وبتحريم الاعانة على الباطل۔ (مرقاة المفاتيح: (۵۱/۶) كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الأول، رقم الحديث: (۲۸۰۷) ط: رشيديه)=

شراب ملی ہوئی اشیاء

دین اسلام میں شراب حرام اور ناپاک ہے، اور تمام گناہوں کی جڑ اور ماں ہے، [1] اس لئے اس سے کسی قسم کا فائدہ لینا اور خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے، جس چیز میں شراب شامل ہو، وہ چیز بھی حرام اور ناپاک ہوجاتی ہے، اگر چہ کم مقدار میں ملائی گئی ہو، اس سے بھی فائدہ لینا اور خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ دوائی میں اگر شراب کی آمیزش ہے اور علاج کے لئے اس دوائی کے علاوہ کوئی پاک اور حلال دوائی نہیں ہے، تو مجبوراً اس کا استعمال کرنا اور تجارت کرنا جائز ہوگا۔ [2]

= عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لعن رسول اللہ ﷺ فی الخمر عشرۃ: عاصرھا، ومعتصرھا، و شاربھا، وحاملھا، والمحمولة إلیه، وساقیھا وبائعھا، وآکل ثمنھا، والمشتری لھا والمشتری له۔ (مشکوٰۃ: (ص: ۲۴۲) کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثانی، ط: قدیمی)

(۱) عن عبدالرحمن بن الحارث قال: سمعت عثمان یقول: اجتنبوا الخمر فإنھا أم الخبائث۔ (الحدیث) (کنز العمال: (۳۸۶/۵)، رقم الحدیث: ۱۳۶۹۶، حرف الجیم، کتاب الحدود من قسم الأفعال، فصل فی أنواع الحدود، ط: مؤسسة الرسالة)۔

مسنن النسائی: (۳۳۰/۲)، کتاب الأشربة، ذکر الآثام المتولدة عن شرب الخمر۔۔۔إلخ، ط: قدیمی)

وذھب عبداللہ بن عمرو إلی أن الخمر أکبر الکبائر وھی بلاریب أم الخبائث وقد لعن شاربھا فی غیر حدیث، وعن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: کل مسکر خمر وکل خمر حرام۔ (الکبائر للذھبی: (ص: ۸۲)، الکبیرۃ التاسعة عشر: شرب الخمر، ط: وحیدی کتب خانه)

(۲) لما ورد فی الحدیث، فقال رسول اللہ ﷺ: یا ابا عامر! إن اللہ تعالیٰ قد حرم الخمر فلا حاجة لنا فی خمرک قال: خذھا فبعھا فاستعن بثمنھا علی حاجتک، فقال یا ابا عامر! ان اللہ تعالیٰ قد حرم شربھا و بیعھا واکل ثمنھا۔ (المسند للإمام الأعظم: (ص: ۲۰۲)، کتاب الأطعمة والأشربة والضحایا والصید والذبائح، ط: المیزان)۔

قال محمد بن الحسن الشیبانی: محمد عن یعقوب عن ابی حنیفة رحمه اللہ تعالیٰ قال: الخمر حرام قلیلھا وکثیرھا۔ (الجامع الصغیر: (۴۸۵/۱)، کتاب الاشربة)، ط: عالم الکتب)۔

یجوز للعلیل شرب الدم والبول وأکل المیتة للتداوی إذا أخبرہ طبیب مسلم أن شفائه فیه، ولم یجد من المباح مایقوم مقامه۔ (الفتاوی الھندیة: (۳۵۵/۵)، کتاب الکراھیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، ط: رشیدیه) =

شراکت بینک کی

''مضاربت بینک کی'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۱۳/۶)

شراکت کا سرمایہ حلال ہونا چاہیئے

شراکت کے معاملہ میں شریک افراد کے لئے ضروری ہے کہ جس سرمایہ کی بنیاد پر کاروبار شروع کرنا چاہتے ہیں، ان سب کا کل سرمایہ یا غالب سرمایہ حلال کا ہو، اگر سب شرکاء کا کل سرمایہ حلال کا ہے تو یہ کاروبار بالکل حلال ہوگا۔

اور اگر اکثر شریک افراد کا سرمایہ حلال کا ہے لیکن بعض کا سرمایہ بالکل حرام کا ہے، تو ان سے شراکت کا کاروبار ناجائز ہوگا، البتہ بعض شرکاء کے سرمایہ میں اگر اکثریت حلال کی ہے، پھر شراکتی کاروبار جائز تو ہوگا البتہ کچھ حرام کی ملاوٹ کی وجہ سے اس میں کراہت ہوگی۔ (۱)

= الدر مع الرد: (۳۸۹/۶)، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، ط: سعید۔

الاستشفاء بالمحرم إنما لایجوز إذا لم یعلم أن فیه شفاء أما إذا علم أن فیه شفاء ولیس له دواء آخر غیره، فیجوز الاستشفاء به۔ (المحیط البرهانی: (۱۱۶/۶)، کتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات، ط: غفاریه)۔

(۱) أکل الربا وکاسب الحرام أهدی إلیه أو أضافه وغالب ماله حرام لا یقبل، ولا یأکل ما لم یخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه، وإن کان غالب ماله حلالا لا بأس بقبول هدیته والأکل منها۔ (الفتاوی الهندیة: (۳۴۳/۵)، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، ط: رشیدیه)

أهدی إلی رجل شیئا أو أضافه إن کان غالب ماله من الحلال فلا بأس إلا أن یعلم بأنه حرام، فإن کان الغالب هو الحرام ینبغی أن لا یقبل الهدیة، ولا یأکل الطعام۔ (الفتاوی الهندیة: (۳۴۲/۵)، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، ط: رشیدیه)۔

مجمع الأنهر: (۱۸۶/۴)، کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب، ط: دار الکتب العلمیة۔

الاشباه والنظائر: (ص: ۱۱۳)، القاعدة الثانیة: إذا اجتمع الحلال والحرام، ماخرج عن هذه القاعدة، ط: قدیمی۔ =

شراکت کا کاروبار جائز ہو

شراکت میں شریک افراد جو کاروبار شروع کرنا چاہتے ہیں وہ جائز اور حلال ہو لہٰذا جن اشیاء کی خرید وفروخت مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے، ان اشیاء کے کاروبار میں شرکت بھی جائز نہیں ہے۔ شراب کی خرید وفروخت ناجائز ہے، لہٰذا شراب کے کاروبار میں شراکت بھی ناجائز ہے، قمار جوئے اور جاندار کی تصویر سازی کا کاروبار ناجائز ہے، لہٰذا ان میں شرکت بھی ناجائز ہے، وغیرہ وغیرہ۔ (۱)

= وذهب بعض الفقهاء ومن بينهم الغزالي إلى أنه يحرم التعامل مع من غالب ماله من الحرام. وقال العز بن عبد السلام في معاملة من اعترف بأن أكثر ماله حرام: إن غلب الحرام عليه بحيث يندر الخلاص منه لم تجز معاملته، مثل أن يقر إنسان بأن في يده ألف دينار كلها حرام إلا دينارا واحدا، فهذا لا تجوز معاملته بدينار لندرة الوقوع في الحلال ــ وإن غلب الحلال ــ جازت المعاملة ــ وبين هاتين الرتبتين من قلة الحرام وكثرته مراتب محرمة ومكروهة ومباحة، وضابطها: أن الكراهة تشتد بكثرة الحرام وتخف بكثرة الحلال. (الموسوعة الفقهية الكويتية: (۱۳۰/۳۱)، حرف الغين، غالب "معاملة من غالب ماله حرام، ط: دار الصفوة).

أن يكون كسب الداعي طيباً، فإن كان كسبه كله خبيثاً فإنه لا تلزم الإجابة بل تحرم وإن كان بعض ماله حلالاً والبعض حراماً ففي إجابة الدعوة والأكل منه أقوال: أحدها الكراهة ورجحه بعضهم. (الفقه على المذاهب الأربعة: (۳۶/۲)، كتاب الحظر والإباحة، الوليمة، إجابة الدعوة إلى الوليمة وغيرها، ط: دار الكتب العلمية).

(۱) ولكن يشترط في شركة الأعمال أن يجوز العمل شرطين: الشرط الأول: أن يكون العمل حلالا فلا تصح الشركة في العمل الحرام كالاشتراك في السرقة والغصب والارتشاء. (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۳۸۰/۳)، شرح المادة: ۱۳۵۹، الكتاب العاشر: الشركات، الباب السادس، الفصل الخامس في شركة الأموال والأعمال ــ إلخ، ط: دار الجيل).

أن يكون ذلك العمل حلالا، فلذلك لو عقد اثنان الشركة على إجراء المحرمات كسرقة الأموال وغصبها أو الغناء لا يصح. (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۳۱۱/۳)، شرح المادة: ۱۳۸۵، ط: دار الجيل).

وزاد في البحر: قيد أن يكون العمل حلالا، لما في البزازية: لو اشتركا في عمل حرام لم يصح اهـ (الشامية: (۳۲۲/۳)، كتاب الشركة، مطلب: في شركة التقبل، ط: سعيد).

البحر الرائق: (۱۸۱/۵)، كتاب الشركة، ط: سعيد.

شراکت کا معاہدہ کافر کے ساتھ

''کافر کے ساتھ شراکت کا معاہدہ''عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۶۹/۵)

شراکت کرنا تجارتی کمپنیوں میں

''تجارتی کمپنیوں میں شراکت''عنوان کے تحت دیکھیں۔(۳۷۶/۲)

شراکت کی جدید اقسام

موجودہ دور کی معاشیات کی کتابوں میں شرکت کی کچھ جدید اقسام بھی ہیں، ان میں سے مشہور یہ ہیں:

❶ کاروباری شراکت (Partnership)

❷ محدود کمپنیاں (Limiter companies)

❸ مشترکہ سرمایہ کی کمپنیاں (Joint stock companies)

❹ انجمن ہائے امداد باہمی (cooperative societies)

شراکت کی ذمہ داریاں

شراکت کی ذمہ داریاں اور حقوق یہ ہیں:

❶ شراکت میں ایک فریق دوسرے فریق کی اجازت سے دوسرے لوگوں کے ساتھ شراکت یا مضاربت کا معاملہ کرسکتا ہے، تاکہ تجارت اور کاروبار کو وسعت دی جاسکے یا آسانی کے ساتھ کاروباری معاملات کو نمٹایا جاسکے۔[1]

---

(۱) ولکل من شریکي العنان والمفاوضة أن یستأجر ویبضع... ویضارب... ویبیع... بنقد ونسیئة... لایملک الشریک الشرکة إلأ بإذن شریکه... ولا القرض إلأ بإذن شریکه إذنا صریحا فیه۔ (قوله: وبنقد ونسیئة) متعلق بقوله: ویبیع: وأمّا الشراء، فإن لم یکن في یده دراهم ولا دنانیر من الشرکة فاشتری بدراهم أو دنانیر فهو له خاصة؛ لأنّه لو وقع مشترکا تضمن إیجاب مال زائد علی الشریک وهو لم یرض بالزیادة علی رأس المال، والوالجیة۔ ومفاده أنّه لو رضي وقع مشترکا؛ لأنّه یملک الإستدانة بإذن شریکه۔ =

۵ مشترکہ سرمایہ میں سے کوئی فرد یا افراد تمام شرکاء کی اجازت کے بغیر نہ تو قرض دے سکتے ہیں اور نہ ہی مشترکہ کاروبار کے لیے قرض لے سکتے ہیں۔ (۱)

۶ اگر دوسرے شرکاء منع نہ کریں تو ہر شریک کو مال ادھار فروخت کرنے کی اجازت ہوگی۔ (۲)

۷ مشترکہ کاروباری ادارہ کی طرف سے ادھار خریدی جانے والی اشیاء اور خدمات کی قیمت ادارہ یا کمپنی کی مالیت سے زیادہ نہ ہو، ایسا کرنے کے لیے تمام شرکاء کی رضامندی ضروری ہوگی۔ (۳)

۸ شراکت میں کوئی فریق دوسرے شرکاء کی اٹھائی ہوئی مالی ذمہ داریوں کا کفیل اور ضامن نہیں ہوتا، ہاں اگر تمام شرکاء کی اجازت سے ایسا کیا گیا ہے تو دوسرے تمام شرکاء بھی ذمہ دار ہوں گے۔ (۴)

شراکت کی مدت

۱ شراکت میں شریک کو یہ پورا حق ہے کہ شراکت کے معاہدہ کو جب بھی

= (قوله: ولا القرض) أي الإقراض في ظاهر الرواية۔ (الدر المختار مع رد المحتار: (۴/ ۳۱۸،۳۱۲) كتاب الشركة، مطلب فيما يبطل الشركة، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۵/ ۲۹۹) كتاب الشركة، ط: رشيديه۔

شرح المجلة لرستم باز: (۲/ ۵۷۴، ۵۷۶) المادة: ۱۳۷۳، ۱۳۷۵، ۱۳۷۸) الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس في بيان شركة العقد، الفصل السادس في شركة العنان، ط: مكتبه فاروقيه۔

(۱، ۲، ۳) انظر الى الحاشية السابقة رقم: ۱، على الصفحة السابقة۔

(۴) تتضمن شركة العنان الوكالة فقط، ولا تتضمن الكفالة، فعليه إذا لم تذكر الكفالة حين عقدها فلا يكون الشركاء كفلاء بعضهم لبعض ... لكن إذا ذكرت الكفالة حين عقد شركة العنان يكون الشركاء كفلاء بعضهم لبعض۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۲/ ۵۶۱) رقم المادة: ۱۳۳۵، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس في بيان شركة العقد، الفصل الثاني، ط: مكتبه فاروقيه)

شامي: (۴/ ۳۱۱) كتاب الشركة، مطلب في شركة العنان، ط: سعيد۔

قاضيخان على هامش الهندية: (۳/ ۶۱۳) كتاب الشركة، فصل في شركة العنان، ط: رشيديه۔

چاہے منسوخ کردے۔[۱] دو سے زیادہ افراد کی شراکت کی صورت میں دیگر شرکاء شراکت کے معاہدہ کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔

⑯ شراکتی کاروبار ایک مقررہ مدت کے لیے بھی کیا جا سکتا ہے۔[۲]

⑰ کسی ایک شریک کے مرنے کی صورت میں شراکت ختم ہو جاتی ہے، ہاں اگر شراکت کے کاروبار میں دو سے زیادہ افراد شریک ہیں تو اس کاروبار کو جاری رکھا جا سکتا ہے۔[۳]

شراکت کی منسوخی

جس طرح شراکت کا معاہدہ کرنے سے شراکت قائم ہوتی ہے اسی طرح

---

(۱) وتبطل أيضًا بإنكارها وبقوله: لا أعمل معك فتح و بفسخ أحدهما۔ ولو المال عروضًا۔ (الدر المختار مع الرد: (۳۲۷/۴) كتاب الشركة، مطلب يرجح القياس، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۱۸۵/۵) كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، ط: سعيد۔

شرح المجلة لرستم باز: (۵۶۷/۲) المادة: ۱۳۵۳، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل الرابع في بعض الضوابط المتعلّقة بعقد الشركة، ط: سعيد۔

(۲) وجزم في الخانية بأنّها تتوقت حيث قال: والتوقيت ليس بشرط لصحة هذه الشركة والمضاربة، وإن وقتا لذلك وقتًا بأن قال: ما اشتريت اليوم فهو بيننا صح التوقيت، فما اشتراه بعد اليوم يكون للمشتري خاصة، وكذا لو وقت المضاربة؛ لأنّها والشركة توكيل والوكالة مما يتوقت اهـ۔ (شامي: (۳۱۲/۴) كتاب الشركة، مطلب في توقيت الشركة روايتان، ط: سعيد)

قاضيخان على هامش الهندية: (۶۱۳/۳) كتاب الشركة، فصل في شركة العنان، ط: رشيديه۔

مجمع الضمانات: (۲۹۸/۱) باب في مسائل الشركة، الفصل الثالث في شركة العنان، ط: دار الكتاب الإسلامي۔

(۳) وتبطل الشركة بموت أحدهما علم الآخر أولا۔

(قوله: بموت أحدهما)... فلو كانوا ثلاثة فمات أحدهم حتى انفسخت في حقه لا تنفسخ في حق الباقين بحر عن الظهيرية۔ (الدر المختار مع رد المحتار: (۳۲۷/۴) كتاب الشركة، مطلب يرجح القياس، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۱۸۵/۵) كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، ط: سعيد۔=

مندرجہ ذیل صورتوں میں شراکت کا معاہدہ منسوخ بھی ہو جاتا ہے۔
① فریقین میں سے ایک فریق کاروبار میں سے علیحدگی اختیار کرے۔
② فریقین میں سے ایک کی موت واقع ہو جائے۔
③ ایک یا دونوں فریق ذہنی طور پر معذور ہو جائیں مثلاً بالکل پاگل ہو جائیں یا کسی حادثہ میں اپنی یادداشت کھو بیٹھیں۔
④ کسی ایک فریق یا دونوں فریقوں کو اپنے حصہ کے قانونی استعمال سے روک دیا جائے۔[1]

موجودہ دور میں اکثر و بیشتر کاروبار لمبے عرصہ تک چلتے ہیں اور ان کی منسوخی درج ذیل وجوہات کی بنا پر ہوتی ہے۔
① حکومت اس کاروبار کو سرکاری ملکیت میں لے لے یعنی نیشنلائز کر لے۔
② حکومت اس کاروبار کو جبراً روک دے۔
③ کسی عدالتی فیصلہ یا عدالتی کارروائی کی بنا پر کاروبار کو روک دیا جائے۔
④ کاروباری شرکاء کی اکثریت کاروبار کو ختم کرنا چاہے یا شراکت کے معاہدہ کو منسوخ کرنا چاہے۔

= شرح المجلة لرستم باز: (۵٦٧/٢) المادة: ۱۳۵۲، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل الرابع في بعض الضوابط المتعلّقة بعقد الشركة، ط: مكتبه فاروقيه۔

(۱) تنفسخ شركة العقد بثمانية أوجه: أولاً: إذا توفي أحد الشريكين۔ ثانيا: إذا جن أحدهما جنونا مطبقا۔ ثالثا: إذا حجر أحدهما۔ رابعا: إذا فسخ أحد الشريكين الشركة۔ (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (٣٦٧/٣) شرح المادة: ۱۳۵۲، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل الرابع في بعض الضوابط المتعلّقة بعقد الشركة، ط: مكتبه فاروقيه)

الدر المختار مع رد المحتار: (٣٢٧/٤) كتاب الشركة، مطلب يرجح القياس، ط: سعيد۔

وفيه أيضا: (٦٥٤/٥) كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب ط: سعيد۔

شراکتی کاروبار میں ان چیزوں کا خیال رکھیں

(۲۲۶) شراکتی کاروبار کرتے ہوئے ان باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

❶ شراکت میں شریک افراد جس سرمایہ کی بنیاد پر کاروبار شروع کرنا چاہتے ہیں ان سب کا کل سرمایہ یا غالب سرمایہ حلال کا ہو، اگر تمام شرکاء کا کل سرمایہ حلال کا ہے تو یہ کاروبار بالکل حلال ہوگا، اور اگر اکثر شریک افراد کا سرمایہ حلال کا ہے لیکن بعض کا سرمایہ بالکل حرام ہے تو ان کے ساتھ شراکت کا کاروبار ناجائز ہوگا، البتہ بعض شرکاء کے سرمایہ میں اگر اکثریت حلال کی ہے، پھر شراکتی کاروبار جائز تو ہوگا، البتہ کچھ حرام کی ملاوٹ کی وجہ سے اس میں کراہت ہوگی۔ (۱)

❷ جو کاروبار شروع کرنے کا ارادہ ہو، وہ کاروبار شرعاً جائز اور حلال ہونا ضروری ہے، لہٰذا جن اشیاء کی خرید و فروخت مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے، ان اشیاء کے کاروبار میں شراکتی کاروبار کرنا جائز نہیں ہے، مثلاً سودی بینک قائم کرنا، شراب کی خرید و فروخت کرنا، قمار اور جوئے کا کاروبار کرنا جائز نہیں ہے؛ لہٰذا ان کاموں میں شراکت بھی جائز نہیں۔ (۲)

❸ شراکت کے معاملہ میں شریک افراد میں سے ہر فرد وکیل اور امین ہوتا ہے، اگر سب نے مل کر کسی ایک شریک کو کاروبار کے لیے مختار بنادیا ہے، تو وہ شخص سب کی جانب سے امین اور وکیل ہوگا، پورے کاروبار کے نفع و نقصان کو شرکاء کے سامنے ظاہر کرنا اس شخص پر ضروری ہوگا، ورنہ خیانت اور دھوکہ کی صورت میں معاملہ فاسد ہوجائے گا۔ (۳)

---

(۱) أنظر رقم الحاشية: ۱

(۲) أنظر رقم الحاشية: ۲

(۳) وشرط جواز هذه الشركات كون المعقود عليه عقد الشركة قابلا للوكالة، كذا في المحيط وأن يكون الربح معلوم القدر، فإن كان مجهولا تفسد الشركة۔ (الفتاوى الهندية: (۲/ ۳۰۱، ۳۰۲) =

⑦ شراکت میں شریک افراد میں سے کوئی فرد مشترکہ کاروبار کے منافع میں سے ذاتی ملک کی چیز خرید نہیں سکتا، ذاتی جائیداد نہیں بنا سکتا، جو کچھ بھی خریدے گا، یا بنائے گا اس میں تمام شرکاء اپنے اپنے طے شدہ حصے کے مطابق شریک ہوں گے۔ (۱)

⑧ جس نوعیت کی شراکت شروع کرنے کا ارادہ ہے اس میں سرمایہ کے ذریعہ کاروبار کی نیت سے مال کی خرید وفروخت شروع کرنے کے بعد شراکت کا

= کتاب الشرکة، الباب الأول فی بیان أنواع الشرکة ــــ إلخ، ط: رشیدیه)۔

☐ یتضمن کل قسم من شرکة العقد الوکالة وذلك أن کل واحد من الشرکاء وکیل للآخر فی تصرفه یعنی فی البیع والشراء وفی تقبل العمل من الغیر بالأجرة ــــ یشترط بیان الوجه الذی سیقسم فیه الربح بین الشرکاء، وإذا بقی مبهما ومجهولا تکون الشرکة فاسدة؛ لأن الربح هو المعقود علیه فی الشرکة وجهالة المعقود علیه تفسد العقد۔ (شرح المجله لسلیم رستم باز: (۲/ ۵۶۰، ۵۶۱)، رقم المادة: ۱۳۳۳، ۱۳۳۶، الکتاب العاشر فی أنواع الشرکات، الباب السادس الفصل الثانی فی بیان شرائط شرکة العقد العمومیة، ط: مکتبه فاروقیه)۔

☐ والوکیل أمین فیما فی یده بحکم الوکالة ۔(المحیط البرهانی: (۱۰/ ۳۵۷)، کتاب البیوع، الباب الثالث والعشرون فی القروض، نوع آخر منه، ط: إدارة القرآن)۔

☐ والمضارب والشریک أمین فیما فی یده من المال۔ (المبسوط للسرخسی: (۱۱/ ۱۷۷)، کتاب الشرکة، باب شرکة المفاوضة، ط: دار المعرفة)۔

(۱) لو عقد أحد الشریکین شرکة عنان مع آخر بإذن صریح أو تفویض من شریکه فیکون نصف ما یشتریه الشریک الجدید لنفسه والنصف الآخر مشترکا بین الشریکین السابقین۔ أما المال الذی یشتریه الشریک الذی لم یعقد الشرکة مع الآخر فنصفه له ونصفه للآخر لشریکه ولیس للشریک الثالث حصة فیه۔ (شرح المجلة لعلی حیدر: (۳/ ۴۳۱)، شرح المادة: ۱۳۸۲، الکتاب العاشر فی أنواع الشرکات، الباب السادس، الفصل السادس فی شرکة العنان، المبحث الأول، ط: دار الکتب العلمیة)

☐ حاصل هاتین المادتین أن شراء أحد شریکی العنان إنما یقع للشرکة بشرطین: أولهما أن یکون فی یده مال الشرکة دراهم أو دنانیر أو مکیل أو موزون إذا کان المشتری مکیلا أو موزونا ــــ الثانی: أن یکون ما اشتراه من جنس تجارتهما وإلا وقع الشراء له خاصة وهذا إذا کانت الشرکة مقیدة بنوع من التجارة فلو کانت عامة فی کل نوع من أنواع التجارة یقع الشراء للشرکة۔ (شرح المجلة لخالد الأتاسی: (۴/ ۲۹۹، ۳۰۰)، شرح المادة: ۱۳۷۶، الکتاب العاشر فی أنواع الشرکات، الباب السادس، الفصل السادس فی شرکة العنان، المبحث الأول، ط: رشیدیه)۔

☐ ما یشتریه کل واحد منهما یکون للشرکة۔ (تبیین الحقائق: (۳/ ۳۱۵)، کتاب الشرکة، ط: امدادیه ملتان)۔

معاملہ شروع ہوتا ہے جب تک سرمایہ نقد اور کرنسی کی شکل میں موجود ہوتا ہے، اس وقت تک اس میں نفع ونقصان کا معاملہ درست نہیں ہوتا۔[۱]

اگر معاملہ شرکت املاک کا ہے تو تمام افراد کاروبار کے نفع ونقصان میں اپنے اپنے شرعی حصے کے اعتبار سے حصے دار ہوں گے،[۲] اور اگر معاملہ شرکت عقود کی

---

(۱) من حکم الشرکة: ثبوت الاشتراک فی الربح المستفاد بالتجارة۔ (الفقه الإسلامی وأدلته: (۵/ ۳۸۸۹)، الفصل الخامس: الشرکات، المطلب الثانی: شرائط شرکة العقد، ط: رشیدیه)۔

وشرطها) أی شرکة العقد (کون المعقود علیه قابلا للوکالة۔۔۔(وحکمها الشرکة فی الربح۔ (الدر المختار مع الرد: (۳۰۵/۴)، کتاب الشرکة، مطلب: شرکة العقد، ط: سعید)۔

حاشیة الشلبی علی التبیین: (۳۱۳/۳)، کتاب الشرکة، ط: امدادیه ملتان۔

ویستفاد من تصویر المجلة أنه تشترط الشرکة فی الربح۔ (شرح المجله لعلی حیدر: (۳/ ۳۱۲)، شرح المادة: ۱۳۷۱، الکتاب العاشر فی أنواع الشرکات، الباب السادس، الفصل السادس فی شرکة العنان، المبحث الأول، ط: دار الکتب العلمیة)۔

ومن شروطها: کون نصیب المضارب من الربح حتی لو شرط له من رأس المال أومنه ومن الربح فسدت۔ (الدر المختار مع الرد: (۶۴۸/۵)، کتاب المضاربة، ط: سعید)۔

ومنها أن یکون رأس مال الشرکة عینا حاضرا لا دینا ولا مالا غائبا فإن کان لا تجوز عنانا کانت أو مفاوضة لأن المقصود من الشرکة الربح وذلك بواسطة التصرف ولا یمکن في الدین ولا المال الغائب فلا یحصل المقصود وإنما یشترط الحضور عند الشراء لا عند العقد لأن عقد الشرکة یتم بالشراء۔۔۔ وأما ما هلك من أحد المالین قبل الخلط فإنما کان من نصیب صاحبه خاصة لأن الشرکة لا تتم إلا بالشراء فما هلك قبله هلك قبل تمام الشرکة فلا تعتبر حتی لو هلك بعد الشراء بأحدهما کان الهالك من المالین جمیعا لأنه هلك بعد تمام العقد۔ (بدائع الصنائع: (۶۰/۶)، کتاب الشرکة، فصل فی بیان شرائط جواز أنواع الشرکة، ط: سعید)۔

(۲) تقسم حاصلات الأموال المشترکة فی شرکة الملک بین أصحابهم بنسبة حصصهم۔ (شرح المجله لسلیم رستم باز: (۶۷۷/۱)، المادة: ۱۰۷۳، الکتاب العاشر فی أنواع الشرکات، الباب الأول فی شرکة الملک، الفصل الثانی فی کیفیة التصرف فی الأعیان المشترکة، ط: مکتبه فاروقیه)۔

والربح فی شرکة الملک علی قدر المال۔ (الشامیة: (۳۱۶/۴)، کتاب الشرکة، مطلب اشترکا علی أن ما اشتریا من تجارة فهو بیننا، ط: سعید)۔

الشرکة نوعان: شرکة الملک وشرکة العقد، فشرکة الملک: أن یشترک رجلان فی ملک مال۔۔۔ والحکم واحد، وهو أن مایتولد من الزیادة یکون مشترکا بینهما بقدر الملک۔ (المبسوط للسرخسی: (۱۵۱/۱۱)، کتاب الشرکة، ط: دار المعرفة، بیروت)۔

چاروں قسموں میں سے کسی بھی قسم کا ہو، تو اس میں کاروبار شروع کرنے اور منافع ظاہر ہونے کے بعد ہر شریک نفع ونقصان میں طے شدہ اصول کے مطابق حصہ دار اور ذمہ دار ہوگا۔ (۱)

❾ شریک افراد میں سے ہر فرد کو اختیار ہوتا ہے کہ جتنی مدت کے لئے شرکت کا کاروبار شروع کیا تھا اس کو پورا کرنے کے بعد چاہے آگے شرکت کو باقی رکھے یا ختم کردے، اور اپنے حصے کا مال یا اس کی رقم وصول کرے۔ (۲)

❿ اگر شرکتِ املاک میں شریک تمام افراد یا بعض افراد شرکت کو باقی اور جاری رکھیں تو ہر شریک کو اصل ۱۱ک میں جس قدر حصہ ملے گا اس کے تناسب سے

---

(۱) يقسم الشريكان الربح بينهما على الوجه الذي شرطاه، يعني إن شرطا تقسيمه متساويا فيقسمانه على التساوي وإن شرطا تقسيمه متفاضلا كالثلث والثلثين مثلا فيقسم حصتين وحصة۔ (شرح المجلة لسليم رستم باز: (۲/۵۸۰)، المادة: ۱۳۹۰، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل السادس في شركة العنان، المبحث الأول، ط: مكتبه فاروقيه)۔

▭ شرح المجلة لخالد الأتاسي: (۴/۳۱۴)، المادة: ۱۳۹۰، ط: رشيديه۔

▭ قوله: والربح على ماشرطاه) أي من كونه بقدر رأس المال أولا۔ (الشامية: (۴/۳۱۳)، كتاب الشركة، مطلب في تحقيق حكم التفاضل في الربح، ط: سعيد)۔

▭ وإن قل رأس مال أحدهما وكثر رأس مال الآخر واشترطا الربح بينهما على السواء أو على التفاضل فإن الربح بينهما على الشرط۔ (الفتاوى الهندية: (۳/۳۲۰)، كتاب الشركة، الباب الثالث في شركة العنان، الفصل الثاني في شرط الربح والوضيعة وهلاك المال، ط: رشيديه)۔

(۲) وأما بيان ما يبطل به عقد الشركة فما يبطل به نوعان أحدهما يعم الشركات كلها، والثاني: يخص البعض دون البعض أما الذي يعم الكل فأنواع منها الفسخ من أحد الشريكين لأنه عقد جائز غير لازم فكان محتملا للفسخ فإذا فسخه أحدهما عند وجود شرط الفسخ ينفسخ۔ (بدائع الصنائع: (۶/۷۸)، كتاب الشركة، فصل وأما بيان ما يبطل به عقد الشركه، ط: سعيد)۔

▭ انفسخ الشركة بفسخ أحد الشريكين ولو المال عروضا۔ (شرح المجلة لسليم رستم باز: (۱/ ۵۱۷)، المادة: ۱۳۵۳، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس في بيان شركة العقد، الفصل الرابع: في بعض الضوابط المتعلقة بعقد الشركة، ط: فاروقيه)۔

▭ الفتاوى الهندية: (۲/۳۳۵)، كتاب الشركة، الباب الخامس في الشركة الفاسدة، ط: رشيديه۔

منافع میں بھی حصہ ملے گا،[1] اس میں کسی شریک کے لئے منافع میں سے اپنے حصے سے زائد کسی مخصوص رقم کی شرط لگانا ناجائز اور حرام ہوگا، یہی حکم شرکت عقود کی چاروں اقسام کے لئے ہے۔[2]

❺ شرکتِ املاک میں شریک تمام افراد یا کوئی فرد شرکت کو ختم کر کے الگ ہونا چاہے تو اسے اپنے مقررہ حصے، اصل منافع کے ساتھ موجودہ وقت کی قیمت کے لحاظ سے دے دینا ضروری ہے، اس میں کسی قسم کی زیادتی اور نقصان کی شرط لگانا جائز نہیں ہے، اور یہی حکم شرکت کی دوسری اقسام کے لئے بھی ہے۔[3]

---

(۱) تقسم حاصلات الأموال المشترکة فی شرکة الملک بین أصحابھم بنسبة حصصھم۔ (شرح المجله لسلیم رستم باز: (۴۷۷/۱)، المادة: ۱۰۷۳، الکتاب العاشر فی أنواع الشرکات، الباب الأول فی شرکة الملک، الفصل الثانی فی کیفیة التصرف فی الأعیان المشترکة، ط: مکتبه فاروقیه)۔

والربح فی شرکة الملک علی قدر المال۔ (الشامیة: (۳۱۶/۴)، کتاب الشرکة، مطلب اشترکا علی أن ما اشتریا من تجارة فهو بیننا، ط: سعید)۔

الشرکة نوعان: شرکة الملک وشرکة العقد، فشرکة الملک: أن یشترک رجلان فی ملک مال۔۔۔ والحکم واحد، وهو أن مایتولد من الزیادة یکون مشترکا بینهما بقدر الملک۔ (المبسوط للرخسی: (۱۵۱/۱۱)، کتاب الشرکة، ط: دار المعرفة، بیروت)۔

وحاصلاتها أیضا یجب أن تکون علی هذه النسبة؛ لأن الغنم بالغرم۔ الحاصلات: هی اللبن والنتاج والصوف وأثمار الکروم والجنائن وثمن المبیع وبدل الإیجار والربح وما أشبة ذلک۔ (درر الحکام شرح مجلة الأحکام: (۲۶/۳)، شرح المادة: ۱۰۷۳، ط: دار الجیل)۔

(۲) وشرط جواز هذه الشرکات۔۔۔ وأن یکون الربح جزء اشائعا فی الجملة لا معینا فإن عینا عشرة أو مائة أو نحو ذلك کانت الشرکة فاسدة۔ (الفتاوی الهندیة: (۲/ ۳۰۱، ۳۰۲)، کتاب الشرکه، الباب الأول فی بیان أنواع الشرکة۔۔۔ إلخ، ط: رشیدیه)۔

وشرطها أی: شرکة العقد۔۔۔ وعدم مایقطعها کشرط دراهم مسماة من الربح لأحدهما؛ لأنه قد لا یربح غیر المسمی۔ (الدر المختار مع الرد: (۳۰۵/۴)، کتاب الشرکة، ط: سعید)۔

ولا تجوز الشرکة إذا شرط لأحدهما دراهم مسماة من الربح) قال ابن المنذر: لا خلاف فی هذا لأحد من أهل العلم۔ (فتح القدیر: (۱۷۰/۶)، کتاب الشرکة، فصل: ولا تنعقد الشرکة إلا بالدراهم والدنانیر۔۔۔ إلخ، ط: دار الکتب العلمیة)۔

(۳) تقسیم حاصلات الأموال المشترکة فی شرکة الملک بین أصحابهم بنسبة حصصهم، فلذلک =

(۹) مشترک املاک میں شریک افراد میں سے ہر فرد مشترکہ کاروبار اور املاک میں شریک ہوتا ہے، امانت داری کے ساتھ آمد و صرف میں تصرف کرنا ہر فرد پر لازم ہوتا ہے، کوئی فرد آزادانہ اور من مانی تصرف کا مجاز نہیں ہوتا۔ (۱)

= إذا شرط لأحد الشركاء حصة أكثر من حصته من لبن الحيوان المشترك أو نتاجه لا يصح۔ (مجلة الأحكام العدلية: (۲۰۶/۱)، الكتاب العاشر: الشركات، الباب الأول، الفصل الثاني: في بيان كيفية التصرف في الأعيان المشتركة، ط: نور محمد)۔

ثم الشركة نوعان: شركة الملك وشركة العقد، فشركة الملك: أن يشترك رجلان في ملك مال۔۔۔ والحكم واحد، وهو أن ما يتولد من الزيادة يكون مشتركا بقدر الملك۔ (المبسوط للسرخسي: (۱۵۱/۱۱)، كتاب الشركة، ط: دار المعرفة، بيروت)۔

وحكمها في شركة الملك صيرورة المجتمع من النصيبين مشتركا بينهما، وفي شركة العقد صيرورة المعقود عليه أو ما يستفاد به مشتركا بينهما۔ (البحر الرائق: (۱۶۶/۵)، كتاب الشركة، ط: سعيد)

(۱) يجوز لأحد الشريكين أن يتصرف مستقلا في الملك المشترك بإذن الآخر لكن لا يجوز له أن يتصرف تصرفا مضرا بالشريك۔ (مجلة الأحكام العدلية: (۲۰۶/۱)، رقم المادة: (۱۰۷۱)، الكتاب العاشر: الشركات، الباب الأول، الفصل الثاني في بيان كيفية التصرف في الأعيان المشتركة، ط: نور محمد)

قال العلامة خالد الأتاسي: المقصود من هذه المادة، بيان أن الإذن المطلوب من أحد الشريكين للآخر بالتصرف في الملك المشترك إنما يبيح له التصرف فيه على وجه غير مضر بالشريك حتى لو أذن له بتحميل الدابة مثلا فحملها فوق طاقتها يضمن لأن مطلق الإذن ينصرف إلى المتعارف وليس من المتعارف تحميلها فوق طاقتها۔ (شرح المجلة لخالد الأتاسي: (۱۳/۴)، شرح المادة: ۱۰۷۱، ط: رشيديه)

مثلما يتصرف صاحب الملك المستقل في ملكه كيف شاء فأصحاب الملك المشترك يتصرفون أيضا بالاتفاق كذلك) ولكن ليس لأحد منهم أن يتصرف فيه مستقلا۔ حتى لا يجوز لأحدهم أن يبني على الهواء المشترك إلا برضا شركائه۔ (شرح المجله لسليم رستم باز: (۳۳۶/۱)، المادة: ۱۰۶۹)، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب الأول في شركة الملك وتقسيمها، الفصل الأول، ط: مكتبه فاروقيه)۔

تكمله رد المحتار: (۲۲/۸)، باب دعوى الرجلين، مطلب: لو كانت عرصة الحائط عريضة تقسم بينهما۔۔۔ إلخ، ط: سعيد۔

لكل واحد من الشركاء أن يتصرف بما يناسب المصلحة، فلا يصح لأحدهم أن يتصرف تصرفا يعود بالضرر على باقي الشركاء۔ (الفقه على المذاهب الأربعة: (۳۸/۳)، كتاب احكام البيوع، مبحث في تصرف الشركاء في المال وغيره، ط: مكتبه شان اسلام)۔

اگر کوئی شریک دوسرے شرکاء کی رضامندی کے خلاف آمد یا صرف میں تصرف کرتا ہے، تو وہ گنہگار ہوگا، کیونکہ یہ امانت داری کی خلاف ورزی ہے، یہی حکم شرکت کی تمام اقسام کے لئے ہے۔ (۱)

(۱۰) مشترکہ املاک اور کاروبار کے منافع کے ذریعہ اور اس کی نبیاد پر حاصل کیا ہوا تمام نقدی، خام مال، تیار مال، جائیداد، مکان، دکان وغیرہ مشترکہ سرمایہ شمار ہوگا، کسی شریک کی ذاتی ملکیت شمار نہیں ہوگی، (۲) خواہ حاصل کی ہوئی جائیداد، مکان، دکان وغیرہ میں بعض افراد کا نام استعمال کیا گیا ہو یا سب کا، خواہ بعض شرکاء کی محنت اور کوشش زیادہ ہو اور بعض شرکاء کی کم، یا نہ ہونے کے برابر ہو۔ (۳)

(۱۱) مختلف شرکاء میں سے جس کو اختیار دیا گیا ہے، اس نے اپنے طور پر یا سب کی رضامندی سے جو لین دین یا ادھار یا قرض کا معاملہ کیا تو یہ معاملہ سب کی

---

(۱) الشریکان أمینا بعضها لبعض وما ل الشرکة فی ید کل واحد منهما فی حکم الودیعة۔ (مجلة الأحکام العدلیة: (۱/۲۵۹)، المادة: (۱۳۵۰)، الکتاب العاشر: الشرکات، الباب السادس، الفصل الرابع فی بعض الضوابط المتعلقة بعقد الشرکة، ط: نور محمد)۔

أنظر أیضا رقم الحاشیة: ۵، علی نفس الصفحة۔

(۲) أنظر رقم الحاشیة: ۴ علی الصفحة السابقة۔

(۳) ولو شرطا العمل علیهما جمیعا صحت الشرکة، وإن قل رأس مال أحدهما وکثر رأس مال الآخر واشترطا الربح بینهما علی السواء أو علی التفاضل فإن الربح بینهما علی الشرط۔۔۔ وإن عمل أحدهما ولم یعمل الآخر بعذر أو بغیر عذر صار کعملهما معا، کذا فی المضمرات۔ (الفتاوی الهندیة: (۲/۳۲۰)، کتاب الشرکة، الباب الثالث فی شرکة العنان، الفصل الثانی فی شرط الربح والوضیعة۔۔۔ إلخ، ط: رشیدیه)۔

شرح المجله لخالد الأتاسی: (۴/۲۹۳)، المادة: ۱۳۷۰، الکتاب العاشر فی أنواع الشرکات، الباب السادس، الفصل السادس: فی شرکة العنان، المبحث الأول، ط: رشیدیه)۔

علم مما مر أن العمل لو کان مشروطا علیهما لا یلزم اجتماعهما علیه کما هو صریح قوله: وإن عمل أحدهما فقط۔ (الشامیة: (۴/۳۱۳)، کتاب الشرکة، مطلب فی توقیت الشرکة روایتان، ط: سعید)۔

طرف منسوب ہوگا، ہر شریک اس کا پابند رہے گا۔ (۱)

⑭ ہر قسم کی شرکت میں مشترکہ مال سے کوئی شخص دوسرے شرکاء کی رضامندی کے بغیر نہ حج کرسکتا ہے نہ زکوۃ صدقہ وخیرات دے سکتا ہے، نہ کسی کو ھبہ یا وصیت کرسکتا ہے، اگر کسی شریک نے ایسا کیا ہے تو یہ اخراجات اُسی کے حصے میں سے منہا ہوں گے، البتہ باقی شرکاء کی رضامندی سے یہ تمام کام جائز ہوں گے، کاروبار میں شریک حضرات کی اجازت کے بغیر اگر کسی شریک نے مشترکہ مال میں سے کچھ لیا خواہ قرض کے طور پر ہو یا تبرع اور احسان کے طور پر، تو شریک حضرات کے علم میں آنے کے بعد جس پر وہ راضی ہوں اس پر عمل ہوگا، اگر وہ قرض تسلیم کریں تو، قرض کی ادائیگی ضروری ہوگی، (۲) اور اگر احسان کے طور پر چھوڑ دیں تو معاف

---

(۱) یجوز لأي كان من الشريكين حال كون رأس مال الشركة في يده أن يشتري بالنقد وبالنسيئة لأن كل ذلك من توابع التجارة۔ ويكون المال المشترى للشركة وإذا أدى الشريك ثمن المال المشترى من ماله فله الرجوع على شريكه بحصته لأنه وكيل عن شريكه وقد أدى ثمن المال المشترى من ماله۔ (درر الحكام شح مجلة الأحكام: (۳/۳۹۳)، شرح المادة: ۱۳۷۳، الكتاب العاشر: الشركات، الباب السادس، الفصل الأول في شركة العنان، ط: دار الجيل)۔

◻ الدر مع الرد: (۴/۳۱۴)، كتاب الشركة، مطلب في دعوى الشريك أنه أدى الثمن من ماله، ط: سعيد۔

◻ يجوز لكل واحد من الشريكين أن يبيع مال الشركة نقدا ونسيئة بما قل أو كثر۔ (شرح المجله لسليم رستم باز: (۲/۵۷۳)، رقم المادة: ۱۳۷۳، ط: مكتبه فاروقية)۔

(۲) أن كل واحد من الشريكين شركة ملك ممنوع من التصرف في نصيب صاحبه كغير الشريك من الأجانب إلا بإذنه لعدم تضمنها الوكالة۔ (تنقيح الفتاوى الحامدية: ۱/۸۸)، كتاب الشركة، ط: رشيديه)

◻ مجمع الأنهر: (۲/۵۳۳)، كتاب الشركة، ط: دار الكتب العلمية۔

◻ يجوز لأحد الشريكين أن يتصرف مستقلا في الملك المشترك بإذن الآخر لكن لا يجوز له أن يتصرف تصرفا مضرا بالشريك۔ (شرح المجله لخالد الأتاسي: (۴/۱۳)، المادة: ۱۰۷۱، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب الأول، الفصل الثاني في بيان كيفية التصرف في الأعيان المشتركة، ط: رشيديه)

◻ ولا يجوز لهما في عنان ومفاوضة ــــ ولا الهبة ــــ فلم يجز في حصة شريكه ولا القرض إلا بإذن شريكه إذنا صريحا فيه۔ سراج، وفيه إذا قال له: اعمل برأيك فله كل التجارة إلا القرض والهبة =

ہوجائے گا۔ (۱)

⓬ مشترکہ املاک سے کسی شریک کی اپنی شادی یا اولاد کی شادی دوسرے شرکاء کی رضامندی کے بغیر درست نہیں، البتہ دوسرے شرکاء کی رضامندی سے جائز ہے، پھر رضامندی میں جس نوعیت کی رضامندی ہوگی اس پر عمل ہوگا، یعنی اگر قرض کے طور پر دینے پر راضی ہو تو قرض کے طور پر ادا کرنا ہوگا، اور اگر تمام شرکاء تبرع اور احسان کے طور پر راضی ہوں تو پھر ادا کرنا لازم نہیں ہوگا۔ (۲)

= وكذا كل ما كان إتلافا للمال أو كان تمليكا) للمال (بغير عوض)۔ لأن الشركة وضعت للاسترباح وتوابعه وما ليس كذلك لا ينتظمه عقدها۔

قوله: فلم يجز) أى ما ذكر من الهبة في حصة شريكه بل جاز في حصته إن وجد شرط الهبة من التسليم والقسمة فيما يقسم۔ (الدر المختار مع الرد: (۳۱۹/۴، ۳۱۸)، كتاب الشركة، مطلب يملك الاستدانة بإذن شريكه، ط: سعيد)۔

▭ ولم يزك أحدهما مال الآخر بغير إذنه۔ (الدر المختار مع الرد: (۳۲۸/۴)، كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، مطلب يرجح القياس، ط: سعيد)۔

▭ الفتاوى الهندية: (۳۳۶/۲)، كتاب الشركة، الباب السادس في المتفرقات، ط: رشيديه۔

▭ لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه وإن فعل كان ضامنا۔ (شرح المجله لسليم رستم باز: (۵۱/۱)، المادة: ۹۶، المقالة الثانية في بيان القواعد الكلية الفقهية، ط: مكتبه فاروقية)۔

(۱) قال الله تعالى: خذ العفو وأمر بالعرف وأعرض عن الجاهلين۔ (سورة الأعراف: ۱۹۹)۔

▭ كل يتصرف في ملكه كيفما شاء۔ (شرح المجله لسليم رستم باز: (۵۱۷/۱)، المادة: ۱۱۹۲، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب الثالث، الفصل الأول في بعض قواعد احكام الأملاك، ط: مكتبه فاروقيه)۔

▭ للمالك أن يتصرف في ملكه أى تصرف شاء۔ (بدائع الصنائع: (۲۶۳/۶)، كتاب الدعوى، فصل وأما بيان حكم الملك والحق الثابت في المحل، ط: سعيد)۔

(۲) وليس له أن يتزوج ولا أن يزوج مماليكه، لأنه ليس من التجارة والإذن إنما ينصرف إلى التجارة۔ (الجوهرة النيرة: (۵۸/۲)، كتاب المأذون، ط: حقانيه)۔

▭ وليس له أن يزوج عبدا من تجارتهما في قولهم جميعا، لأنه ليس من التجارة وهو ضرر محض فلا يملكه إلا بإذن نصا۔ (بدائع الصنائع: (۷۲/۶)، كتاب الشركة، فصل وأما حكم الشركة، ط: سعيد) =

⑭ شراکت میں کوئی شرط فاسد نہیں ہونی چاہیئے، جن شرائط فاسدہ کی وجہ سے بیع کا معاملہ فاسد ہوجاتا ہے، ان کی وجہ سے شراکت بھی فاسد ہوجاتی ہے۔ اور شروط فاسد سے مراد وہ شرط ہے جس سے نفع میں شرکت کو ختم کرنا لازم آتا ہے [1]

⑮ شراکت اور مضاربت میں کسی فریق کے لئے مخصوص رقم کا منافع دینے یا لینے کا تعین ناجائز اور حرام ہے، مثلاً شریک یا مضارب اپنے سرمایہ کار سے یہ کہے کہ ماہانہ دو ہزار رقم آپ کو ہر صورت میں منافع کے طور پر ملے گی، باقی منافع آپس میں تقسیم کریں گے، یہ ناجائز اور سود ہے۔ [2]

= ﴿ الدر المختار مع الرد: (۳۱۸/۴)، کتاب الشرکۃ، مطلب: إذا اشترکا علی أن ما اشتریا من تجارۃ فہو بیننا، ط: سعید)۔

▭ أنظر أيضا رقم الحاشية: ۵ على الصفحة السابقة: ۱۳۰، وأيضا رقم الحاشية: ۱ على نفس الصفحة۔

▭ وتفسد باشتراط دراهم مسماة من الربح لأحدهما) لقطع الشركة كما مر؛ لا لأنه شرط لعدم فسادها بالشروط، وظاهره بطلان الشرط لا الشركة۔

قوله: لا لأنه شرط۔۔۔ إلخ) يعني أن علة الفساد ما ذكر من قطع الشركة وليست العلة اشتراط شرط فاسد فيها، لأن الشركة لا تفسد بالشروط الفاسدة۔ (الدر مع الرد: (۳۱۶/۴)، کتاب الشرکۃ، مطلب: اشترکا علی أن ما اشتریا من تجارۃ فہو بیننا، ط: سعید۔

(۲) وشرط جواز هذه الشركات۔۔۔۔ أن يكون الربح جزءا شائعا في الجملة لا معينا فإن عينا عشرة أو مائة أو نحو ذلك كانت الشركة فاسدة۔ (الفتاوى الهندية: (۳۰۱/۲، ۳۰۲)، کتاب الشرکۃ، الباب الأول في بيان أنواع الشركة۔۔۔ إلخ، ط: رشيديه)۔

▭ بدائع الصنائع: (۵۹/۶)، کتاب الشرکۃ، فصل: وأما بيان شرائط جواز هذه الأنواع، ط: سعيد۔

▭ ولا تجوز الشركة إذا شرط لأحدهما دراهم مسماة من الربح) قال ابن المنذر: لا خلاف في هذا لأحد من أهل العلم۔ (فتح القدير: ۱۷۰/۶)، کتاب الشرکۃ، فصل: ولا ينعقد الشركة إلا بالدراهم والدنانير، ط: دار الكتب العلمية)۔

▭ الدر مع الرد: (۳۱۶/۴)، کتاب الشرکۃ، مطلب: اشترکا علی أن ما اشتریا من تجارۃ فہو بیننا، ط: سعید۔

شرائط استصناع

''استصناع کی شرائط'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۵۷/۱)

شرائط بیع مرابحہ

''بیع مرابحہ کی شرائط'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۲۸/۲)

شرائط جو میمورنڈم میں ہوں

''میمورنڈم میں لکھی ہوئی شرائط'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۳۰/۶)

شرائط کی ایک اور تقسیم

کچھ شرائط ایسی ہیں، جن کو پورا کرنا انسان کے لئے ممکن ہوتا ہے، اور اس سے بائع (سیلر) یا مشتری (خریدار) یا مبیع (بیچی گئی چیز) کا فائدہ بھی ہوتا ہے تو عقد بیع میں ایسی شرط لگانے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔[1]

اور کچھ شرائط ایسی ہیں کہ ان کو پورا کرنا انسان کے لئے عام طور پر ممکن نہیں ہے، اور اس کے اختیار سے باہر ہے تو بیع میں ایسی شرط لگانے سے بیع فاسد نہیں ہوگی، بلکہ ایسی شرط خود فاسد اور لغو (بے کار) ہو جائے گی۔

مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میں آپ کو یہ کتاب بیچتا ہوں اس شرط پر کہ آپ اس کو لے کر آسمان پر چلے جائیں گے، اب آسمان پر جانا عام طور پر مشکل ہے تو ایسی

---

(۱) ولا بیع بشرط ۔۔۔ لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لأحدھما أو ۔۔۔ لمبیع۔ (الدر المختار مع الرد: (۸۴/۵، ۸۵)، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب فی البیع بشرط فاسد، ط: سعید)۔

الفتاوی الھندیۃ: (۳/۳)، کتاب البیوع، الباب الأول فی تعریف البیع ورکنہ وشرطہ ۔۔۔ إلخ، ط: رشیدیہ۔

وکل شرط لا یقتضیہ العقد وفیہ منفعۃ لأحد المتعاقدین أو للمعقود علیہ وھو من أھل الاستحقاق یفسدہ۔ (الھدایۃ: (۶۱/۳)، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، ط: رحمانیہ)۔

شرط لغو ہو جائے گی، اور بیع فاسد نہیں ہوگی۔ [۱]

کچھ شرائط ایسی ہیں کہ وہ شرعاً ممنوع ہیں، مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میں آپ کو یہ کتاب اس شرط پر بیچتا ہوں کہ آپ کے بیٹے آپ کے انتقال کے بعد اس کے وارث نہیں ہوں گے، اب یہ شرط ایسی ہے کہ اس کو پورا کرنا شرعی اعتبار سے انسان کے اختیار میں نہیں ہے، کیونکہ وراثت کے اعتبار سے حق دار ہونے کا حکم اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا، کوئی انسان اللہ کے حکم کو بدل کر کسی وارث کو وراثت سے محروم نہیں کرسکتا، لہٰذا یہ شرط بھی لغو ہو جائے گی، اور بیع جائز ہو جائے گی۔ [۲]

شرائط کی تین قسمیں ہیں

بیع میں جو شرائط لگائی جاتی ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں:

❶ پہلی قسم وہ ہے جو عقد بیع کے تقاضے کے مطابق ہو، وہ جائز ہے، مثلاً

(۱، ۲) إذا باع ثوبا على أن لا يبيعه المشتري أو لا يهبه أو دابة على أن لا يبيعها أو يهبها أو طعاما على أن يأكله ولا يبيعه ذكر في المزارعة ما يدل على جواز البيع فإنه قال لو شرط أحد المزارعين في المزارعة على أن لا يبيع الآخر نصيبه ولا يهبه فالمزارعة جائزة والشرط باطل. وهكذا روى الحسن في المجرد عن أبي حنيفة رحمه الله . وفي الإملاء عن أبي يوسف أن البيع بهذا الشرط فاسد. ووجهه أنه شرط لا يقتضيه العقد ولا يلائمه ولا جرى به التعارف بين الناس فيكون مفسدا كما في سائر الشرائط المفسدة والصحيح ما ذكر في المزارعة لأن هذا شرط لا منفعة فيه لأحد فلا يوجب الفساد وهذا لأن فساد البيع في مثل هذه الشروط لتضمنها الربا وذلك بزيادة منفعة مشروطة في العقد لا يقابلها عوض ولم يوجد في هذا الشرط لأنه لا منفعة فيه لأحد إلا أنه شرط فاسد في نفسه لكنه لا يؤثر في العقد فالعقد جائز والشرط باطل. ولو باع ثوبا على أن يحرقه المشتري أو دارا على أن يخربها فالبيع جائز والشرط باطل لأن شرط المضرة لا يؤثر في البيع على ما ذكرنا. (بدائع الصنائع: (۵/۱۷۰)، كتاب البيوع، فصل وأما شرائط الصحة فأنواع، ط: سعيد).

الدر مع الرد: (۵/۸۶)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في الشرط الفاسد إذا ذكر بعد العقد أو قبله، ط: سعيد.

البحر الرائق: (۶/۸۶)، كتاب البيع، باب البيع الفاسد، ط: سعيد.

الجوهرة النيرة: (۱/۲۳۷)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: حقانيه.

خریدار چیز خریدتے وقت بیچنے والے سے یہ کہے کہ میں تم سے یہ چیز اس شرط پر خرید رہا ہوں کہ تم مجھے سودا ہوتے ہی فوراً چیز حوالہ کردو گے، تو یہ شرط عقد بیع کے تقاضے کے بالکل مطابق ہے، کیونکہ سودا ہونے کے بعد بیچنے والے کے لئے مبیع (چیز) حوالہ کرنا ضروری ہے۔[1]

❷ دوسری قسم وہ شرط ہے، جو عقد بیع کے تقاضے کے اندر براہ راست داخل تو نہیں ہوتا لیکن عقد بیع کے مناسب ہے، اس کو اصطلاح میں ''ملائم عقد'' کہتے ہیں۔ مثلاً دکاندار ادھار پر سامان بیچتے ہوئے خریدار سے کہے کہ میں تمہیں ادھار سامان بیچتا ہوں اس شرط پر کہ تم پیسے وقت پر ادا کردو گے اس کا کوئی کفیل لا کردو، تو یہ شرط عقد بیع کے مناسب ہے۔

یا دکاندار یا سامان بیچنے والا خریدار سے یہ کہے کہ میں آپ سے اس شرط پر بیع کرتا ہوں کہ آپ میرے پاس رہن کے طور پر کوئی چیز رکھیں گے، اگر آپ نے مقررہ وقت پر پیسے ادا نہیں کئے تو میں رہن کی اس چیز کو بیچ کر اپنا پیسہ وصول کرلوں گا، تو یہ شرط بھی عقد کے مناسب ہے، اور جائز ہے، اس قسم کی شرط کو اصطلاح میں ''شرط ملائم'' کہتے ہیں۔

---

(۱) واشتراط شرط يقتضيه العقد لا يوجب فساد العقد كما إذا اشترى بشرط التسليم. (بدائع الصنائع: (۱۷۲/۵)، كتاب البيوع، فصل وأما شرائط الصحة فأنواع، ط: سعيد).

🗀 فمثال ما يقتضيه العقد: تسليم المبيع على البائع وتسليم الثمن على المشتري فإن العقد يقتضي ذلك بصيغته. فإذا شرط في العقد تسليم المبيع أو تسليم الثمن كان شرطا يقتضيه العقد. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: (۲۲۶/۲)، كتاب أحكام البيع، مبحث البيع بشرط، ط: دار إحياء التراث العربي)

🗀 البيع بشرط يقتضيه العقد صحيح والشرط معتبر) ـــ كما لو باع بشرط تسليم المبيع على البائع ـــ فالبيع صحيح والشرط معتبر؛ لأن هذا الشرط يقتضيه العقد. (شرح المجله لسليم رستم باز: (۷۰/۱)، المادة: ۱۸۶، الكتاب الأول في البيوع، الباب الأول في المسائل المتعلقة بعقد البيع، الفصل الرابع في حق البيع بشرط، ط: فاروقيه).

③ تیسری قسم وہ شرط ہے جو مقتضائے عقد کے اندر بھی داخل نہیں، اور بظاہر عقد بیع کے ملائم اور مناسب بھی نہیں، لیکن اس قسم کی شرط بیع (خرید و فروخت) کے وقت رکھنا تاجروں کے درمیان معروف اور رائج ہو گئی۔

مثلاً کوئی شخص کسی سے اس شرط کے ساتھ جوتا خریدے کہ بائع (بیچنے والا) اس کے اندر تلوا لگا دے گا، تو یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے، لیکن یہ شرط جائز ہے، کیونکہ یہ متعارف ہو گئی ہے۔ (۱)

شرح سود کو معیار بنانا

"سود کی شرح کو معیار بنانا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۷۰/۴)

شرط

☆ خرید و فروخت میں ایسی شرط لگانا جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی، یا خرید و فروخت اس قسم کی شرط کا تقاضا نہیں کرتی، یا اس شرط کی وجہ سے بائع یا خریدار میں سے کسی ایک کو خاص طور پر فائدہ ہوتا ہے اور عرف عام میں اس قسم کی

---

(۱) یجب أن یعلم بأن الشرط الذي یشترط في البیع لا یخلو إما أن کان شرطا یقتضیه العقد ومعناه أن یجب بالعقد من غیر شرط فإنه لا یوجب فساد العقد کشرط تسلیم المبیع علی البائع۔۔۔۔۔ وإما أن کان شرطا لا یقتضیه العقد علی التفسیر الذي قلنا إلا أنه یلائم ذلك العقد ونعني به أنه یؤکد موجب العقد وذلك کالبیع بشرط أن یعطي المشتري کفیلا بالثمن .... وکذا البیع بشرط أن یعطي المشتري بالثمن رهنا۔۔۔۔۔ وإن کان الشرط شرطا لا یلائم العقد إلا أن الشرع ورد بجوازه کالخیار والأجل أو لم یرد الشرع بجوازه ولکنه متعارف کما إذا اشتری نعلا وشراکا علی أن یحذوه البائع جاز البیع استحسانا۔ (الفتاوی الهندیة: (۱۳۳/۳)، کتاب البیوع، الباب العاشر فی الشروط التی تفسد البیع والتی لا تفسده، ط: رشیدیه)۔

☐ تبیین الحقائق: (۵۷/۴)، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، ط: امدادیه، ملتان۔

☐ فتح الملهم: (۶۲۹/۱، ۶۳۰)، کتاب المساقاة والمزارعة، باب بیع البعیر واستثناء رکوبه، تفصیل مسئلة الشرط فی البیع، مذهب الحنفیة، ط: دار العلوم کراچی۔

شرط نہیں لگائی جاتی ہے، تو ایسی شرط لگانے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔[۱]

☆ جو شرط خرید و فروخت کے موافق و مناسب ہے وہ لگانا جائز ہے، اس سے بیع فاسد نہیں ہوتی۔[۲]

☆ وہ شرط جس سے بائع یا خریدار میں سے کسی ایک کا فائدہ ہوتا ہو، لیکن اس قسم کی شرط لگانے کا رواج ہو اور اس کی وجہ سے بعد میں جھگڑا بھی نہ ہوتا ہو تو ایسی شرط لگانا جائز ہے، جیسے موجودہ دور میں الیکٹرونکس سامان کی خریداری میں ایک یا پانچ سال تک فری سروس کی شرط لگانا اور زیادہ مقدار میں مال خریدنے کی صورت میں قیمت میں سے خصوصی طور پر رعایت کرنے کی شرط رکھنا، ادھار سودا ہونے کی صورت میں قیمت کی وصولی کے لئے رہن (MORTAGE) یا ضامن (GUARANTOR) کی شرط رکھنا۔[۳]

---

(۱) والأصل فيه أن كل شرط لا يقتضيه العقد وهو غير ملائم له ولم يرد الشرع بجوازه ولم يجز التعامل فيه وفيه منفعة لأهل الاستحقاق مفسد ۔(تبيين الحقائق: (۵۷/۴)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط:امداديه، ملتان)۔

الدر المختار مع الرد: (۸۴/۵، ۸۵)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: في البيع بشرط فاسد، ط:سعيد۔

البحر الرائق: (۸۵/۶)، كتاب البيع، باب البيع الفاسد، ط:سعيد۔

(۲) وإن كان الشرط ملائما للبيع لايفسده كالبيع بشرط كفيل بالثمن۔(البحر الرائق: (۸۵/۶)، كتاب البيع، باب البيع الفاسد، ط:سعيد)۔

والأصل هنا أن كل ما كان ملائما للعقد لايكون مفسدا له۔(حاشية الشلبي على التبيين: (۱۳۱/۵)، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ط:امداديه ملتان)۔

تبيين الحقائق: (۵۷/۴)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط:امداديه، ملتان۔

(۳) خلاصة مذهب الحنفية أنه إن كان المشروط في البيع شرطا يقتضيه العقد، أو يلائم العقد، أو شرطا جرى به العرف فيما بين الناس، فهو جائز، ولا يفسد به البيع ـــــ ومثال الشرط الذي يلائم العقد، كما في البدائع، ما إذا باع على أن يعطيه المشتري بالثمن رهنا أو كفيلا ـــــ ومثال الشرط الذي جرى به العرف، ما إذا اشترى نعلا على أن يحذوه البائع، أو جرابا على أن يخرزه له خفا۔ قال السرخسي رحمه الله تعالى في المبسوط: "وإن كان شرطا لا يقتضيه العقد، وفيه عرف ظاهر، فذلك جائز أيضا، =

☆ بیع کرتے وقت ایسی شرط اور کام سے بچنا ضروری ہے، جس کے انجام میں بائع اور خریدار کے درمیان جھگڑا ہو، ورنہ بیع فاسد ہوجائے گی۔ [1]

شرط فاسد سے شرکت فاسد ہوجاتی ہے

''شرکت فاسد ہوجاتی ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

شرط فاسد شرکت میں

''شرکت میں شرط فاسد'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۶۹/۴)

= كما لو اشترى نعلا وشراكا بشرط أن يحذوه البائع، لأن الثابت بالعرف ثابت بدليل الشرعي، ولأن في النزع عن العادة الظاهرة حرجا بينا"۔ وقال الكاساني في البدائع: والقياس أن لا يجوز، وهو قول زفر رحمه الله۔ وجه القياس أن هذا الشرط لا يقتضيه العقد، وفيه منفعة لأحد المتعاقدين، وإنه مفسد۔۔۔۔ ولنا أن الناس تعاملوا هذا الشرط في البيع، كما تعاملوا الاستصناع، فسقط القياس بتعامل الناس، كما سقط في الاستصناع۔ (فقه البيوع على المذاهب الأربعة: (۱/ ۳۸۷، ۳۸۸)، الباب الثاني في الشرط الفاسد أو الاستثناء في البيع، الشرط الفاسد، المذهب الحنفي، ط: معارف القرآن)۔

▭ تكمله فتح الملهم: (۱/ ۲۲۹، ۲۳۰)، كتاب المساقات والمزارعة، باب بيع البعير واستثناء ركوبه، مذهب الحنفية، ط: دار العلوم كراچي۔

▭ بدائع الصنائع: (۵/ ۱۷۱، ۱۷۲)، كتاب البيوع، فصل وأما شرائط الصحة، ط: سعيد۔

▭ المبسوط للسرخسي: (۱۳/ ۱۴، ۱۵)، باب البيوع إذا كان فيها شرط، ط: دار المعرفة۔

(۱) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده: أن رسول الله عليه وسلم نهى عن بيع وشرط۔ (مسند الإمام أبي حنيفة: (ص: ۱۲۰)، باب العين، روايته عن عمرو بن شعيب، ط: مكتبة الكوثر)۔

▭ أن علة النهي عن البيع بالشرط الوارد في الحديث الشريف ما يثيره البيع بالشرط من النزاع بين المتبايعين؛ لأن غاية الشارع إنما هي قطع النزاع وحسم الخلاف بين الناس۔ (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۱/ ۱۵۹)، شرح المادة: ۱۸۸)، الكتاب الأول البيوع، الباب الأول، الفصل الثالث في حق مجلس البيع، ط: دار الجيل)۔

▭ فإذا وقع في البيع شرط نافع لأحد العاقدين كان أحد العاقدين طالبا لهذا الشرط والآخر هاربا منه وأدى ذلك إلى النزاع بينهما فلا يكون العقد تاما۔ (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۱/ ۱۶۱)، شرح المادة: ۱۸۹، ط: دار الجيل)۔

شرط کا ذکر سودا کرتے وقت نہیں کیا

ایسی شرط جس سے بیع فاسد ہوجاتی ہے، اگر فریقین عقد کرنے سے پہلے وہ شرط طے کرلیں، لیکن عقد کرتے وقت اس شرط کا ذکر نہ کریں، تو یہ بیع صحیح ہوجائے گی ،مثلاً عقد کرنے سے پہلے یہ طے کرلیں کہ اگر زید، بکر سے یہ سامان خریدے گا تو بکر زید کو دس ہزار روپیہ قرض دے گا، پھر زید نے بکر سے سامان خریدا لیکن سودا کرتے ہوئے قرض کی شرط ذکر نہیں کی تو بیع صحیح ہوجائے گی، کیونکہ عقد کرتے ہوئے ذکر نہ کرنے کی وجہ سے قانون کی نظر میں وہ شرط مفقود ہے، اور زید کو قانونی طور پر قرض لینے کا حق نہیں ہوگا، اور بکر بھی قانونی طور پر قرض دینے کا پابند نہیں ہوگا۔ (۱)

شرط کی خلاف ورزی کرنے سے معاہدہ کا حکم

اگر فریقین کے درمیان چند شرائط کے تحت کوئی معاہدہ ہوا ہے، اور کسی ایک فریق نے معاہدہ کی شرط کی خلاف ورزی کی تو معاہدہ خود بخود ختم نہیں ہوگا، البتہ اس بنیاد پر دوسرا فریق بھی معاہدہ کو صراحۃً فسخ کرنا چاہے تو فسخ کرسکتا ہے جب تک معاہدہ صاف اور واضح الفاظ میں فسخ نہیں کرے گا تب تک وہ معاہدہ ختم نہیں ہوگا اور معاملہ بھی۔ (۲)

---

(۱) إذا ذكرا المتبايعان شرطا مفسدا للبيع خارج العقد وجرى العقد دون أن يذكر فيه ذلك الشرط وبنى عليه فالبيع لا يكون فاسدا۔ (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۱/۱۶۱)، شرح المادة: ۱۸۹)، الكتاب الأول البيوع، الباب الأول، الفصل الثالث في حق مجلس البيع، ط: دار الجيل)۔

لو شرطا شرطا فاسدا قبل العقد ثم عقدا لم يبطل العقد۔ (الشامية: ۵/۸۴)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في البيع بشرط فاسد، ط: سعيد)۔

لو تواضعا على الوفاء قبل العقد ثم عقدا خاليا عن شرط الوفاء، فالعقد جائز ولا عبرة للمواضعة۔ (الدر المختار مع الرد: (۵/۲۷۵)، كتاب البيوع، باب الصرف، مطلب في بيع التلجئة، ط: سعيد)۔

(۲) فصل فيما ينفسخ به عقد المعاملة: منها: صريح الفسخ، ومنها: الإقالة، ومنها: انقضاء المدة، ومنها: موت متعاقدين۔ (بدائع الصنائع: (۶/۱۸۸) كتاب المعاملة، حكم المعاملة الفاسدة، ط: سعيد)

شرط کے ساتھ بیع کرنا

''بیع بالشرط'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۷۹/۲)

شرط لگا کر کوئی چیز فروخت کرنا

مثلاً اگر کوئی شخص اپنا گھر فروخت کرتے وقت یہ شرط لگا دے کہ میں گھر فروخت کرنے کے بعد بھی اس میں مثلاً تین مہینے تک رہوں گا، تو یہ شرط فاسد ہے، اس شرط فاسد کی وجہ سے بیع فاسد ہو جائے گی، کیونکہ شریعت مقدسہ نے بیع وشراء کے دوران ایسی شرط رکھنے سے منع کر دیا ہے جس سے خریدنے والے یا فروخت کرنے والے یا مبیع (بیچی گئی چیز) کا فائدہ ہو۔

ہاں اگر سودا کرتے وقت یہ شرط نہیں رکھی گئی، بلکہ بعد میں تین مہینے تک رہنے کی مثلاً درخواست کی اور خریدار نے منظور کر لیا تو یہ جائز ہوگا، کیونکہ یہ شرط نہیں ہوگی، بلکہ ایک قسم کے احسان کے مترادف ہوگا۔ [1]

---

(۱) ولا بیع بشرط لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لأحدہما أو لمبیع، تنویر الأبصار۔ (شامی: (۵/ ۸۴، ۸۵) باب البیع الفاسد، ط: سعید)۔

☜ لو کان فی الشرط منفعۃ لأحد المتعاقدین بأن شرط البائع ان یقرض المشتری أو علی القلب یفسد العقد۔ (خلاصۃ الفتاوی: (۵۰/۳) کتاب البیوع، الفصل الخامس فی البیع، ط: رشیدیہ)

☜ الھندیۃ: (۳/۳) کتاب البیوع، الباب الأول فی تعریف البیع، ورکنہ وشرطہ ـــــ إلخ، ط: رشیدیہ)

☜ إذا ذکر المتبایعان شرطا مفسدا للبیع وجری العقد دون أن یذکر فیہ وبنی علیہ، فالبیع لا یکون فاسدا۔ (درر الحکام شرح مجلۃ الأحکام: (۱۶۱/۱)، شرح المادۃ: ۱۸۹، الکتاب الأول البیوع، الباب الأول، الفصل الثالث فی حق مجلس العقد، ط: دار الجیل)۔

☜ وإن ذکرا البیع من غیر شرط ثم ذکرا الشرط علی وجہ المواعدۃ جاز البیع۔ (مجمع الضمانات: (۲۴۳/۱)، باب فی البیع، ط: دار الکتاب الاسلامی)۔

☜ مجمع الأنہر: (۴۱/۴)، کتاب الاکراہ، ط: دار الکتب العلمیۃ۔

☜ تبیین الحقائق: (۱۸۳/۵)، کتاب الإکراہ، ط: امدادیہ ملتان۔

شرط لگانا بیع میں

خرید وفروخت کے وقت بیع میں ایسی شرط لگانا جو عقد کے تقاضے کے خلاف ہو، اوراس میں خریدنے والے یا فروخت کرنیوالے یا جو چیز فروخت کی جارہی ہے اس کا نفع اور فائدہ ہو تو ایسی شرط لگانے سے بیع فاسد ہوجاتی ہے، اور شرط بھی فاسد ہوجاتی ہے۔ (۱)

شرکاء کا کل حصص کسی ایک شریک کو فروخت کرنا

''مشترکہ چیز کسی ایک شریک کو فروخت کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

شرکاء میں سے ایک شریک کا انتقال ہوجائے

اگر شراکت کے کاروبار کی مدت کے دوران شرکاء میں سے کسی کا انتقال ہوجائے تو مرنے والے کے ساتھ شراکت کا معاہدہ ختم ہوجائے گا، اس صورت میں اس کے وارثوں کو اختیار ہوگا، چاہیں تو مرنے والے شریک کا حصہ واپس لے لیں اور اگر چاہیں تو شراکت کے اس معاہدہ کو جاری رکھیں۔ (۲)

---

(۱) عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده: أن النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن بیع وشرط۔ (مسند الإمام أبی حنیفة: (ص: ۱۶۰)، باب العین، روایته عن عمرو بن شعیب، ط: مکتبة الکوثر)۔

مجمع الزوائد: (۴/۱۵۲)، رقم الحدیث: ۶۳۸۶، کتاب البیوع، باب ماجاء فی الصفقتین فی صفقة أو الشرط فی البیع، ط: دار الفکر، بیروت)۔

معجم الأوسط للطبرانی: (۴/۳۳۵)، رقم الحدیث: ۴۳۶۱، باب العین، من اسمه عبد الله، ط: دار الحرمین، القاهرة۔

بلوغ المرام: (ص: ۱۸۱)، کتاب البیوع، ط: قدیمی

وانظر أیضا، الهامش السابق۔

(۲) وتبطل الشرکة ۔۔۔ بموت أحدهما) علم الآخر أولا۔ (الدر المختار مع الرد: (۴/۳۲۷)، کتاب الشرکة، فصل فی الشرکة الفاسدة، مطلب: یرجح القیاس، ط: سعید)۔

مجمع الأنهر: (۲/۵۶۳)، کتاب الشرکة، فصل فی الشرکة الفاسدة، ط: دار الکتب العلمیة=

شرکت

☆ شرکت میں ہر شخص کاروبار کے تمام اثاثوں کا مشترکہ طور پر مالک ہوتا ہے، ہر شریک دوسرے شریک کا وکیل ہوتا ہے، ہر شخص کی ذمہ داری یکساں ہوتی ہے، مثلاً کوئی دین اور قرض واجب ہو تو اس کو ادا کرنے کی ذمہ داری تمام شرکاء کی برابر ہوگی۔ (۱)

= شرح المجله لسليم رستم باز: (۵٦٧/۲)، رقم المادة: ۱۳۵۲، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل الرابع في بعض الضوابط المتعلقة بعقد الشركة، ط: مكتبه فاروقيه۔

قلت: أرأيت إذا مات أحد الشريكين؟ قال: إذا مات أحدهما لم يكن للباقي منهما أن يحدث في المال الباقي، ولا في السلع قليلا ولا كثيرا إلا برضا الورثة، لأن الشركة حين مات أحدهما انقطعت فيما بينهما، وصار نصيب الميت للورثة، وهذا رائي۔ (المدونة الكبرى: (۸۳/۱۲)، كتاب الشركة، القضاء في أحد الشريكين يموت، ط: مطبعة السعادة)۔

ولا يملك الشريك الشركة إلا بإذن شريكه، جوهرة۔ (الدر مع الرد: (۳۱۷/۴)، مطلب اشتركا على أن ما اشتريا من تجارة فهو بينهما، ط: سعيد)۔

(۱) يتضمن كل قسم من شركة العقد الوكالة، وذلك أن كل واحد من الشركاء وكيل للآخر في تصرفه يعني في البيع والشراء وفي تقبل العمل بالأجرة۔

وقال العلامة سليم رستم باز: وذلك ليكون ما يستفاد بالتصرف مشتركا بين الشركاء ليتحقق حكم عقد الشركة المطلوب منه وهو الاشتراك في الربح إذ لو لم يكن كل منهما وكيلا عن صاحبه في النصف وأصيلا في الآخر لا يكون المستفاد مشتركا لاختصاص المشتري بالمشترى۔ (شرح المجلة لسليم رستم باز: (۵٦٠/۲)، المادة: ۱۳۳۳، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل الثاني: في بيان شرائط شركة العقد العمومية، ط: مكتبه فاروقيه)۔

وبتضمن الشركة الوكالة فما يحصله أحد الشريكين يكون مشتركا بينهما فيكون المحصل قد حصل النصف لنفسه بطريق الأصالة والنصف الآخر لشريكه بطريق الوكالة۔ (درر الحكام شح مجلة الأحكام: (۳۲۸/۳)، شرح المادة: ۱۳۳۳، ط: دار الجيل)۔

في الحامدية عن محيط السرخسي في فصل ما يجوز لأحد شريكي العنان: لو استقرض أحدهما لا لزمهما؛ لأن الاستقراض تجارة ومبادلة معنى؛ لأنه يملك المستقرض ويلزمه رد مثله فشابه المصارفة أو الاستعارة، وأيهما كان نفذ على صاحبه اهـ ـــــ لكن لا يخفى أن هذا لا ينافي ما مر عن الجواهر؛ لأن ما استقرضه أحدهما يملكه المستقرض لعدم الإذن فينفذ عليه، فإذا أخذ المال =

☆ شرکت میں کاروبار کی طرف سے کسی پر دعویٰ ہو یا کسی کی طرف سے کاروبار پر دعویٰ ہو تو تمام شرکاء مدعی اور مدعیٰ علیہ ہوں گے۔ (۱)

☆ شرکت کا الگ سے کوئی قانونی وجود نہیں ہوتا۔ (۲)

☆ شرکت میں کوئی شریک شرکت فسخ کر کے اپنا سرمایہ نکالنا چاہے تو نکال

=ووضعه في مال الشركة وكان المال في يده يصدق فله أخذ نظيره لما قدمه المصنف أن الشريك أمين في المال فيقبل قوله بيمينه. (الشامية: (۳۳۰/۴، ۳۳۱)، كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، مطلب: إذا قال الشريك استقرضت ألفا فالقول إن المال بيده، ط: سعيد).

(۱) تتضمن شركة العنان الوكالة فقط ولا تتضمن الكفالة، فعليه إذا لم تذكر الكفالة حين عقدها فلا يكون الشركاء كفلاء بعضهم لبعض ــــ وأما سبب عدم تضمنها الكفالة فهو أن ثبوت الكفالة في المفاوضة لضرورة المساواة بين الشركاء مع أن شركة العنان لا تقتضي ذلك (مجمع الأنهر) فعليه إذا لم تذكر الكفالة حين عقد شركة العنان بصورة خاصة فلا يكون الشركاء كفلاء بعضهم لبعض ــــ لكن إذا ذكرت الكفالة أيضا حين عقد شركة العنان وكان الشركاء أهلا للكفالة فيكون الشركاء كفلاء بعضهم لبعض وفي هذا الحال إذا ذكر جميع شروط المفاوضة تكون الشركة المذكورة شركة مفاوضة انظر المادة الثالثة. أما إذا لم يذكر الكفالة فقط فلا تكون شركة مفاوضة بل تكون شركة عنان وكفالة وتصح لأن المعتبر في شركة العنان عدم اعتبار الكفالة لا اعتبارها، كما أنه يعتبر من الهبة عدم اعتبار العوض لا اعتباره. (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۳۵۰/۳، ۳۵۱)، المادة: ۱۳۳۵، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب الخامس في بيان النفقات المشتركة، الفصل الثاني في بيان شرائط شركة العقد العمومية، ط: دار الجيل).

قلت: لكن في الخانية: ولا يكون في شركة العنان كل واحد منهما كفيلا عن صاحبه إذا لم يذكر الكفالة بخلاف المفاوضة اهـ ومقتضاه أنه يكون كفيلا إذا ذكر الكفالة، وهذا ترجيح للاحتمال الثاني، ولعل وجهه أن الكفالة متى ذكرت في عقد الشركة تثبت تبعا لها وضمنا لا قصدا، لأن الشركة لا تنافي الكفالة بل تستدعيها، لكنها لا تثبت فيها إلا باقتضاء اللفظ لها كلفظ المفاوضة أو بذكرها في العقد تأمل. (شامي: (۳۱۱/۴)، كتاب الشركة، مطلب في شركة العنان، ط: سعيد).

(۲) قوله: شروط العاقد: ويشترط في العاقدين كونهما حرين، عاقلين، يعرفان النفع والضرر، ويباشران العقد على بصيرة وتثبت. (حجة الله البالغة: (۱۹۱/۲)، من ابواب ابتغاء الرزق، ط: دار الكتب العلمية)

سکتا ہے۔ (۱)

☆شرکت میں ذمہ داری کاروبار کے اثاثوں تک محدود نہیں ہوتی۔ (۲)

شرکت اختیاری

یہ شرکت شرکاء کے اپنے اختیار سے عمل میں آتی ہے، مثال کے طور پر دو شخص مل کر کوئی سامان خریدتے ہیں، یہ سامان مشترکہ طور پر دونوں کی ملکیت ہوتا ہے، اس مشترکہ چیز کے حوالے سے ان دونوں کے درمیان جو تعلق ہوتا ہے، اس کو ''شرکت الملک'' کہتے ہیں، اس شرکت میں ان دونوں کے درمیان جو تعلق ہوا ہے، وہ ان دونوں کی مرضی سے وجود میں آیا ہے، اس لئے اس کو ''شرکت اختیاری'' کہنا

---

(۱) تنفسخ الشركة بفسخ أحد الشريكين) ولو المال عروضا، ولكن يشترط أن يعلم الآخر بفسخه، ولا تنفسخ الشركة مالم يعلم الآخر بفسخ الشريک)۔ (شرح المجلة لسليم رستم باز: (۵٦٧/٢)، المادة: ١٣٥٣، الكتاب العاشر فى أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل الرابع فى بعض الضوابط المتعلقة بعقد الشركة، ط: مكتبه فاروقيه)۔

☐ الدر مع الرد: (٣٢٧/٤، ٣٢٨)، كتاب الشركة، فصل فى الشركة الفاسدة، مطلب: يرجح القياس، ط: سعيد۔

☐ البحر الرائق: (١٨٥/٥)، كتاب الشركة، فصل فى الشركة الفاسدة، ط: سعيد۔

(۲) قال فى أنفع: وبعد ما خلى القاضى سبيله فلصاحب الدين أن يلازمه فى الصحيح ـــــ وله أن يلازمه بنفسه وإخوانه وولده ممن أحب۔ (الشامية: (٣٨٧/٥)، كتاب القضاء، مطلب فى ملازمة المديون، ط: سعيد)

☐ أن الحق لا يسقط بتقادم الزمان۔ (الشامية: (٤٢٠/٥)، كتاب القضاء، فصل فى الحبس، مطلب هل يبقى النهى بعد موت السلطان، ط: سعيد)۔

☐ الأشباه والنظائر: (ص: ٢١٩)، كتاب القضاء والشهادات والدعاوى، ط: قديمى۔

☐ والدين الصحيح هو مالا يسقط إلا بالأداء أو الابراء۔ (الدر المختار مع الرد: (٣٠٢/٥)، كتاب الكفالة، مطلب: كفالة المال قسمان ـــــ إلخ، ط: سعيد)

بھی صحیح ہے۔ (۱)

شرکت اضطراری

یہ شرکت، شرکاء کے کسی عمل کے بغیر خود بخود عمل میں آجاتی ہے، مثلاً کسی شخص کے انتقال کے بعد اس کے تمام ملکیت کی چیزوں میں وارثوں کی مشترکہ ملکیت آجاتی ہے۔ (۲)

شرکتِ اعمال

شراکت کی یہ قسم دو یا دو سے زیادہ فریقوں کے درمیان ہوتی ہے، یہ شراکت ہاتھوں سے کام کرنے والے کاریگروں کے درمیان ہوتی ہے، اس وجہ سے اس کو ''شرکۃ الصنائع'' بھی کہتے ہیں، جیسے: بڑھئی اور لوہار کے درمیان یا لوہار اور لوہار کے درمیان شرکت ہو، اس کو ''شرکت اعمال'' کہتے ہیں۔ اس شرکت کی بھی دو

---

(۱) الحنفية - قالوا: تنقسم الشركة أولاً إلى قسمين شركة ملك وشركة عقود فأما شركة الملك فهي عبارة عن أن يتملك شخصان فأكثر عيناً من غير عقد الشركة ـــ ثم إن شركة الملك تنقسم إلى قسمين شركة جبر وشركة اختيار ـــ وأما شركة الاختيار فهي أن يجتمعا في ملك عين باختيارهما كما إذا خلطا مالهما بالإختيار أو اشتريا عيناً بالاشتراك أو أوصى لهما بمال فقبلاه فإن ذلك كله ملك باختيار الشريكين وركن شركة الملك اجتماع النصيبين فمتى اجتمع نصيب شخص مع نصيب آخر تحققت شركة الملك۔ (الفقه على المذاهب الأربعة: (۳/۳۷)، كتاب أحكام البيوع، مباحث الشركة، تعريفها وأقسامها، ط: مكتبه شان اسلام)۔

مجمع الأنهر: (۲/۵۴۲، ۵۴۳)، كتاب الشركة، ط: دار الكتب العلمية۔

الدر مع الرد: (۴/۳۰۰)، كتاب الشركة، مطلب: الحق أن الدين يملك، ط: سعيد۔

(۲) الشركة الجبرية: هي الاشتراك الحاصل بغير فعل المتشاركين كالإشتراك الحاصل في صورة التوارث۔ (شرح المجلة لسليم رستم باز: (۱/۳۵۷)، المادة: ۱۰۶۴، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب الأول، الفصل الأول في تعريف وتقسيم شركة الملك، ط: مكتبه فاروقيه)۔

فشركة الجبر هي أن يجتمع شخصان فأكثر في ملك عين قهراً كما ورثا مالاً. (الفقه على المذاهب الأربعة: (۳/۳۶)، كتاب احكام البيوع، مباحث الشركة، تعريفها وأقسامها، ط: مكتبه شان اسلام)۔

الدر مع الرد: (۴/۳۰۰)، كتاب الشركة، مطلب: الحق أن الدين يملك، ط: سعيد۔

اقسام ہیں:

① شرکتِ مفاوضہ ② شرکتِ عنان۔ (۱)

شرکت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے قبل شرکت پر معاملہ کیا تھا، سائب نے کہا آپ بہترین شریک تھے، نہ آپ سے کوئی اختلاف ہوتا تھا نہ کوئی جھگڑا نہ لڑائی۔ (۲)

---

(۱) شركة الأعمال: وهي أن يتفق صانعان فأكثر كنجارين أو حدادين أو أحدهما نجار والآخر حداد على أن يشتركا من غير مال على أن يتقبلا الأعمال ويكون الكسب بينهما ... وتنقسم الأبدان إلى قسمين أيضا مفاوضة وعنانا۔ (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: (۶۸/۳) كتاب أحكام البيوع، الشركة، تعريفها وأقسامها، ط: دار إحياء التراث العربي)

☐ وتقبل إن اشترك خياطان أو خياط وصباغ على أن يتقبلا الأعمال ويكون الكسب بينهما ... وتسمى شركة الصنائع وشركة الأعمال وهذه الشركة جائزة عندنا۔

(قوله: وتسمى شركة الصنائع) قال الاتقاني رحمه الله: اعلم أولاً أن شركة الصنائع تسمى "شركة التقبل" و"شركة الأعمال" و"شركة الأبدان"؛ لأن العمل بالبدن يكون، ثم اعلم أنها قد تكون مفاوضة وقد تكون عنانا۔ (تبيين الحقائق مع حشية الشلبي: (۳۲۰/۳، ۳۲۱) كتاب الشركة، ط: امدادیہ ملتان)

☐ تحفة الفقهاء: (۱۱/۳) كتاب الشركة، الشركة بالأعمال، ط: دار الكتب العلمية۔

☐ الدر مع الرد: (۳۲۱/۴) كتاب الشركة، مطلب في شركة التقبل، ط: سعيد۔

(۲) عن السائب، قال للنبي صلى الله عليه وسلم: كنت شريكي في الجاهلية فكنت خير شريك لاتداريني، ولاتماريني۔ (سنن ابن ماجه: (ص: ۱۶۵) أبواب التجارات، باب الشركة والمضاربة، ط: قديمي)

☐ سنن أبي داود: (۳۲۲/۲) رقم الحديث: ۴۸۳۵، كتاب الأدب، باب في كراهية المرء، ط: رحمانيه۔

☐ السنن الكبرى للبيهقي: (۷۸/۶) كتاب الشركة، باب الاشتراك في الأموال والهدايا، ط: إدارة تاليفات اشرفيه۔

شرکت ختم کرنا کاروبار جاری رکھ کر

"کاروبار ختم کیے بغیر شرکت ختم کرنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۶۰/۵)

شرکت صناعہ

شرکت صناعہ: یعنی دو آدمی ہیں، جن کے پاس سرمایہ نہیں ہے، بلکہ مال تیار کرنے کے آلات یا مشینیں موجود ہیں، وہ دونوں مل کر ایسے آلات حرفہ اور مشینوں کے ذریعہ شراکتی کام شروع کرنے کا معاہدہ کرتے ہیں کہ جو بھی نفع ونقصان ہوگا، اس میں دونوں آدمی آدھے آدھے کے اعتبار سے مثلاً، ایک تہائی یا دو تہائی کے اعتبار سے شریک ہوں گے، شریعت کی رو سے یہ کاروبار بھی جائز اور حلال ہے۔ (۱)

شرکتِ عقود

☆ "شرکت عقود" کی چار قسمیں ہیں:

❶ شرکت مفاوضہ۔

❷ شرکت عنان۔

---

(۱) شركة الأعمال عبارة عن عقد الشركة على تقبل الأعمال) كما إذا اتفق خياطان أو خياط وصباغ على تقبل الأعمال (فالأجيران المشتركان يعقدان الشركة على تعهد والتزام العمل الذي يطلب ويكلف من طرف المستأجرين سواء كانا متساويين أو متفاضلين في ضمان العمل۔ (شرح المجله لسليم رستم باز: (۵۷۸/۲)، رقم المادة: ۱۳۸۵، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس في شركة العنان، المبحث الثاني، ط: مكتبه فاروقيه)۔

شركة الأعمال وهي أن يتفق صانعان فأكثر كنجارين أو حدادين أو أحدهما نجار والآخر حداد على أن يشتركا من غير مال أن يتقبلا الأعمال ويكون الكسب بينهما۔ (الفقه على المذاهب الأربعة: (۳/ ۳۸)، كتاب احكام البيوع، مباحث الشركة، تعريفها وأقسامها، ط: مكتبه شان اسلام)۔

شركة الأعمال جائزة بلاخلاف بين أصحابنا، لأن مبناها على الوكالة والوكالة على هذا الوجه جائزة، بأن يؤكل خياط أو قصار وكيلا يتقبل له عمل الخياطة والقصارة۔ (بدائع الصنائع: (۶۴/۶)، كتاب الشركة، وأما بيان شرائط جواز هذه الأنواع، ط: سعيد)

⑫ شرکت صناعہ (شرکتِ تقبّل)۔

⑬ شرکت وجوہ۔ (۱)

☆ شرکتِ عقودیہ وہ شرکت ہے جس میں دوفریق ایک دوسرے کے ساتھ معاہدہ کرکے شریک ہوتے ہیں، اس کی تین قسمیں ہیں:

❶ شرکتِ مال۔

❷ شرکتِ ابدان۔

❸ شرکتِ وجوہ۔

ان میں سے ہرایک قسم کو پھر دوصورتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

❶ شرکۃ المفاوضۃ۔

❷ شرکۃ العنان۔ (۲)

شرکت عنان

شرکت عنان میں مختلف آدمی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مختلف مقدار میں سرمایہ لگاتے ہیں اور کاروبار میں جوبھی نفع اور نقصان ہوتا ہے اس میں تمام شرکاء رقم

---

(۱) وأما شركة العقد___ أربعة أقسام: المفاوضة، والعنان، شركة الوجوه، وشركة التقبل۔ (المبسوط للسرخسي: (۱۱/۱۵۱)، كتاب الشركة، ط: دار المعرفة)۔

الدر المختار مع الرد: (۴/۳۰۵)، كتاب الشركة، مطلب شركة العقد، ط: سعيد۔

الجوهرة النيرة: (۱/۳۴۴)، كتاب الشركة، ط: حقانيه۔

(۲) وشركة العقود أن يقول أحدهما شاركتك في كذا ويقبل الآخر ... ثم شركة العقود على ثلاثة أوجه: شركة بالمال، وشركة بالأعمال، وشركة بالوجوه۔ وكل قسم ينقسم إلى قسمين: مفاوضة، وعنان۔ (تبيين الحقائق: (۳/۳۱۳) كتاب الشركة، ط: امداديه ملتان)

تحفة الفقهاء: (۳/۵) كتاب الشركة، شركة العقود، ط: دار الكتب العلمية۔

بدائع الصنائع: (۶/۵۶) كتاب الشركة، ط: سعيد۔

کے تناسب سے یا معاہدہ کے مطابق مشترکہ طور پر شریک ہوتے ہیں، اس کو شرکت عنان کہتے ہیں۔

مثلاً تین آدمی شراکتی کاروبار کے لئے سرمایہ لگاتے ہیں، ایک کا سرمایہ ایک لاکھ، دوسرے کا سرمایہ دولاکھ، اور تیسرے کا سرمایہ تین لاکھ، کل چھ لاکھ بن گئے، نفع ونقصان رقم کے تناسب سے ایک لاکھ والا چھٹا حصہ، اور دولاکھ والا تہائی حصہ اور تین لاکھ والا نصف حصہ طے کر لیتے ہیں یا رقم کے تفاوت کے باوجود تمام شرکاء نفع ونقصان میں برابر برابر شریک ہونے پر رضا مند ہو جاتے ہیں، شریعت کی رو سے یہ بھی جائز ہے، اور حلال کاروبار ہے۔[1]

شرکتِ عنان کی شرائط

''شرکتِ عنان'' میں شرکتِ مفاوضہ کی طرح کڑی شرطیں نہیں ہیں، مثلاً:

1. فریقین کے سرمایہ کی نسبت مختلف ہو سکتی ہیں۔
2. بچے اور بڑے، بالغ اور نابالغ کے درمیان شراکت ہو سکتی ہے۔

---

(۱) شركة العنان: وهي أن يشترك اثنان في مال لهما على أن يتجرا فيه والربح بينهما، وهي جائزة بالإجماع كما ذكر ابن المنذر۔ (الفقه الاسلامي وأدلته: (۴/۷۹۷)، الفصل الخامس: الشركات، المطلب الأول۔ شركة العنان، ط: دار الفكر)۔

لايشترط في الشريكين شركة العنان أن يكون رأس مالهما متساويا، فيجوز أن يكون رأس مال أحدهما أزيد من رأس مال الآخر۔ ولايكون كل واحد منهما مجبورا على إدخال جميع نقوده في رأس المال بل لهما أن يعقدا الشركة على مجموع مالهما أو على مقدار منه ـــــ أي لا يشترط التساوي في شركة العنان فتصح مع التفاضل في رأس المال بأن يكون لأحدهما ألف وللآخر ألفان، وفي الربح بأن يكون ثلثا الربح لأحدهما وثلثه للآخر، وتصح مع التساوي فيهما أي في رأس المال والربح، وفي أحدهما دون الآخر۔ (شرح المجله لسليم رستم باز: (۲/۵۷۱)، المادة: ۱۳۶۵، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل السادس في شركة العنان، المبحث الأول، ط: مكتبه فاروقيه)

الدر مع الرد: (۴/۳۱۲، ۳۱۱)، كتاب الشركة، مطلب في شركة العنان، ط: سعيد۔

⑭ اس میں تمام شریکوں کا مذہب ایک ہونا ضروری نہیں ہے۔

⑮ مال کی شراکت میں جائیداد کے استعمال اور تصرف کے اختیارات اور کاروبار کے معاملات میں حصہ لینے کی نسبتیں اور شرحیں مختلف ہوسکتی ہیں، سرمایہ کا مساوی اور برابر ہونا ضروری نہیں۔

⑯ منافع کی تقسیم سرمایہ کے تناسب سے نہیں بلکہ آپس میں طے شدہ شرحوں کے مطابق کی جاسکتی ہے۔

⑰ نقصان ہر فریق کے سرمایہ کی نسبت سے ہوگا۔ (۱)

شرکت کا مال چوری سے بیچنا

شرکت کا مال چوری سے بیچنا اور لوگوں کے لئے جان بوجھ کر خریدنا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے خرید لیا تو واپس کرنا ضروری ہے۔ (۲)

---

(۱) (وإما عنان إن تضمنت وكالة فقط) بيان لشرطها (فتصح من أهل التوكيل) كصبي ومعتوه يعقل البيع (وإن لم يكن أهلاً للكفالة) ... (وتصح ... مع التفاضل في المال دون الربح وعكسه، وبعض المال دون بعض ... (والربح على ما شرطا) مع (عدم الخلط) لاستناد الشركة في الربح: إلى العقد لا المال فلم يشترط مساواة واتحاد وخلط۔

(قوله: والربح على ما شرطا) أي من كونه بقدر رأس المال أو لا، ... وقيد بالربح؛ لأن الوضيعة على قدر المال وإن شرطا غير ذلك۔

(قوله: فلم يشترط ... الخ) تفريع على قوله: ومع التفاضل وما عطف عليه۔ (الدر المختار مع الرد: (۳۱۱/۴، ۳۱۲) كتاب الشركة، مطلب في شركة العنان، ط: سعيد۔

☐ (قوله: فتصح من أهل التوكيل) عم الرجال والنساء، والبالغ والصبي المأذون والحر والعبد المأذون له في التجارة، والمسلم والكافر۔ (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: (۵۱۷/۲) كتاب الشركة، ط: دار المعرفة)

☐ الفتاوى الهندية: (۳۱۹/۲) كتاب الشركة، الباب الثالث في شركة العنان، الفصل الأول في تفسيرها وشرائطها وأحكامها، ط: رشيديه۔

(۲) "الحرام ينتقل" قال المحقق في رد المحتار أي: تنتقل حرمته وإن تداولته الأيدي، وتبدلت الأملاك۔ (شامي: (۹۸/۵) باب البيع الفاسد، مطلب: في تعيين الدراهم في العقد الفاسد، ط: سعيد)=

مثال کے طور پر تین بھائی آپس میں شریک ہیں، ان میں سے ایک بھائی باقی دونوں بھائیوں سے چھپا کر کوئی چیز فروخت کر دے اور پیسے اپنے پاس رکھ لے تو یہ شرکت کے مال کو چوری کر کے بیچ رہا ہے، تو ایک شریک کا چوری چھپے اس طرح مال بیچنا اور لوگوں کے لئے جان بوجھ کر اس قسم کا مال خریدنا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے اتفاق سے خرید لیا تو واپس کرنا ضروری ہے، کیونکہ ایسے مال کو لینا، دوسرے آدمی کو فروخت کرنا یا اپنے کام میں لانا جائز نہیں ہے۔

شرکت کا معنی

”شرکت کا معنی حصہ دار بننا اور اس کی دو قسمیں ہیں، شرکۃ الملک، شرکۃ العقد۔“[1]

= ومانقل عن بعض الحنفية من ان الحرام لايتعدى إلى ذمتين، سألت عنه الشهاب ابن الشلبى، فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك، امامن راى المكاس يأخذ من أحد شيئا من المكس، ثم يعطيه اخر، ثم يأخذه من ذلك الاخر، فهو حرام۔ (شامى: (۳۸۵/۶) كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ط: سعيد)

قال ﷺ: من اشترى سرقة، وهو يعلم انها سرقة فقد شرك في عارها واثمها، (فيض القدير: (۵۶۵۴/۱۱) رقم الحديث: (۸۴۴۳) ط: مكتبه نزار مصطفى الباز)

(۱) والشركة، بفتح الشين وكسر الراء، وكسر الشين وإسكان الراء، وفتح الشين وإسكان الراء. وفيه لغة رابعة: شرك، بغير تاء التأنيث. قال تعالى: {ومالهم فيهما من شرك} (سبأ: ۲۲). أي: من نصيب، وجمع الشركة: شرك، بفتح الراء وكسر الشين، يقال: شركته في الأمر أشركه شركة، والاسم الشرك وهو: النصيب. قال صلى الله عليه وسلم: (من أعتق شركا له)، أي: نصيبا وشريك الرجل ومشاركه سواء۔۔۔ وهى على نوعين: شركة الملك۔۔۔۔۔۔ والنوع الثانى: شركة العقد۔ (عمدة القارى: ۱۳/ ۵۶)، كتاب الشركة، ط: دار الكتب العلمية)۔

الشركة فى الأصل نوعان: شركة الأملاك وشركة العقود۔ (بدائع الصنائع: (۵۶/۶)، كتاب الشركة، ط: سعيد)۔

مجمع الأنهر: (۵۴۲/۲)، كتاب الشركة، ط: دار الكتب العلمية۔

شرکت کو فسخ کرنا

عقد شرکت میں ہر فریق کو جب بھی وہ چاہے عقد شرکت کو ختم کرنے کا حق حاصل ہوگا، البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ جو فریق شرکت ختم کرنا چاہتا ہے، وہ دوسرے فریق کو شرکت ختم کرنے کی اطلاع یا نوٹس دے، [1] پھر اس کے بعد شرکت کے سرمایہ کی تقسیم اس طرح کی جائے کہ سب سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ کل اثاثے نقد کی شکل میں ہیں یا سامان کی شکل میں، اگر تمام اثاثے نقد ہیں، اور کچھ منافع بھی حاصل ہوا ہے تو سب سے پہلے فریقین اپنے حصص کے تناسب سے سرمایہ واپس لیں، اس کے بعد منافع تقسیم کرلیں، اور اگر اثاثے نقد کی شکل میں نہیں ہیں تو شرکاء اس اثاثے کو فروخت کرکے نقد بنائیں، پھر اسے باہم تقسیم کرلیں۔ [2]

---

(۱) تنفسخ الشركة بفسخ أحد الشريكين) ولو المال عروضا۔ (ولكن يشترط أن يعلم الآخر بفسخه۔ ولاتنفسخ الشركة مالم يعلم الآخر بفسخ الشريك۔ (شرح المجلة لسليم رستم باز: (۲/۵٦۷)، المادة: ۱۳۵۳، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل الرابع في بعض الضوابط المتعلقة بعقد الشركة، ط: مكتبه فاروقيه)۔

▢ الدر مع الرد: (۳/۳۲۷، ۳۲۸)، كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، مطلب: يرجح القياس، ط: سعيد۔

▢ البحر الرائق: (۵/۱۸۵)، كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، ط: سعيد۔

(۲) يحصل رأس المال أولا ليظهر الربح۔ (المبسوط للسرخسي: (۱۱/۱٦۰)، كتاب الشركة، استحقاق الربح في طريق الشركة، ط: دار المعرفة)۔

▢ مالم يظهر رأس المال لايظهر الربح۔ (الفتاوى الهندية: (۲/۳۰۷)، كتاب الشركة، الباب الأول في بيان أنواع الشركات، الفصل الثالث فيما يصلح أن يكون رأس المال ومالا يصلح، ط: رشيديه)۔

▢ وإذا اقتسما ضرب كل واحد منهما برأس ماله، أو بقيمته يوم يقتسمون؛ لما بينا أن المعتبر قيمة رأس المال وقت القسمة لإظهار الربح؛ فإنه لما لم يصل إلى كل واحد منهما جميع رأس ماله لايظهر الربح ليقتسماه بينهما۔ (المبسوط للسرخسي: (۱۱/۱۷۹)، كتاب الشركة، باب شركة المفاوضة، ط: دار المعرفة)

شرکت کو وقت سے پہلے ختم کرنا

بینک میں مقررہ مدت پوری ہونے سے پہلے شرکت ختم کرنے والے کو اپنا حصہ کم قیمت پر کسی شریک کو فروخت کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔

غرض کہ اپنا حصہ کم قیمت پر بیچنے پر مجبور کرنا، اور نفع بھی حقیقی کے بجائے تخمینی طور پر دینا شریعت کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، اور ایسا معاملہ کرنا بھی ناجائز ہے، ہاں اگر شرکت ختم کرنے والے کو اپنا حصہ کم قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور نہ کیا جائے اور نفع بھی حقیقت کے مطابق دیں تو جائز ہوگا، لیکن بینک والے کبھی بھی شریعت کے مطابق نہیں کریں گے۔[1]

---

(۱) فلو اکره بقتل أو ضرب شديد ـــــ أو حبس ـــــ حتى باع أو اشترى أو أقر أو آجر فسخ) ماعقد، ولا يبطل حق الفسخ بموت أحدهما۔ (الدر مع الرد: (۱۲۹، ۱۳۰/۶)، كتاب الاكراه، ط: سعيد)۔

والذى يظهر أن التراضى لابد منه أيضا، فإنه لايفهم من باعه وباع زيد عبده إلا أنه استبدل به بالتراضى، وأن الأخذ غصبا وإعطاء شيء آخر من غير تراض لايقول فيه: أهل اللغة باعه۔ (فتح القدير: (۲۲۹/۶)، كتاب البيوع، ط: دار الكتب العلمية)۔

الفتاوى الهندية: (۳۶/۵)، كتاب الاكراه، الباب الأول، ط: رشيديه)۔

البحر الرائق: (۳۳۱/۵)، كتاب البيع، ط: رشيديه۔

عن أبى حرة الرقاشى عن عمه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لاتظلموا ألا لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه۔ (مشكاة المصابيح: ص: ۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثانى، ط: قديمى)۔

لا يحل لامرئ من مال أخيه شيء إلا بطيب نفس منه۔ (كنز العمال: (۶۳۸/۱۰)، رقم الحديث: ۳۰۳۳۵، كتاب الغصب من قسم الأقوال، ط: مؤسسة الرسالة)۔

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعى۔ (الشامية: (۶۱/۴)، كتاب الحدود، فصل فى التعزير، ط: سعيد)۔

البحر الرائق: (۴۱/۵)، كتاب الحدود، فصل فى التعزير، ط: سعيد۔

الفتاوى الهندية: (۱۶۷/۲)، كتاب الحدود، الباب السابع فى حد القذف والتعزير، فصل فى التعزير، ط: رشيديه)

شرکت کی برکت کب، ختم ہوتی ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی مدد دو شریکوں کے ساتھ اس
ت تک ہوتی ہے جب تک خیانت نہ کریں، اگر خیانت کریں گے تو ان کی تجارت
ٹادی جائے گی، اور اس میں برکت ختم ہو جائے گی۔ (١)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ کا فرمان یہ ہے کہ میں دو شریکوں کے
رمیان تیسرا شریک ہوں، جب تک ان میں سے کوئی ایک خیانت نہ کرے۔ (٢)

شرکت کے امور میں اللہ تعالیٰ کی شمولیت

شرکت کا کوئی بھی کام ہو، مثلاً تجارت، دکانداری، صنعت اور حرفت وغیرہ
یں شرکت ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کی اعانت اور مدد شامل رہتی ہے، اور اگر شرکاء میں
ے کوئی شریک خیانت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت ختم ہو جاتی ہے، اور جب

---

(١) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يد الله على الشريكين مالم يخن أحدهما صاحبه، فإذا خان أحدهما صاحبه دفعها عنهما. (الترغيب والترهيب: (٣٥٧/٢)، تحت رقم الحديث: ٢٧٨٦، كتاب البيوع، باب الشركة، ط: دار الكتب العلمية).

▭ سنن الدارقطني: (٤٤٢/٣)، رقم الحديث: ٢٩٣٣، كتاب البيوع، ط: مؤسسة الرسالة.

▭ وفي الحديث: يد الله على الشريكين مالم يتخاونا فإذا تخاونا دفع يده عنهما. (إحياء علوم الدين: (٧٦/٢)، كتاب آداب الكسب والمعاش، ط: دار المعرفة).

▭ (إن الله تعالى يقول أنا ثالث الشريكين) بالمعونة وحصول البركة والنماء (ما لم يخن أحدهما صاحبه) بترك أداء الأمانة وعدم التحرز من الخيانة (فإذا خانه) بذلك (خرجت من بينهما) يعني نزعت البركة من مالهما. (فيض القدير للمناوي: (٧١١/٢)، حرف الألف، ط: دار الحديث القاهرة).

(٢) عن أبي حيان التيمي عن أبيه عن أبي هريرة رفعه قال: إن الله تعالى يقول أنا ثالث الشريكين مالم يخن أحدهما صاحبه فإذا خانه خرجت من بينهما. (سنن أبي داود: (١٢٥/٢)، كتاب البيوع، باب الشركة، ط: رحمانيه).

▭ الترغيب والترهيب: (٣٥٦/٢)، رقم الحديث: ٢٧٨٦، كتاب البيوع وغيرها، الترهيب من خيانة أحد الشريكين، ط: دار الكتب العلمية.

▭ مشكاة المصابيح: (ص: ٢٥٤، كتاب البيوع، باب الشركة والوكالة، الفصل الثاني، ط: قديمي.

اللہ تعالیٰ کی اعانت اور نصرت ختم ہوجائے گی تو نقصان اور خسارہ کے سوا اور کیا ہوگا، چنانچہ تجربہ یہی ہے کہ جب شرکاء میں سے کوئی شریک گڑبڑ کرتا ہے تو نفع درکنار اصل سرمایہ تک ڈوب جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دو شریکوں کے درمیان تیسرا میں ہوں، جب تک کہ ان میں سے کوئی خیانت نہ کرے، جب کوئی خیانت کرتا ہے تو میں درمیان سے نکل جاتا ہوں۔[1]

شرکت کے شرائط

کاروباری شرکت درست ہونے کے لیے کچھ شرائط بھی ہیں، ان میں سے اہم شرائط یہ ہیں:

① باہمی رضامندی: یعنی لین دین اور شرکت میں باہمی رضامندی ایک بنیادی شرط ہے۔[2]

---

(۱) عن أبي حيان التيمي عن أبيه عن أبي هريرة رفعه قال: إن الله تعالى قال: أنا ثالث الشريكين مالم يخن أحدهما صاحبه فإذا خانه خرجت من بينهم۔ (سنن أبي داود: (۱۲۵/۲) كتاب البيوع، باب في الشركة، ط: رحمانيه)

مشكاة المصابيح: (ص: ۲۵۳) كتاب البيوع، باب الشركة والوكالة، الفصل الثاني، ط: قديمي۔

السنن الكبرى للبيهقي: (۷۸/٦) كتاب الشركة، باب الأمانة في الشركة وترك الخيانة، ط: إدارة تاليفات اشرفيه۔

(۲) لا خلاف بين الفقهاء في أن حل أموال الناس منوط بالرضا، كقوله تعالى: {يأيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم}، ... واختلفوا في كون الرضا في التصرفات شرطًا أو لا؟ فذهب الحنفية إلى أن الرضا شرط لصحة العقود التي تقبل الفسخ۔ وهو العقود المالية من بيع و إجارة، ونحوها۔ أي أنها لا تصح إلا مع التراضي۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية: (۲۳۳/۲۲) حرف الراء، "رضا" ط: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، الكويت)

أن الأصل في العقود هو التراضي، والشركة عقد يقوم على التراضي۔ (الفقه الإسلامي و أدلته: =

۲ فریقین کا بالغ ہونا: شرکت کا معاہدہ صحیح ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ فریقین بالغ ہوں، کیونکہ نابالغ اور بچے کا معاہدہ معتبر نہیں ہے۔ (۱)

۳ عاقل ہونا: فریقین کا بالغ ہونے کے ساتھ عاقل ہونا بھی ضروری ہے۔ تاکہ وہ کاروباری معاملات کو اچھی طرح سمجھ سکیں، مجنون اور بے عقل کا معاہدہ قابلِ قبول نہیں۔ (۲)

۴ کاروبار کا جائز ہونا: جس کاروبار میں شراکت ہو رہی ہے، وہ کاروبار بھی شریعت میں جائز ہو، حرام اشیاء اور منشیات یا دوسری ناجائز چیزوں کے کاروبار میں شراکت جائز نہیں۔ (۳)

=(۳۹۷/۵) القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، الفصل الخامس: الشركات، المبحث الثاني: شركة المضاربة، شركة التضامن، ط: رشيديه)

☆ الموسوعة الفقهية: (۲۱۹/۳۰، ۲۲۰) حرف العين، "عقد" أركان العقد، الثالث: الرضا والاختيار، ط: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، الكويت۔

(۱، ۲) يتضمن كل قسم من شركة العقد الوكالة... فلذلك كما أن العقل والتمييز شرط في الوكالة يشترط على العموم في الشركة أن يكون الشركاء عاقلين ومميزين أيضا)... (تتضمن شركة العنان الوكالة فقط) لتصح من أهل التوكيل كصبي مأذون بالتجارة و معتوه يعقل البيع وإن لم يكن أهلاً للكفالة، لأنها لا تقتضي الكفالة بل الوكالة... (لكن إذا ذكرت الكفالة حين عقد شركة العنان يكون الشركاء كفلاء بعضهم لبعض) ولكن يشترط حينئذ أن يكون الشركاء بالغين لتصح الكفالة۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۵۶۰/۲، ۵۶۱) المادة: ۱۳۳۳، ۱۳۳۵، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل الثاني، ط: مكتبه فاروقيه)

☆ درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۳۶۶/۳) شرح المادة: ۱۳۳۳، ط: دار الكتب العلمية۔

☆ حاشية الطحطاوي على الدر المختار: (۵۱۷/۲) كتاب الشركة، ط: دار المعرفة۔

(۳) ولكن يشترط في شركة الأعمال أن يجوز العمل شرطين: الشرط الأول: أن يكون حلالاً، فلا تصح الشركة في العمل الحرام كالاشراك في السرقة والغصب والارتشاء۔ (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۳۸۰/۳) المادة: ۱۳۵۹، الكتاب العاشر: الشركات، الباب السادس، الفصل الخامس في شركة الأموال والأعمال، ط: دار الجيل)

☆ أن يكون ذلك العمل حلالاً، فلذلك لو عقد اثنان الشركة على اجراء المحرمات كسرقة الأموال وغصبها أو الغناء لا يصح۔ (درر الحكام شرح مجلة الأحكام (۳۱۱/۳) المادة: ۱۳۸۵، ط: دار الجيل)=

ⓒ فریقین کے نفع کا حصہ پہلے سے متعین ہونا: شراکت درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ فریقین کے نفع کا تعین بھی شراکت سے پہلے طے ہوجائے تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو۔ (۱)

ⓓ نقصان کی ذمہ داری کا بھی تعین ہو: کاروبار میں جس طرح نفع کا امکان ہے اسی طرح اچانک نقصان کا امکان بھی ہے، نقصان ہونے کی صورت میں دونوں فریق اپنے اپنے سرمایہ کی شرح سے نقصان کو برداشت کریں گے۔ (۲)

شرکت کے لئے وقت مقرر کرنا

شرکاء آپس کی رضامندی سے شرکت کی جو مدت مقرر کرنا چاہیں، مقرر

= وزاد في البحر: قيد أن يكون العمل حلالاً، لما في البزازية: لو اشتركا في عمل حرام لم يصح اهـ (شامي: (۳۲۲/۴) كتاب الشركة، مطلب في شركة التقبل، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۱۸۱/۵) كتاب الشركة، ط: سعيد)

(۱) فيشترط للشركة بجميع أنواعها أمران: ... ثانيها: وهو متعلق بالربح أن يكون الربح جزأ شائعا معلوما... فإن كان مجهولاً أو معينا بعدد فإن العقد يفسد... أما الأوّل فلأنّ الجهالة في الربح توجب النزاع۔ (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: (۷۸/۳) مباحث الشركة، شروط الشركة وأحكامها، ط: دار إحياء التراث العربي)

يشترط بيان الوجه الذي سيستقيم فيه الربح بين الشراء، وإذا بقي مبهما ومجهولاً تكون الشركة فاسدة۔ (شرح المجلّة لرستم باز: (۵٦۱/۲) المادة: ۱۳۳٦، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل الثاني، ط: مكتبه فاروقيه)

درر الحكام شرح مجلّة الأحكام: (۳۵۱/۳) المادة: ۱۳۳٦، أيضا، ط: دار الجيل۔

(۲) الضرر والخسارة التي تحصل بلا تعدولا تقصير تقسم في كل حال بنسبة مقدار رؤوس الأموال۔ وإذا شرط خلاف ذلك فلا يعتبر۔ (شرح المجلّة لرستم باز: (۵۷۲/۲) المادة: ۱۳٦۹، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل السادس في شركة العنان، المبحث الأوّل، ط: مكتبه فاروقيه)

مجمع الأنهر: (۵۵۳/۲) كتاب الشركة، ط: دار الكتب العلمية۔

البحر الرائق: (۷۳/۵) كتاب الشركة، ط: سعيد۔

کر سکتے ہیں مثلاً دو سال، تین سال وغیرہ۔[1]

شرکت مال

شرکت مال میں دو یا دو سے زائد افراد معین مال کے ساتھ منافع کمانے کی غرض سے ایک دوسرے کے ساتھ منافع کی نسبت طے کر کے شریک ہوتے ہیں اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

❶ شرکتِ مفاوضہ ❷ شرکتِ عنان[2]

شرکت متناقصہ

تعارف: ہاؤس فنانسنگ کا دوسرا طریقہ شرکت متناقصہ پر مبنی ہے جو مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ہوگا:

❶ سب سے پہلے گاہک اور کمپنی "شرکت ملک" کی بنیاد پر مکان خریدیں گے، جس کے بعد وہ مکان مشترک ہوجائے گا، اور جس فریق نے اس کی خریداری میں جس تناسب سے رقم لگائی ہوگی، اس تناسب سے وہ اس مکان کا مالک ہوگا، لہٰذا

---

(۱) وإن وقتا لذلك (أی للشركة) وقتا بأن قال: ما اشتريت اليوم فهو بيننا صح التوقيت، فما اشتراه بعد اليوم يكون للمشتري خاصة وكذا لو وقت للمضاربة؛ لأنها والشركة توكيل، والوكالة مما يوقت. (شامی: (۳۱۲/۴)، كتاب الشركة، مطلب في توقيت الشركة روايتان، ط: سعيد)۔

مجمع الضمانات: (۲۹۸/۱)، باب في مسائل الشركة، الفصل الثالث في شركة العنان، ط: دار الكتاب الإسلامي)۔

الخانية على هامش الهندية: (۶۱۳/۳)، كتاب الشركة، فصل في شركة العنان، ط: رشيديه)۔

(۲) الشركة بالمال: وهي عبارة عن أن يتفق اثنان فأكثر على أن يدفع كل واحد منهما مبلغا من المال لاستثماره بالعمل فيه ولكل واحد من الشركاء جزء معين من الربح وتنقسم شركة المال إلى قسمين المذكورين (مفاوضة وعنانا)۔ (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: (۶۷/۳) مباحث الشركة، تعريفها وأقسامها، ط: دار إحياء التراث العربي)

بدائع الصنائع: (۵۶/۶) كتاب الشركة، ط: سعيد۔

اگر دونوں فریقوں نے نصف نصف رقم لگائی ہوگی، تو وہ مکان دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہوگا، اور اگر ایک فریق نے ایک تہائی رقم لگائی اور دوسرے فریق نے دو تہائی رقم لگائی تو وہ مکان اسی تناسب سے دونوں کے درمیان مشترک ہوگا۔

۵ پھر کمپنی ماہانہ یا سالانہ کرایہ طے کر کے اپنا حصہ اس گاہک کو کرایہ پر دے دے گی۔

۶ پھر اس مکان میں کمپنی کا جتنا حصہ ہے اس کو چند متعین حصوں میں مثلاً دس برابر حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

۷ اس کے بعد فریقین آپس میں ایک متعین عرصہ (پیریڈ) طے کرلیں گے، (مثلاً چھ ماہ، یا سال کا عرصہ) پھر گاہک ہر پیریڈ میں کمپنی کی کل ملکیت کے ایک حصے کو اس کی قیمت ادا کر کے خرید لے گا، مثلاً اس مکان میں کمپنی کا جو حصہ ہے اس کی قیمت دو لاکھ روپے ہے پھر جب اس کو دس حصوں میں تقسیم کر دیا تو ہر ایک حصے کی قیمت بیس ہزار روپے ہوگی، لہٰذا گاہک ہر چھ ماہ بعد کمپنی کو بیس ہزار روپے ادا کر کے اس کے ایک ایک حصے کا مالک بنتا رہے گا۔

۸ گاہک جس قدر حصے خریدتا رہے گا اسی حساب سے اس کی ملکیت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور کمپنی کی ملکیت اس مکان میں کم ہوتی چلی جائے گی۔

۹ چونکہ گاہک نے کمپنی کا حصہ کرایہ پر لیا ہوا تھا، اس لئے جس قدر وہ کمپنی کے حصے خریدتا رہے گا اسی حساب سے کرایہ بھی کم ہوتا چلا جائے گا، مثلاً اگر کمپنی کے دس حصوں کا کرایہ ایک ہزار روپے طے ہوا تھا، تو گاہک جس قدر حصے خریدے گا، ہر حصے کی خریداری کے بعد ایک سو روپے کرایہ کم ہو جائے گا، لہٰذا ایک حصے کی خریداری کے بعد کرایہ نو سو روپے ہو جائے گا، اور دو حصوں کی خریداری کے بعد کرایہ آٹھ سو روپے ہو جائے گا۔

۳ حتی کہ جب گاہک کمپنی کے دس کے دس حصے خرید لے گا تو وہ پورا مکان گاہک کی ملکیت ہو جائے گا، اور اس طرح یہ شرکت اور کرایہ داری کے دونوں معاملے بیک وقت اپنی انتہاء کو پہنچ جائیں گے۔

بہر حال، ہاؤسنگ فنانسنگ کا مندرجہ بالا طریقہ تین معاملات پر مشتمل ہے:

۱ فریقین کے درمیان شرکت ملک کا قیام۔

۲ کمپنی کے حصے کو گاہک کا کرایہ پر لینا۔

۳ کمپنی کے حصے کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے گاہک کے ہاتھ ایک ایک کر کے فروخت کر دینا۔ (۱)

مزید آگے لکھتے ہیں:

بہر حال، مندرجہ بالا تفصیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ تینوں معاملات یعنی شرکت ملک، اجارہ، اور بیع ان میں سے ہر ایک فی نفسہ جائز ہے، اگر ان معاملات کو مستقل طور پر علیحدہ علیحدہ کیا جائے اور ایک معاملے کے اندر دوسرے معاملے کو شروط نہ کیا جائے تو ان کے جواز میں کوئی غبار نہیں۔ (۲)

شرکت متناقصہ کی اصطلاح قرآن وسنت، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور چاروں اماموں کی فقہ میں موجود نہیں ہے، پندرہویں صدی ہجری کی ابتداء میں بینکاری نظام کو چلانے کے لئے مختلف چیزوں کو ملا کر کھچڑی پکا کر ''شرکت متناقصہ'' کے نام سے ایک نئی شرکت متعارف کرائی گئی ہے۔

اس میں سوال یہ ہے کہ ''شرکت متناقصہ'' کی بنیاد پر بینک اور خریدار کے درمیان جو معاملہ ہوتا ہے وہ معاملہ اصل کے اعتبار سے اجارہ ہوتا ہے، یا بیع یا

---

(۱) اسلام اور جدید معاشی مسائل: (۳/ ۲۹۳، ۲۹۵) ط: ادارۂ اسلامیات)

(۲) اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۳/ ۲۹۷)

شرکت؟، اگر یہ کہا جائے کہ تینوں ہیں، اور مختلف مراحل میں انجام پذیر ہوتے ہیں، تو سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ مختلف عقود حقیقت اور عملی طور پر ایک دوسرے پر موقوف اور آپس میں مشروط ہیں یا نہیں، اگر نہیں تو شرکت متناقصہ کہنا درست نہیں، اور اگر یہ تینوں عقود ایک دوسرے پر موقوف اور مشروط ہیں تو یہ بیع اور شرط ہے، اور ''صفقۃ فی صفقۃ'' ہے، اور یہ شریعت کی رو سے ناجائز ہے۔

لہٰذا شرکت متناقصہ کے طور پر کوئی چیز لینا بھی جائز نہیں ہے۔[1]

شرکت مفاوضۃ

''شرکت مفاوضۃ'' میں مختلف عاقل، بالغ مسلمان آدمی شریک ہو کر کاروبار شروع کرتے ہیں، اور ہر شریک سرمایہ، عمل اور کام کے اوقات برابر برابر لگاتے ہیں، اور نفع اور نقصان میں بھی ہر شریک برابر برابر کے حصہ دار ہوتے ہیں،

---

(۱) ومنها (أی الثنیا) أی یقصد بهذا البیع معاملة أخرى یترقبها فی ضمنه أو معه، لأنه ان فقد المطلوب لم یکن له ان یطالب ولا ان یسکت، ومثل هذا حقیق بأن یکون سببا للخصومة بغیر حق، ولا یقضی فیها بشیء فصل۔ (حجة الله البالغة: (۲/۱۶۹)، البیوع المنهی عنها، ط: دار الجیل، بیروت)۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لاتحل صفقتان فی صفقة۔ (المعجم الأوسط للطبرانی: (۲/۱۶۹)، رقم الحدیث: ۱۶۱۰، باب الألف، من اسمه أحمد، ط: دار الحرمین، القاهره)۔

مجمع الزوائد: (۴/۱۵۱)، رقم الحدیث: ۶۳۸۳، کتاب البیوع، باب ما جاء فی الصفقتین فی صفقة أو الشرط فی البیع، ط: دار الفکر، بیروت)۔

عن عبدالله بن مسعود قال: نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن صفقتین فی صفقة واحدة۔ (مجمع الزوائد: (۴/۱۵۱)، رقم الحدیث: ۶۳۸۲، ط: دار الفکر، بیروت)۔

(ومن باع ثمرة بدا صلاحها أو لا صح ــــ ویقطعها المشتري ــــ وإن شرط تركها على النخل فسد) أي البيع؛ لأنه شرط لا يقتضيه العقد وهو شغل ملك الغير أو نقول إنه صفقة في صفقة؛ لأنه إجارة في بيع إن كان للمنفعة حصة من الثمن أو إعارة في بيع إن لم يكن لها حصة من الثمن وقد {نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صفقة في صفقة۔ (تبیین الحقائق: (۴/۱۲)، کتاب البیوع، فصل یدخل البناء والمفاتیح فی بیع الدار، ط: امدادیہ ملتان)۔

سرمایہ جائز اور حلال کاروبار ہے۔[1]

شرکت مفاوضہ کی شرائط

"مفاوضہ" کے معنی ایک دوسرے کو سپرد کرنا ہے، اس شرکت کو "مفاوضہ" اس لئے کہتے ہیں کہ ایک شریک دوسرے شریک کو اپنا مال سپرد کردیتا ہے،[2] اس میں سرمایہ کا ہونا بھی ضروری ہے، اور نفع میں بھی برابری شرط ہے، اس شرکت کے لئے ذیل کی باتیں ضروری ہیں:

1. ابتداء سے آخر تک دونوں کا سرمایہ برابر ہونا۔
2. ہر شریک کا نفع میں برابر کا حصہ دار ہونا۔
3. ہر شریک کو مال کے خریدنے، بیچنے اور تصرف کرنے اور قرض دینے کا اختیار ہوگا۔
4. اگر کوئی شریک اپنی ذاتی ضرورت کے لئے کوئی چیز خریدے تو اس میں

(۱) (هي أن يشترك الرجلان فيتساويان في مالهما وتصرفهما ودينهما ويكون كل واحد منهما كفيلا عن الآخر في كل ما يلزمه من عهدة ما يشتريه كما أنه وكيل عنه، كذا في فتح القدير فتجوز بين الحرين الكبيرين مسلمين۔ (الفتاوى الهندية: (۳۰۷/۲)، كتاب الشركة، الباب الثاني في المفاوضة، الفصل الأول في تفسيرها وشرائطها، ط: رشيديه)۔

(وهي أربعة ــــ إما مفاوضة ــــ إن تضمنت وكالة وكفالة ــــ وتساويا مالا) تصح به الشركة ــــ (وتصرفا ودينا)۔ (الدر المختار مع الرد: (۳۰۶/۴)، كتاب الشركة، مطلب في شركة المفاوضة، ط: سعيد)۔

(۲) الخانية على هامش الهندية: (۶۱۸/۳)، كتاب الشركة، فصل في شركة المفاوضة، ط: رشيديه)

وسمي هذا النوع من الشركة مفاوضة لاعتبار المساواة فيه في رأس المال والربح والتصرف وغير ذلك على ما ذكر وقيل هي من التفويض لأن كل واحد منهما يفوض التصرف إلى صاحبه على كل حال۔

بدائع الصنائع: (۵۸/۶)، كتاب الشركة، فصل: وأما بيان جواز هذه الأنواع الثلاثة، ط: سعيد)۔

الفقه الإسلامي وأدلته: (۷۹۷/۴، ۷۹۸)، الفصل الخامس: الشركات، المطلب الأول- شركة المفاوضة، ط: دار الفكر، بيروت۔

فقه السنة: (۲۰۳/۳)، الشركة، ط: الفتح للإعلام العربي۔

دوسرے شریک کو کچھ کہنے کا حق نہیں، لیکن اگر یہ چیزیں اس نے ادھار لی ہیں تو دکاندار کو دوسرے شرکاء سے تقاضا کرنے کا حق ہوگا۔

⑨ اس شرکت میں شرکاء ایک دوسرے کے وکیل، امین اور کفیل ہوتے ہیں۔

⑩ یہ شرکت صرف مسلمانوں، بالغوں میں ہی ہوسکتی ہے، ہاں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک غیر مسلم کے ساتھ بھی جائز ہے۔(۱)

---

(۱) واما بیان شرائط جواز هذه الانواع فلجوازها شرائط بعضها يعم الانواع كلها، و بعضها يخص البعض دون البعض۔

وأما شرائط العامة فأنواع: منها اهلية الوكالة؛ لأنّ الوكالة لازمة في الكل۔ ومنها أن يكون الربح معلوم القدر، ومنها أن يكون الربح جزءا شائعا في الجملة لا معينا۔

وأمّا الّذي يخص البعض دون البعض فيختلف، اما الشركة بالأموال فلها شروط:

منها أن يكون رأس المال من الأثمان المطلقة وهي الّتي لا تتعين بالتعيين في المفاوضات على كل حال وهي الدراهم والدنانير عنانا كانت الشركة أو مفاوضة عند عامة العلماء۔

ومنها أن يكون مال الشركة عينا حاضرًا لا دينا ولا مالا غائبا، فإن كان لا تجوز عنانًا كانت أو مفاوضة؛ لأنّ المقصود من الشركة الربح، وذلك بواسطة التصرف، ولا يمكن في الدين ولا المال الغائب، فلا يحصل المقصود۔

ومنها ما هو مختصة بالمفاوضة وهو أن يكون لكل من الشريكين أهلية الكفالة بأن يكونا حرين عاقلين۔

ومنها: المساواة رأس المال قدرًا وهي شرط صحة المفاوضة بلا خلاف

ومنها أن لا يكون لأحد المتفاوضين ما تصح فيه الشركة ولا يدخل في الشركة۔

ومنها: المساواة في الربح في المفاوضة، فإن شرطا التفاضل في الربح لم تكن مفاوضة لعدم المساواة۔

ومنها: العموم في المفاوضة وهو أن يكون في جميع التجارات ولا يختص أحدهما بتجارة دون شريكه لما في الاختصاص من إبطال معنى المفاوضة وهو المساواة۔

ومنها: لفظ المفاوضة في شركة المفاوضة، كذا روى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله انه لا تصح شركة المفاوضة الا بلفظ المفاوضة وهو قول أبي يوسف ومحمد رحمهما الله (بدائع الصنائع: (۶/ ۵۸۔۶۱) كتاب الشركة، فصل: وأما بيان شرائط جواز هذه الأنواع، ط: سعيد)=

شرکت ملک

وراثت، وصیت، ھبہ، وقف، اور عطیہ کے طور پر جو املاک، جائیداد کاروبار، مکانات اور دکانیں وغیرہ مختلف افراد کو ملی ہوں، وہ تمام افراد ان چیزوں میں شریعت کے قانون کے مطابق شریک ہوں گے، اس شرکت کو شرکت ملک کہتے

ولاتصح شركة المفاوضة في الأموال حتى يكون كل واحد من الشريكين من أهل الكفالة نحو أن يكونا حرين، عاقلين، بالغين، متفقين في الدين ... الخ۔ (الفتاوى السراجية: (ص: ۳٦۸)، كتاب الشركة، باب شركة المفاوضة، ط: دار الكتب العلمية، بيروت۔

الهندية: (۳۰۷/۲)، كتاب الشركة، الباب الثاني في المفاوضة، الفصل الأول في تفسيرها وشرائطها، ط: رشيديه)۔

إذا فقد شرط من الشروط المذكورة في هذا الفصل على الوجه المار تنقلب المفاوضة عنانا، مثلا إذا دخل إلى يد واحد من المفاوضين في شركة الأموال مال بالارث أو بطريق الهبة، فإذا كان يصلح رأس مال للشركة كالنقود تنقلب المفاوضة عنانا لكن إذا كان الزائد على رأس المال كالعروض والعقار، فلايضر بالمفاوضة۔ (شرح المجلة للاتاسي: (۲۹۰/۴) المادة: ۱۳٦۴، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل الخامس، ط: رشيديه)۔

وفي الهندية عن السراجية: لو استفاد احد المتفاوضين مالايجوز عليه عقد الشركة بارث أو هبة أو وصية أو نحو ذلك ووصل إليه، بطلت المفاوضة وصارت شركتهما عنانا۔ (شرح المجلة للاتاسي: (۲۸۷/۴)، شرح المادة: ۱۳۵۸، ط: رشيديه)۔

وكل موضع لم تصح المفاوضة لفقد شرطها، ولايشترط ذلك في العنان كان عنانا، كما مر لاستجماع شرائطه۔ الدر المختار۔ قوله: لاستجماع شرائطه أي شرائط العنان۔ (الدر مع الرد: (۴/ ۳۰۷) كتاب الشركة، مطلب في شركة المفاوضة، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۱۷۱/۵)، كتاب الشركة، ط: رشيديه۔

أما شركة المفاوضة فهي أن يشترك الرجلان فيتساويان في مالهما وتصرفهما ودينهما... فيجوز بين الحرين الكبيرين مسلمين أو ذميين) لتحقق التساوي... (ولايجوز بين الحر والمملوك ولا بين الصبي والبالغ... ولا بين المسلم والكافر) وهذا قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى وقال أبو يوسف رحمه الله يجوز للتساوي بينهما في الوكالة والكفالة۔ (الهداية: ۳/ ۲۰٦)، كتاب الشركة، ط: رحمانيه)۔

الدر مع الرد: (۳۰٦/۴)، كتاب الشركة، مطلب في شركة المفاوضة، ط: سعيد)۔

ہیں۔[1]

شرکتِ ملک

شرکتِ ملک: یہ وہ شرکت ہے جس میں دو یا دو سے زائد افراد کسی چیز یا جائیداد میں ملکیت کے حقوق رکھتے ہوں، اور ملکیت کے حقوق کی بنا پر شریک ہوئے ہوں، یہ شرکت دو طرح سے ہوسکتی ہے، پہلی قسم جبری شرکت یعنی جس میں انسان کا اپنا اختیار نہیں ہوتا اور وہ دوسرے کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔

دوسری قسم اختیاری شرکت: جس میں ایک فریق دوسرے فریق کے ساتھ اپنے اختیار اور اپنی مرضی سے شریک ہوتا ہے۔[2]

شرکت میں جبری فسخ

"جبری فسخ" عنوان کے تحت دیکھیں۔(۹۹/۳)

---

(۱) شركة الملک هی کون الشیئ مشترکا بین اکثر من واحد أی: مخصوصا بهم بسبب من أسباب التملک کالاشتراء والاتهاب وقبول الوصیة والتوارث۔ (شرح المجله لسلیم رستم باز: (۱/ ۴۷۴)، رقم المادة: ۱۰۶۰، الکتاب العاشر فی أنواع الشرکات، الباب الأول: الفصل الأول فی تعریف وتقسیم شرکة الملک، ط: مکتبه فاروقیه)۔

▭ فشرکة الملک أن یشترک رجلان فی ملک مال، وذلک نوعان: ثابت بغیر فعلهما کالمیراث وثابت بفعلهما وذلک بقبول الشراء، أو الصدقة أو الوصیة۔ (المبسوط للسرخسی: (۱۱/ ۱۵۱)، کتاب الشرکة، ط: دار المعرفة)۔

▭ الدر مع الرد: (۴/ ۲۹۹، ۳۰۰)، کتاب الشرکة، ط: سعید۔

(۲) الحنفیة قالوا: ... فأما شرکة الملک فهي عبارة عن أن یتملک شخصان فأکثر عینا من غیر عقد الشرکة... ثم إن شرکة الملک تنقسم إلی قسمین شرکة جبری وشرکة اختیار، فشرکة الجبر: هي أن یجتمع شخصان فأکثر في ملک عین قهرا کما إذا ورثا مالا أو اختلط مال أحدهما بمال الآخر قهرا بحیث لا یمکن تمییزها مطلقا ... وأما شرکة الاختیار: فهي أن یجتمعا في ملک عین باختارهما کما إذا خلطا مالهما بالاختیار أو اشتریا عینا بالاشتراک۔ (کتاب الفقه علی المذاهب الأربعة: (۳/ ۶۳) مباحث الشرکة، تعریفها وأقسامها، ط: دار إحیاء التراث العربي)

▭ الدر المختار مع الرد: (۴/ ۳۰۰) کتاب الشرکة، مطلب الحق أن الدین یملک، ط: سعید۔

▭ مجمع الأنهر: (۲/ ۵۴۲، ۵۴۳) کتاب الشرکة، ط: دار الکتب العلمیة۔

شرکت میں شرط فاسد

☆شرکت مفاوضہ میں شرط فاسد رکھنے کی وجہ سے شرکت فاسد ہو جاتی ہے اور وہ شرکت عنان میں بدل جاتی ہے۔

اور شرکت عنان میں شرط فاسد سے شرکت فاسد نہیں ہوتی بلکہ شرط فاسد ہی خود باطل ہو جاتی ہے۔

☆مثلاً دو یا متعدد شرکاء مل کر کاروبار کرتے ہیں، اگر ایک شریک نے یہ شرط رکھی کہ وہ محنت اور کام نہیں کرے گا، دوسرے شرکاء محنت اور کام کے پابند ہوں گے تو یہ شرکت، مفاوضہ ہونے کی صورت میں شرکت عنان میں بدل جائے گی۔

اور شرکت عنان ہونے کی صورت میں یہ شرط باطل ہو جائے گی، اور شرکت عنان باقی رہے گی، اور ہر شریک "رأس المال" یعنی اپنے سرمایہ کے بقدر نفع میں شریک ہوگا، اور کام کرنے والے یا زیادہ کام کرنے والے کے لیے زیادہ نفع کی شرط رکھنا صحیح ہوگا، البتہ اگر کسی ایک شریک پر کام کرنے کی شرط نہ ہو بلکہ احسان اور تبرع کے طور پر ایک شریک کام کر رہا ہو تو کام نہ کرنے والے کے لیے بھی زیادہ نفع کی شرط رکھنا جائز ہوگا۔ (1)

---

(1) وأما العمل في الشركة فمن الجانبين فلو شرط خلوص اليد لأحدهما لم تنعقد الشركة لانتفاء شرطها وهو العمل منهما۔ (درر الحكام شرح غرر الأفكار (۲/ ۳۱۱)، كتاب المضاربة، شروط المضاربة، ط: دار احياء الكتب العربية)۔

(قوله: وإن شرطاه على أحدهما . . .) في الدرر من كتاب المضاربة . . . وأما العمل في الشركة فمن الجانبين فلو شرط خلوص اليد لأحدهما لم تنعقد الشركة لانتفاء شرطها وهو العمل منهما اهـ فظاهر ماهنا ينافي مانقله المحشي ويقال في دفع المنافاة أن شرط العمل منهما شرط لتحقق الشركة، وإذا شرط على أحدهما تكون مضاربة أو بضاعة على ماذكره المحشي تأمل۔ (تقريرات الرافعي على حاشية ابن عابدين: (۴/ ۳۰۷، ۱۷)، كتاب الشركة، ط: سعيد)۔

(قوله: ومع التفاضل في المال دون الربح) أي بأن يكون لأحدهما ألف وللآخر ألفان مثلا واشترطا التساوي في الربح، وقوله وعكسه: أي بأن يتساوى المالان ويتفاضلا في الربح، لكن هذا مقيد =

=بأن يشترط الأكثر للعامل منهما أو لأكثرهما عملاً، أما لو شرطاه للقاعد أو لأقلهما عملاً فلا يجوز كما في البحر عن الزيلعي والكمال.

قلت: والظاهر أن هذا محمول على ما إذا كان العمل مشروطاً على أحدهما.

وفي النهر: اعلم أنهما إذا شرطا العمل عليهما إن تساويا مالاً وتفاوتا ربحاً جاز عند علمائنا الثلاثة خلافاً لزفر والربح بينهما على ما شرطا وإن عمل أحدهما فقط؛ وإن شرطاه على أحدهما، فإن شرطا الربح بينهما بقدر رأس مالهما جاز، ويكون مال الذي لا عمل له بضاعة عند العامل له ربحه وعليه وضيعته، وإن شرطا الربح للعامل أكثر من رأس ماله جاز أيضاً على الشرط ويكون مال الدافع عند العامل مضاربة، ولو شرطا الربح للدافع أكثر من رأس ماله لا يصح الشرط ويكون مال الدافع عند العامل بضاعة لكل واحد منهما ربح ماله والوضيعة بينهما على قدر رأس مالهما أبداً اهـ هذا حاصل ما في العناية اهـ ما في النهر.

قلت: وحاصل ذلك كله أنه إذا تفاضلا في الربح، فإن شرطا العمل عليهما سوية جاز: ولو تبرع أحدهما بالعمل وكذا لو شرطا العمل على أحدهما وكان الربح للعامل بقدر رأس ماله أو أكثر ولو كان الأكثر لغير العامل أو لأقلهما عملاً لا يصح وله ربح ماله فقط، وهذا إذا كان العمل مشروطاً كما يفيده قوله إذا شرطا العمل عليهما إلخ فلا ينافي ما ذكره الزيلعي في كتاب المضاربة من أنه إذا أراد رب المال أن يجعل المال مضموناً على المضارب أقرضه كله إلا درهماً منه وسلمه إليه وعقد شركة العنان ثم يدفع إليه الدرهم ويعمل فيه المستقرض، فإن ربح كان بينهما على ما شرطا، وإن هلك هلك عليه اهـ ورأيت مثله في آخر مبسوط السرخسي.

ووجه عدم المنافاة أن العمل هنا لم يشرط على أحد في عقد الشركة بل تبرع به المستقرض، فيجوز لصاحب الدرهم الواحد أن يأخذ من الربح بقدر ما شرط من نصف أو أكثر أو أقل وإن لم يكن عاملاً، ويؤيد هذا التوفيق ما ذكره في البحر قبيل كتاب الكفالة في بحث ما لا يبطل بالشرط الفاسد، حيث قال ما نصه: قوله والشركة بأن قال شاركتك على أن تهديني كذا، ومن هذا القبيل ما في شركة البزازية لو شرطا العمل على أكثرهما مالاً والربح بينهما نصفين لم يجز الشرط والربح بينهما أثلاثاً. اهـ. (فتاوى شامي: (۴/۳۱۲)، كتاب الشركة، مطلب في توقيت الشركة روايتان، ط: سعيد)۔

لو شرط العمل على أحد المتفاوضين. بطلت هكذا في التهذيب. (الفتاوى الهندية: (۲/۳۵۰)، كتاب الشركة، الباب السادس في المتفرقات، ط: رشيديه)۔

وتصح أي شركة العنان في نوع من التجارات كالبر ونحوه أو في عمومها أي في عموم التجارات وببعض مال كل منهما وبكله أي وبكل مال كل منهما لعدم اشتراط التساوي

(و) تصح مع التفاضل في رأس المال بأن يكون لأحدهما ألف وللآخر ألفان مثلاً والربح بأن يكون ثلثا الربح لأحدهما وثلثه للآخر ۔ وتصح مع التساوي فيهما أي في رأس المال والربح وفي أحدهما دون الآخر أي التساوي في رأس المال والتفاضل في الربح وعكسه عند عملهما وتصح مع زيادة الربح للعامل عند عمل أحدهما)=

☆ یا یوں شرط رکھی گئی کہ ایک شریک کو ماہانہ اتنی رقم متعین کر کے مثلاً دو [ہزار] روپے ہر صورت میں ملتے رہیں گے، خواہ منافع کم ہو یا زیادہ، منافع ہو یا نہ ہو، تو [یہ شر]ط فاسد ہے، اس طرح شرط رکھنے سے شرکت کا معاملہ فاسد ہو جاتا ہے اور سود [بھی د]اخل ہو جاتا ہے۔ (۱)

☆ یا ایک شریک نے یوں شرط رکھ دی کہ منافع میں سے تو نفع و نقصان کی [برابر]ی پر آدھا آدھا ہر شریک کو ملے گا، لیکن اس کا اصل سرمایہ اس کو ہر حال میں واپس [کرن]ا ضروری ہے، یہ شرط بھی فاسد ہے، اور یہ شرط خود باطل ہو جائے گی اور شرکت [ف]اسد نہیں ہو گی۔ (۲)

= (قال زفر ومالك والشافعي لا تصح المساواة في المال والتفاضل في الربح وعكسه لأن الربح فرع المال ليكون بقدر الشركة في الأصل ولنا قوله عليه الصلاة والسلام الربح على ما شرطا والوضيعة على قدر المالين مطلقا بلا فصل۔

(وفي البحر ثم المسألة على ثلاثة أوجه الأول أن يشترطا العمل عليهما والربح بينهما نصفين والوضيعة على قدر رأس المال فإن عمل أحدهما دون الآخر فالربح بينهما على ما شرطا وإن شرطا العمل على أكثرهما ربحا جاز وإن شرطاه على أقلهما ربحا خاصة لا يجوز الربح بينهما وعلى قدر رأس مالهما، (والثاني) وإن شرطاه للقاعد أو لأقلهما عملا فلا يجوز۔ (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر: (۱/ ۷۲۱)، كتاب الشركة، شركة العنان، ط: دار احياء التراث العربي)۔

(۱) (شرط جواز هذه الشركات ـــــ أن يكون الربح جزءا شائعا في الجملة لا معينا فإن عينا عشرة أو مائة أو نحو ذلك كانت الشركة فاسدة۔ (الفتاوى الهندية: (۲/ ۳۰۱، ۳۰۲)، كتاب الشركة، الباب الأول في بيان أنواع الشركة ـــــ إلخ، ط: رشيديه)۔

(وشرطها) أي شركة العقد ـــــ وعدم ما يقطعها كشرط دراهم مسماة من الربح لأحدهما لأنه قد [لا ي]ربح غير المسمى۔ (الدر المختار مع الرد: (۴/ ۳۰۵)، كتاب الشركة، ط: سعيد)۔

(ولا تجوز الشركة إذا شرط لأحدهما دراهم مسماة من الربح) قال ابن المنذر: لا خلاف في هذا [بين] أحد من أهل العلم۔ (فتح القدير: (۶/ ۱۷۰)، كتاب الشركة، فصل: ولا تنعقد الشركة إلا بالدراهم والدنانير ـــــ إلخ، ط: دار الكتب العلمية)۔

(۲) (الضرر والخسارة التي تحصل بلا تعد ولا تقصير تقسم في كل حال بنسبة مقدار رءوس الأموال، وإذا شرط خلاف ذلك فلا يعتبر۔

قال العلامة علي حيدر: أي أن شرط تقسيم الوضيعة والخسارة على وجه آخر باطل حيث قد ورد =

شرکت میں نقصان ایک شریک پر ڈالنا

اگر دو یا زیادہ آدمیوں نے پیسے ملا کر کاروبار شروع کیا ہے تو یہ شرکت ہے، اگر نفع ہوگا تو تمام شرکاء رقم کے تناسب سے یا معاہدہ کے مطابق نفع میں شریک ہوں گے، اور اگر نقصان ہوگا تو اصل رقم کے تناسب سے تمام شرکاء شریک ہوں گے، پورا نقصان صرف ایک شریک پر ڈالنا درست نہیں۔ (۱)

شرکت وجوہ

شرکت وجوہ: یعنی جب کاروباری لوگوں کے پاس سرمایہ اور آلات یا مشینیں نہیں، اور آپس میں شراکتی معاملہ کرنے کے لئے کوئی اسباب بھی نہیں، البتہ

= في الحديث الشريف: الربح على ما شرطا والوضيعة على قدر المالين} (مجمع الأنهر) من غير فصل بين التساوي والتفاضل (الدر المنتقى). مثلاإذا كان رأس مال الشريكين متساويا وشرط أن يكون ثلثا الضرر والخسارة على أحدهما وثلثه على الآخر فالشرط فاسد والشركة صحيحة لأن الشركة لاتفسد بالشروط الفاسدة ويقسم الضرر والخسارة مناصفة۔ (درر الحكام شرح مجلة الأحكام لعلى حيدر: (۳/۳۸۹)، رقم المادة: ۱۳۶۹، الكتاب العاشر الشركات، الباب السادس، الفصل السادس في شركة العنان، المبحث الأول، ط: دار الجيل)۔

منحة الخالق على البحر الرائق: (۵/۱۷۵)، كتاب الشركة، ط: سعيد۔

(۱) وإن شرطا أن يكون الربح والوضيعة بينهما نصفين، فشرط الوضيعة بصفة فاسد، ولكن بهذا لاتبطل الشركة؛ لأن الشركة لاتبطل بالشروط الفاسدة، وإن وضعا، فالوضيعة على قدر رأس مالهما۔ (الفتاوى التاتارخانية: (۵/٦۵۵) كتاب الشركة، الفصل الرابع في العنان، ط: إدارة القرآن)

الربح على ما شرطا، والوضيعة على قدر المالين۔ (فتح القدير: (٦/۱۷۷) كتاب الشركة، فصل ولاتفقد الشرط، ط: مصطفى البابي الحلبي مصر)

وإن شرط الوضيعة والربح نصفان، فشرط الوضيعة نصفان فاسد؛ لأن الوضيعة هلاك جزء من مال، فكان صاحب الالفين شرط ضمان شيئ مما هلك من ماله على صاحبه، وشرط الضمان على الآخر فاسد، ولكن بهذا لاتبطل الشركة، حتى لو عملا وربحا فالربح بينهما على ما شرط، فالشركة مما لاتبطل بالشروط الفاسدة۔ (المحيط البرهاني: (٦/۳۰۱) كتاب الشركة، الفصل الرابع في العنان، نوع منه في شرط الربح والوضيعة وهلاك المال، ط: مكتبه غفارية)

کاروباری مہارت اور معاشرہ اور تاجر برادری میں ذاتی وجاہت کی بنیاد پر دوسرے دکانداراور تاجروں سے مال ادھار لے کر شراکتی کاروبار شروع کرتے ہیں، اور ادھار مال پر کاروبار کے ذریعہ جو بھی نفع اور نقصان ہو اس میں سب شریک برابر برابر یا فیصد کے اعتبار سے شریک ہوتے ہیں، تو یہ شریعت کی رو سے جائز اور حلال کاروبار ہے، اور اسے شرکتِ وجوہ کہتے ہیں۔(۱)

شرک وبدعت پر مشتمل کتب

جن کتابوں میں اہل بدعت کے عقائد اور نظریات لکھے گئے ہوں، یا جن کتابوں میں جمہور اہل سنت والجماعت کے عقائد ونظریات کے خلاف مضامین ہوں، ان کی خرید وفروخت کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ جن کتابوں میں ناجائز یا غلط مسائل درج ہوں، اور مسلمانوں کے لئے ان کتابوں کی اشاعت گناہوں یا بدعات کی ترویج کا باعث ہو، یا عام مسلمانوں کے لئے تردد کا باعث اور پریشانی کا سبب ہو، ان کتابوں کی عام طور پر خرید وفروخت کرنا مکروہ ہے، اس سے بچنا چاہیئے۔

اور اگر ان کتابوں کی فروخت اور اشاعت سے باطل مذہب، بدعتیوں اور

---

(۱) شركة الوجوه: وهي أن يشترك اثنان ليس لهما مال ولكن لهما وجاهة عند الناس توجب الثقة بهما على أن يشتريا تجارة بثمن مؤجل وما يربحانه بينهما۔ (الفقه على المذاهب الأربعة: (۳/ ۳۹)، كتاب احكام البيوع، مباحث الشركة، تعريفها وأقسامها، ط: مكتبه شان اسلام)۔

☐ (وهي) أي شركة الوجوه (أن يشتركا ولا مال لهما على أن يشتريا بوجوههما) أي ليشتريا بلا نقد الثمن بسبب وجاهتهما وأمانتهما عند الناس ـــــ (ويبيعا والربح بينهما) أي بايعان فما حصل بالبيع يدفعان منه ما وجب عليهما بالشراء وما فضل يكون بينهما۔ (مجمع الأنهر: ۲/ ۵۶۲)، كتاب الشركة، ط: دار الكتب العلمية)۔

☐ وأما شركة الوجوه ـــــ وهو أن يشترك الرجلان ولا مال لهما على أن يشتريا بوجوههما) أي بوجاهتهما وأمانتهما عند الناس، صحيحة عندنا۔ (العناية شرح الهداية: (۶/ ۱۷۶)، كتاب الشركة، ط: دار الكتب العلمية)۔

دین دشمنوں کی تائید ہوتی ہو، اور دین حق اور مذہب حق کا ابطال ہوتا ہو، تو پھر ایسی کتابوں کی عام طور پر خرید وفروخت کرنا گناہ اور ناجائز ہے، اس سے بچنا لازم ہے، البتہ ایسا شخص جو کسی صحیح غرض سے ان کتابوں کو خریدتا ہے، مثلاً اس غرض سے کہ اہل باطل کے مقابلہ کے لئے ان کتابوں ہی سے استدلال کرے یا کسی اور صحیح مقصد سے خریدتا ہے تو اس کے ہاتھ ان کتابوں کو فروخت کرنا جائز ہوگا۔ (۱)

---

(۱) قال الله تعالى: ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم۔ سورة لقمان: ٦۔

وقال الضحاک فی قوله تعالى: ومن الناس۔۔۔ إلخ" قال: يعني الشرک۔۔۔ واختار ابن جرير أنه كل كلام يصد عن آيات الله واتباع سبيله۔ (تفسير ابن كثير: (١١٠/٥)، سورة لقمان: ٦، ط: رشيديه)۔

واستدل بعضهم بالآية على القول بأن لهو الحديث الكتب التي اشتراها النضر بن الحرث على حرمة مطالعة كتب تواريخ الفرس القديمة وسماع ما فيها وقراءته وفيه بحث ولا يخفى أن فيها من الكذب ما فيها فالإشتغال بها لغير غرض ديني خوض في الباطل. (روح المعاني: (١٠٧/٢١)، سورة لقمان: ٦، ط: رشيديه)۔

إذا أصاب المسلمون غنائم، وكان فيما أصابوا مصحف فيه شيء من كتب اليهود والنصارى لا يدري أن فيه توراة أو زبورا أو إنجيلا أو كفرا، فإنه لا ينبغي للإمام أن يقسم ذلك في مغانم المسلمين۔۔۔ وإن أراد الإمام بيعه من رجل مسلم، فإن كان الذي يريد شراءه ممن يخاف عليه أن يبيعه من المشركين رغبة منه في المال يكره بيعه منه وإن كان موثوقا به، ويعلم أنه لا يبيعه من المشركين، فلا بأس ببيعه منه. قال مشايخنا رحمهم الله تعالى والجواب في بيع كتب الكلام على هذا التفصيل إن كان الذي يريد شراءها ممن يخاف عليه الإضلال والفتنة يكره للإمام أن يبيعها منه وإن كان موثوقا به لا يخاف عليه الإضلال والفتنة لا يكره بيعها منه۔ (الفتاوى الهندية: (٢١٥/٢)، كتاب السير، الفصل الثانی فی كيفية القسمة، ط: رشيديه)۔

وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم۔۔۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الدال على الخير كفاعله۔۔۔ في الصحيح: من دعا إلى هدي كان له من الأجر مثل أجور من اتبعه إلى يوم القيامة لا ينقص ذلك من أجورهم شيئا، ومن دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من اتبعه إلى يوم القيامة۔ (تفسير ابن كثير: ٢/ ٣٥٣، ٣٥٤)، سورة المائدة: ٢، ط: رشيديه)۔

احسن الفتاوی: (٥٣١/٦)، کتاب البیوع، باب البيع الفاسد والباطل، عنوان: مذاہب باطلہ کی کتب بیچنا جائز نہیں۔ ط: سعید۔

شریعت کا حکم ماننا ضروری ہے

(۲۷۵) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا تمام مسلمانوں پر لازم ہے، اس کا خلاف کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے، وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کا آپس میں جھگڑا ہو گیا، یہودی نے مسلمان سے کہا کہ چلو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا فیصلہ کرا لیتے ہیں، چنانچہ وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کو حق پر پا کر اس کے حق میں فیصلہ دے دیا، بعد میں مسلمان کہنے لگا کہ چلو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی فیصلہ کروالیں، اس کا خیال تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے حق میں بہت پر جوش ہیں، لہٰذا وہ شاید میرے ہی حق میں فیصلہ دے دیں، چنانچہ دونوں ان کے پاس گئے، اور مقدمہ پیش کر چکے، تو یہودی نے یہ بات بھی بتادی کہ ہم آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے فیصلہ کروا چکے ہیں، اور انہوں نے میرے حق میں فیصلہ دے دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر کہنے لگے کہ میں ابھی اس مقدمہ کا فیصلہ کر دیتا ہوں وہ اندر گئے اور تلوار لا کر اس مسلمان کو قتل کر دیا، جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے خلاف (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کی عدالت میں اپیل کرنے کی جسارت کی تھی، پھر جب مقتول کے وارثوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں قصاص کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرما کر وارثوں کے قتال کے مطالبہ کو رد کر دیا۔(۱)

---

(۱) {فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم}۔ [النساء: ۶۵]

قال ابن أبي حاتم: حدثنا یونس بن عبد الأعلی قراءة أخبرنا ابن وهاب وأخبرني عبد اللہ من لهيعة عن أبي الأسود قال: اختصم رجلان إلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقضی بینهما، فقال المقضی علیه: رُدَّنا إلی عمر بن الخطاب، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نعم، انطلقا إلیه، فلما أتیا إلیه، فقال الرجل: یا ابن الخطاب قضی لي رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علی هذا۔ فقال: رُدَّنا إلی عمر بن الخطاب، =

شریک کو ملازم رکھنا

☆شریک کو ملازم رکھنا جائز نہیں، اگر شریک کو ملازم رکھا، اور اس نے کام کیا تو وہ اجرت کا حق دار نہیں ہوگا، کیونکہ یوں کہا جائے گا کہ اس نے اپنی ذات کے لئے کام کیا ہے، اور نفع کا حق دار بنا ہے، لہٰذا اجرت کا مستحق نہیں ہوگا۔

نیز یہ کہ شریک مالک ہوتا ہے، ملازم مالک نہیں ہوتا، لہٰذا شریک کو ملازم بنانے کی صورت میں مالک کو ملازم اور ملازم کو مالک بنانا لازم آئے گا، اور یہ بہت سارے لوگوں سے مخفی رہا، اس لئے احناف کے مسلک سے نکل کر دوسرے مذاہب کا سہارا لینے کی کوشش کی۔

آج کل بینک اور کمپنی والے بھی احناف کے مسلک پر عمل نہیں کرتے حالانکہ خود حنفی ہیں۔

☆اسی طرح مضارب کو بھی ملازم رکھنا جائز نہیں۔ (۱)

= فردنا إليک، فقال: أكذالک؟ قال: نعم، فقال عمر: مكانكما حتى أخرج إليكما فأقضي بينكما، فخرج إليهما مشتملاً على سيفه فضرب الّذي قال: ردّنا إلى عمر فقتله، وأدبر الآخر فأتى إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! قتل عمر والله صاحبي، ولو لا أني أعجزته لقتلني، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ما كنت أظن أن يجترئ عمر على قتل مؤمن"، فأنزل الله {فلا وربک لا يؤمنون حتى يحكموک... الآية} فهدر دم ذلک الرجل۔ (تفسير ابن كثير: (۱۳۵/۴) سورة النساء: ٦۵، ط: مؤسسة قرطبه)

تفسير ابن أبي حاتم: (۹۹۳/۳) سورة النساء: ٦۵، ط: مكتبه نزار مصطفى الباز۔

(۱) ولا تجوز الشركة إذا شرط لأحد دراهم مسماة من الربح) قال ابن المنذر: لا خلاف في هذا لأحد من أهل العلم. (فتح القدير: (۱۷۰/٦)، كتاب الشركة، فصل: ولا تنعقد الشركة إلا بالدراهم والدنانير... إلخ، ط: دار الكتب العلمية)۔

ولو استاجر لحمل طعام مشترک بينهما فلا اجر له، لأنّه يعمل شيئاً لشريكه الا ويقع بعضه لنفسه فلا يستحق الاجر۔ (الدر مع الرد: (٦۰/٦)، كتاب الاجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: يخص القياس والأثر بالعرف العام دون الخاص، ط: سعيد)

(قوله: فلا أجر له) أي لا المسمى ولا اجر المثل "زيلعي" "لأن الاجر يجب في الفاسدة إذا كان له=

شریک کے حصے کو فروخت کرنا

"ایک شریک کا دوسرے شریک کے حصے کو فروخت کرنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔

...یظہر من الاجارة الجائزة، وھذا لا نظیر لھا "اتقانی" وظاھر کلام قاضیخان فی الجامع ان العقد باطل؛ لأنہ لا ینعقد العقد، تأمل۔ (شامی: (۶۰/۶) کتاب الاجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: یخص القیاس والأثر بالعرف العام دون الخاص، ط: سعید)

⑥ قال محمد رحمہ اللہ تعالی: کل شیئ استأجرہ احدھما من صاحبہ ممایکون منہ عمل فإنہ لایجوز، وإن عمل فلا أجر لہ مثل الدابة، وکل شیئ لیس یکون منہ العمل استأجرہ أحدھما من صاحبہ، فھو جائز مثل الجوالق وغیرہ، وقال ابو اللیث رحمہ اللہ تعالی: ھذا الخلاف روایة المبسوط فإنہ قال فی کتاب المضاربة: لو استأجر من صاحبہ بیتاً أو حانوتاً لایجب الاجر، وذکر القدوری ان کل شیئ لایستحق بہ الاجرة الا بإیقاع العمل فی العین المشترکة، فإذا استأجر أحد الشریکین الآخر لم یجز، مثل أن یستأجر لنقل الطعام بنفسہ أو بغلامہ أو بدابتہ، أو لقصارة الثوب، وکل مالا یستحق الاجرة بغیر إیقاع العمل فی المال المشترک فالإجارة جائزة، مثل أن یستأجر منہ داراً لیحرز فیھا الطعام أو سفینة أو جوالق أو رحیً۔

قال فخر الدین قاضی خان: الفتوی علی ماذکر فی العیون والقدوری کذا فی الکبری۔ (الفتاوی الھندیة: (۴۵۷/۴) کتاب الإجارة، الباب الثامن عشر فی الإجارة الّتی تجری بین الشریکین واستئجار الأجیرین، ط: رشیدیہ)

⑦ لو کان طعام بین رجلین، فقال احدھما لصاحبہ احملہ إلی موضع کذا ولک فی نصیبہ من الاجر کذا، أو قال: اطحنہ ولک فی نصیب کذا من الأجر جاز ذلک فی قول زفر ومحمد ابن صاحب، ولایجوز ذلک فی قول أبی حنیفة وأبی یوسف ومحمد۔ (النتف فی الفتاوی: (ص: ۳۴۹) کتاب الإجارة، ط: سعید)

⑧ ولاینبغی لہ ان یشترط مع الربح اجرًا؛ لأنہ شریک فی المال بحصتہ من الربح وکل من کان شریکًا فی مال فلیس ینبغی لہ ان یشترط اجرًا فیما عمل؛ لأن المضارب یستوجب حصة من الربح علی رب المال باعتبار عملہ لہ، فلایجوز ان یستوجب باعتبار عملہ ایضًا اجرًا مسمی علیہ إذ یلزم عوضان بمقابلة عمل واحد لہ۔ (المبسوط للسرخسی: (۱۴۹/۲۲، ۱۵۰) کتاب المضاربة، باب الشروط فی المضاربة، ط: دار المعرفة بیروت)

⑨ وأما الّذی یستحقہ المضارب بالعمل فالّذی یستحقہ بعملہ فی مال المضاربة شیئان: احدھما: النفقة، والکلام فی النفقة فی مواضع، فی وجوبھا وفی شرط الوجوب... وأما شرط الوجوب، فخروج المضارب بالمال من المصر الّذی أخذ المال منہ مضاربةً سواء کان المصر مصرہ ام لم یکن، فمادام یعمل بہ فی ذلک المصر فان نفقتہ فی مال نفسہ لا فی مال المضاربة وان انفق شیئًا منہ ضمن... الخ۔ (بدائع الصنائع: (۱۰۵/۶) کتاب المضاربة، فصل: وأما بیان حکم المضاربة، ط: سعید)

شریک معاہدہ کے مطابق عمل نہ کرے

اگر کوئی شریک معاہدہ کے مطابق عمل کرنا چھوڑ دے، اور غائب ہوجائے، تب بھی شرکت ختم نہیں ہوگی، ہاں اگر دوسرے شرکاء واضح الفاظ میں اس کے ساتھ شراکت فسخ کردیں تو شراکت ختم ہوجائے گی۔ (۱)

شوروم میں مجسمے اور ڈمی (DUMMY) لگانا

آج کل بعض تاجر اور دکاندار اپنے شوروم میں مرد وخواتین کے مجسمے اور ڈمی لگا کر رکھتے ہیں، اور ان کو بنے ہوئے سوٹ اور تیار لباس پہنا کر سجاوٹ اور نمائش کر کے گاہکوں کو راغب اور متوجہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان مجسموں اور ڈمی میں چہرہ، دوسرے اعضاء بلکہ چھاتیاں بھی نمایاں ہوتی ہیں، اور حسن کو بھی ظاہر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، بعض دفعہ تو گاہک ایسی ڈمی کو اصلی سمجھ کر گھبرا بھی جاتا ہے، شوروم میں مرد وعورت کے مجسمے اور ڈمی لگانا ناجائز اور حرام ہے، ایسی دکان اور شوروم میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، اس لئے ایسے لوگوں کی تجارت میں

---

(۱) وان عمل احدهما ولم يعمل الآخر بعذر أو بغير عذر صار كعملهما معا كذا في المضمرات۔ (الهندية: (۳۲۰/۲) كتاب الشركة، الباب الثالث في شركة العنان، الفصل الثاني في شرط الربح والوضيعة۔۔۔إلخ، ط: رشيديه)۔

شرح المجله لخالد الأتاسي: (۲۹۳/۴)، شرح المادة: ۱۳۷۰، الكتاب العاشر في الشركات، الباب السادس، الفصل السادس في شركة العنان، المبحث الأول، ط: رشيديه)۔

الشامية: (۳۱۳/۴)، كتاب الشركة، قبيل مطلب: في تحقيق حكم التفاضل في الربح، ط: سعيد۔

وتبطل الشركة بموت أحدهما۔۔۔وبفسخ أحدهما) ولو المال عروضا۔۔۔ ويتوقف على علم الآخر، لأنه عزل قصدي۔ (الدر المختار مع رد المحتار: (۳۲۷/۴، ۳۲۸)، كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، مطلب يرجع القياس، ط: سعيد)۔

شرح المجله لسليم رستم باز: (۵۶۷/۲)، المادة: ۱۳۵۳، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس في بيان شركة العقد، الفصل الرابع في بعض الضوابط المتعلقة بعقد الشركة، ط: فاروقيه۔

فروغ، برکت نہیں ہوتی، ایسے تاجر کی آمدنی حرام تو نہیں ہے، لیکن تشہیر کا یہ عمل ناجائز اور حرام ہے۔

بعض شوروم میں صرف دھڑ کے مجسمے اور ڈمی لگے ہوئے ہوتے ہیں، ان کا سر نہیں ہوتا، مگر چھاتیاں بنی ہوتی ہیں، جن کی نمائش ہوتی ہے، ایسے مجسمے اور ڈمی رکھنا بھی ناجائز ہے۔(۱)

شوہر کا مال اجازت کے بغیر فروخت کرنا

بیوی شوہر کے مال وجائیداد کو اس کی اجازت کے بغیر فروخت نہیں کرسکتی، اس میں کوئی شک نہیں کہ بیوی شوہر کے بہت ہی زیادہ قریب ہے، لیکن شوہر کے مال وجائیداد کی مالک نہیں ہے، بلکہ مال وجائیداد سے متعلق اجنبی کے منزلہ میں ہے، اس لئے شوہر کے مال وغیرہ میں اس کی اجازت کے بغیر بیوی کا تصرف کرنا فضولی کے حکم میں ہوگا، لہٰذا اگر بیوی نے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کا مال فروخت کردیا تو یہ اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر شوہر اجازت دے گا تو بیع صحیح ہوگی ورنہ بیع باطل ہوجائے گی۔(۲)

---

(۱) عن علي عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لاتدخل الملائكة بيتا فيه صورة ولا كلب ولا جنب۔ (سنن أبي داود: (۴۲/۱) كتاب الطهارة، باب في الجنب يؤخر الغسل، ط: رحمانيه)

☐ لإذا ثبت كراهة لبسها... ثبت كراهة بيعها وصيغها لما فيه من الإعانة على مالايجوز وكل ما أدى إلى مالايجوز، لايجوز۔ (الدر المختار مع الرد: (۳۶۰/۶) كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ط: سعيد)

☐ أقول: الإعانة في المعصية وترويجها وتقريب الناس إليها معصية و فساد في الأرض۔ (حجة الله البالغة: (۱۶۹/۲) من أبواب ابتغاء الرزق، البيوع المنهي عنها، ط: دار الجيل)

(۲) كل تصرف صدر منه تمليكا كان كبيع و تزويج، أو اسقاطا كطلاق واعتاق وله مجيز أى لهذا التصرف من يقدر على اجازته حال وقوعه انعقد موقوفا۔ (الدر مع الرد: (۱۰۶/۵)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، فصل في الفضولي، ط: سعيد)

☐ البيع الذى يتعلق به حق الغير كبيع الفضولي وبيع المرهون ينعقد موقوفا على اجازة ذلك الآخر۔=

شہر سے باہر جا کر قافلے سے خریداری کرنا

”تلقی جَلَب“ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۴۱۳/۲)

شہری بازاروں کا حکم

”بازاروں میں جانے کا حکم“ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۱/۲)

شہری کا دیہاتی سے بیع کرنا

”بیعُ الحاضِر للبادی“ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۸۹/۲)

شہری کے لئے دیہاتی کا مال فروخت کرنا

اسلام نے خرید وفروخت میں ایسا طریقہ اختیار کرنے سے منع فرمایا جس سے چیزیں مہنگی ہوجائیں یہاں تک کہ کسی شہری کو کسی دیہاتی کا مال فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے، یعنی دیہاتی اپنا مال کسی دیہات سے شہر میں بیچنے کے لئے لارہا ہے اس وقت راستے میں کسی شہری کے لئے دیہاتی کو یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ میں تمہارا مال فروخت کردوں گا، کیونکہ اس سے معاشرہ مہنگائی اور ناانصافی کا شکار ہوجاتا ہے، اس لئے شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے۔[1]

=(مجلة الأحكام: (۷۲/۱)، المادة: (۳۶۸)، الكتاب الأول في البيوع، الباب السابع، الفصل الثاني في بيان أحكام أنواع البيوع، ط: نور محمد)۔

درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۳۹۱/۱) الباب السابع، المادة: (۳۶۸)، ط: دار الجيل۔

(۱) (ويكره البيع عند أذان الجمعة ـــــ وكذا بيع الحاضر للبادي) لقوله عليه الصلاة والسلام: "لا يبع حاضر لباد" وهو أن يجلب البادي السلعة فيأخذها الحاضر ليبيعها بعد وقت بأعلى من السعر الموجود وقت الجلب، وكراهته لما فيه من الضرر بأهل البلد۔ (الاختيار لتعليل المختار: (۲۶/۲)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: دار الكتب العلمية)۔

البحر الرائق: (۹۹/۶)، كتاب البيع، باب البيع الفاسد، فصل في بيان أحكام البيع الفاسد، ط: سعيد۔=

شیئرز کی خرید و فروخت

شیئرز کی خرید و فروخت کے جائز ہونے کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ضروری ہیں:

① جس کمپنی یا ادارے کے شیئرز فروخت کئے جا رہے ہیں وہ کمپنی یا ادارہ واقعۃً موجود بھی ہو، یعنی کمپنی یا ادارے کے ماتحت کوئی جائیداد، کارخانہ، مل، فیکٹری، یا اشیاء کا چالو کاروبار موجود ہو، مثلاً حکومت نے دس کروڑ روپے کی ایک کمپنی کی منظوری دی، دس افراد نے رقم جمع کر کے زمین خریدی، کارخانہ لگایا، اور اس میں اشیاء تیار ہونا شروع ہو گئیں، یا دس کروڑ روپے سے اندرون ملک یا بیرون ملک تجارت شروع ہو گئی، اندرون ملک سے اشیاء باہر فروخت کی جا رہی ہیں یا بیرون ملک سے اشیاء اندرون ملک فروخت کے لئے لائی جا رہی ہیں، تو ایسی کمپنی کے شیئرز کی خرید و فروخت شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

اور اگر دس کروڑ روپے جمع کر لئے گئے، لیکن ابھی تک نہ کارخانہ قائم ہوا، نہ تجارت شروع کی گئی، بلکہ صرف دس کروڑ روپے کے حصص بازار میں اس لئے چھوڑے گئے کہ دس کروڑ پر پہلے سے مزید رقم حاصل کی جائے، منافع حاصل کرنا شروع کر دیا جائے، تو ایسی کمپنیوں کے حصص کی خرید و فروخت جائز نہیں کیونکہ یہ شیئرز کے مقابل جمع شدہ روپے کی رسید ہے، کوئی جائیداد یا مال ایسا نہیں ہے جس پر منافع لے کر خرید و فروخت کی جا سکے۔ (۱)

الدر مع الرد: (۵/۱۰۲)، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب احکام نقصان المبیع فاسدا، سعید۔

حجۃ اللہ البالغۃ: (۲/۱۶۹)، البیوع المنہی عنہا، ط: دار الجیل۔

(۱) وشرط المعقود علیہ ستۃ: کونہ موجودا مالا متقوما مملوکا فی نفسہ، وکون الملک للبائع فیما یبیعہ لنفسہ، وکونہ مقدور التسلیم۔ فلم ینعقد بیع المعدوم وما لہ خطر العدم ۔۔۔۔ ولا بیع معجوز =

④ کمپنی کا سرمایہ جائز اور حلال ہو۔

(الف) جس موجود کمپنی یا چالو کاروبار یا کارخانے کے حصص خرید و فروخت کئے جا رہے ہیں اس کا سرمایہ جائز اور حلال ہو، رشوت، غصب، چوری، خیانت، سود، جوئے، سٹہ پر حاصل شدہ رقم نہ ہو، لہٰذا سودی ادارہ جیسے بینک یا انشورنس کمپنی یا ہر وہ کمپنی جس میں سود یا جوئے کا کاروبار ہوتا ہو اس کے شیئرز کی خرید وفروخت جائز نہیں ہوگی، کیونکہ ان کے ذرائع آمدنی ناجائز ہیں، اور کاروبار ناجائز ہے، لہٰذا جو شخص ان کمپنیوں کے حصص کی خرید وفروخت کرے گا وہ ناجائز اور حرام کاروبار میں شامل ہوجائے گا، جو کہ گناہ اور معصیت ہے۔

(ب) کمپنی کے شرکاء میں سودی کاروبار کرنے والے ادارے یا افراد کی رقم شامل نہ ہو، مثلاً انشورنس کمپنی یا بینک یا کسی سودی ادارے کی اس میں شرکت نہ ہو، جس کمپنی کے حصص خرید وفروخت کئے جا رہے ہیں، اس میں اگر ایسی کمپنیاں شریک ہوں گی، تو پھر اس کے حصص کی خرید وفروخت کرنا اور اس پر منافع لینا جائز نہیں ہوگا۔[1]

=التسلیم۔ (الشامیة: (۵۰۵/۴)، کتاب البیوع، مطلب: شرائط البیع أنواع أربعة، ط: سعید)۔

البحر الرائق: (۲۵۹/۵)، کتاب البیع، ط: سعید۔

وبیع مالیس فی ملکه) لبطلان بیع المعدوم۔

قوله: وبیع مالیس فی ملکه) ۔۔۔ بأن المراد بیع ماسیملکه قبل ملکه۔

قوله: لبطلان بیع المعدوم) إذ من شرط المعقود علیه: أن یکون موجودا مالا متقوما فی نفسه، وأن یکون ملک البائع فیما یبیعه لنفسه، وأن یکون مقدور التسلیم۔ (الدر مع الرد: (۵۸/۵، ۵۹)، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: الآدمی مکرم شرعا ولو کافرا، ط: سعید)۔

(۱) فما أخذ المرابی زیادة علی القرض فهو فی حکم الغصب والرشوة، ومن کان ماله متمحضا من الربا، لا یجوز قبول الهدیة منه ولا إجابة دعوته ولا عقد الشراء أو البیع۔ (فقه البیوع: (۱۰۶۰/۲)، المبحث العاشر: فی احکام المال الحرام، حکم الفنادق والمطاعم التی تباع فیها الخمور، ط: مکتبه معارف القرآن)=

کمپنی یا ادارے کا کاروبار جائز وحلال ہو۔

(الف) جس کمپنی کے شیئرز کی بازار میں خرید وفروخت ہورہی ہے، اس کے لئے پہلی دونوں شرطوں کے بعد یہ بھی شرط ہے کہ کمپنی کا کاروبار جائز ہو، مثلاً شرعی شراکت وشرعی مضاربت کی بنیاد پر کاروبار ہو اور فاسد شرائط کے تحت ناجائز اور فاسد کاروبار نہ ہو، اور کمپنی کے کاروبار میں سود، جوا اور ناجائز خرید وفروخت نہ پائی جاتی ہو، اگر کاروبار ناجائز ہوگا تو اس کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت جائز نہیں ہوگی۔ (۱)

= آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام لا يقبل، ولا يأكل ما لم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه، وإن كان غالب ماله حلالا لا بأس بقبول هديته والأكل منها۔ (الفتاوى الهندية: (۳۴۳/۵)، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، ط: رشيديه)

الأشباه والنظائر: ص: ۱۱۳، القاعدة الثانية، إذا اجتمع الحلال والحرام، ما خرج هذه القاعدة، ط: قديمي۔

ذهب بعض الفقهاء ومن بينهم الغزالي إلى أنه يحرم التعامل مع من غالب ماله من الحرام۔ وقال العز بن عبد السلام في معاملة من اعترف بأن أكثر ماله حرام: إن غلب الحرام عليه بحيث يندر الخلاص منه لم تجز معاملته۔۔۔ وإن غلب الحلال۔۔۔ جازت المعاملة۔۔۔ وبين هاتين الرتبتين من قلة الحرام وكثرته مراتب۔۔۔ وضابطها: أن الكراهة تشتد بكثرة الحرام وتخف بكثرة الحلال۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية: (۱۳۰/۳۱)، حرف الغين، غالب "معاملة من غالب ماله حرام"، ط: دار الصفوة)۔

(۱) وأما شرائط الصحة فعامة وخاصة۔۔۔ ومنها الخلو عن الشرط الفاسد۔۔۔ ومنها الخلو عن شبهة الربا۔ (الفتاوى الهندية: (۳/۳)، كتاب البيوع، الباب الأول في تعريف البيع وركنه وشرطه۔۔۔ إلخ، ط: رشيديه)۔

الشامية: (۵۰۵/۴)، كتاب البيوع، مطلب شرائط البيع أنواع أربعة، ط: سعيد۔

البحر الرائق: (۲۶۰/۵، ۲۶۱)، كتاب البيع، ط: سعيد۔

ونظير ما اقتضته الآية من النهي عن أكل مال الغير قوله تعالى: {ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بها إلى الحكام} وقول النبي صلى الله عليه وسلم: "لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيبة من نفسه". وعلى أن النهي عن أكل مال الغير معقود بصفة، وهو أن يأكله بالباطل، وقد تضمن ذلك أكل أبدال العقود الفاسدة كأثمان البياعات الفاسدة۔ (احكام القرآن للجصاص: (۲۴۴/۲، ۲۴۵)، سورة النساء، باب التجارات وخيار البيع، ط: قديمي)

(ب) کمپنی کا کاروبار حلال اور جائز اشیاء کا کاروبار ہو، حرام اور ناجائز کا کاروبار نہ ہو، مثلاً شراب، جاندار کی تصویر، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو، فلم اور سینما وغیرہ کے کاروبار والی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت جائز نہیں، کیونکہ حرام چیزوں کی خرید وفروخت بھی حرام ہے۔[1]

❷ شیئرز کی خرید وفروخت میں بیع کی شرائط کی پابندی کرنا۔

مذکورہ بالا تمام شرائط موجود ہونے کے بعد اس قسم کی کمپنی یا ادارے کے شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہونے کے لئے شرعی بیع وتجارت کے اصول کے مطابق ہونا بھی شرط ہے، مثلاً آدمی جب شیئرز کو خرید وفروخت کرنا چاہتا ہے، اس پر شرعی طریقہ پر قابض ہو، اور دوسرے کو تسلیم اور حوالہ کرنے پر قادر ہو۔

واضح رہے کہ شیئرز میں قبضہ کا حکم ثابت ہونے کے لئے شیئرز کے خریدنے والے کا نام رجسٹرڈ یا الاٹ ہونا ضروری ہے، یا کمپیوٹر میں اس کے نام منتقل ہونا لازم ہے، رجسٹر یا الاٹ ہونے سے پہلے صرف زبانی وعدہ یا غیر رجسٹر شدہ شیئرز کی خرید و فروخت کمی وبیشی کے ساتھ جائز نہ ہوگی، کیونکہ ایسے حصص در حقیقت رسیدیں ہوتی ہیں کمپنی کے واقعی حصے نہیں ہوتے، اس واسطے نفع ونقصان کے مالک صرف رجسٹر

---

(۱) وزاد في البحر: قيد أن يكون العمل حلالا؛ لما في البزازية: لو اشتركا في عمل حرام لم يصح. اهـ (الشامية: (۳۲۲/۴)، كتاب الشركة، مطلب في شركة التقبل، ط: سعيد)۔

▭ البحر الرائق: (۱۸۱/۵)، كتاب الشركة، ط: سعيد۔

▭ ولكن يشترط في شركة الأعمال أن يحوز العمل شرطين: الشرط الأول: أن يكون العمل حلالا فلا تصح الشركة في العمل الحرام كالاشتراك في السرقة والغصب والارتشاء۔ (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۳۸۰/۳)، شرح المادة: ۱۳۵۹، الكتاب العاشر: الشركات، الباب السادس، الفصل الخامس في شركة الأموال والأعمال۔۔۔ إلخ، ط: دار الجيل)۔

▭ أن يكون ذلك العمل حلالا، فلذلك لو عقد اثنان الشركة على إجراء المحرمات كسرقة الأموال وغصبها أو الغناء لا يصح۔ (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۴۱۱/۳)، شرح المادة: ۱۳۸۵، ط: دار الجيل)

شدہ اسامی سمجھے جاتے ہیں۔ (۱)

⑤ منافع کی کل رقم کو تمام حصہ داروں کے درمیان شیئرز کے مطابق تقسیم کرنا، مثلاً کمپنی میں جو منافع ہوا ہے وہ تمام حصہ داروں میں اپنے اپنے حصہ کے تناسب سے تقسیم کر دینا، لیکن اس کے برعکس کوئی کمپنی اگر منافع میں سے بیس فیصد کمپنی، مل، کاروبار اور کارخانہ کے مستقبل کے ممکنہ خطرہ کے لئے مخصوص کر کے باقی اسی فیصد منافع کو تمام حصہ داروں میں تقسیم کرتی ہے، تو اس کمپنی کا شیئرز خریدنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ یہ کمپنی بھی شرعی شراکت کے خلاف ناجائز کاروبار کرتی ہے۔ (۲)

---

(۱) وشرط المعقود عليه ستة: كونه موجودا مالا متقوما مملوكا في نفسه، وكون الملك للبائع فيما يبيعه لنفسه، وكونه مقدور التسليم. فلم ينعقد بيع المعدوم وماله خطر العدم ــــ ولا بيع معجوز التسليم. (الشامية: (۵۰۵/۴)، كتاب البيوع، مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة، ط: سعيد).

البحر الرائق: (۲۵۹/۵)، كتاب البيع، ط: سعيد.

وبيع ماليس في ملكه) لبطلان بيع المعدوم.

قوله: وبيع ماليس في ملكه) ــــ بأن المراد بيع ماسيملكه قبل ملكه.

قوله: لبطلان بيع المعدوم) إذ من شرط المعقود عليه: أن يكون موجودا مالا متقوما في نفسه، وأن يكون ملك البائع فيما يبيعه لنفسه، وأن يكون مقدور التسليم. (الدر مع الرد: (۵۸/۵، ۵۹)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الآدمي مكرم شرعا ولو كافرا، ط: سعيد).

(۲) يقسم الشريكان الربح بينهما على الوجه الذي شرطاه يعني إن شرطا تقسيمه متساويا فيقسمانه على التساوي، وإن شرطا تقسيمه متفاضلا كالثلث والثلثين مثلا فيقسم حصتين وحصة. (شرح المجلة لسليم رستم باز: (۵۸۰/۲)، المادة: ۱۳۹۰، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل السادس، في شركة العنان، المبحث الأول، ط: مكتبه فاروقيه).

شرح المجلة لخالد الأتاسي: (۳۱۲/۴)، المادة: ۱۳۹۰، ط: رشيديه.

قوله: والربح على ماشرطاه) أي من كونه بقدر رأس المال أولا. (الشامية: (۳۱۳/۴)، كتاب الشركة، مطلب: في تحقيق حكم التفاضل في الربح، ط: سعيد).

وعن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «ألا تظلموا ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح: ص: ۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الأول، ط: قديمي).

لا يحل لامرئ من مال أخيه شيئ إلا بطيب نفس منه. (كنز العمال: (۶۳۸/۱۰)، رقم الحديث: ۳۰۳۳۵، كتاب الغصب من قسم الأقوال، ط: مؤسسة الرسالة) =

یہ تو دراصل حصص کی خرید وفروخت کے بارے میں بحث ہوئی، لیکن جن اداروں اور کمپنیوں کے حصص اور سرٹیفکیٹ میں سٹے اور جوئے کا کاروبار ہوتا ہو، اور ان میں لاٹری اور قرعہ اندازی کے ذریعہ انعام دیا جاتا ہو، ان میں شرکت کرنا اور ان کے حصص کی خرید وفروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ (١)

شیر کا پاخانہ

بعض ملکوں میں بلیوں کو بھگانے کے لئے گھروں کے سامنے شیر کا پاخانہ ڈالتے ہیں، اس پاخانہ کو بازار سے خریدنا پڑتا ہے، تو اس کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے، اگر مٹی یا دوائی وغیرہ سے مخلوط ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ (٢)

= لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی۔ (الشامیة: (٤/ ٦١)، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب: فی التعزیر بأخذ المال، ط: سعید)۔

البحر الرائق: (٥/ ٤١)، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ط: سعید۔

الفتاوی الهندیة: (٢/ ١٦٧)، کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، فصل فی التعزیر، ط: رشیدیه)۔

(١) قال الله تعالی: یاایها الذین امنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون۔ (سورة المائدة: ٩٠)۔

عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنه عنهما: أن النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن الخمر والمیسر والکوبة۔ (سنن أبی داود: (٢/ ١٦٣)، کتاب الأشربة، باب ماجاء فی السکر، ط: امدادیه ملتان)۔

وسمی القمار قمارا، لأن کل واحد من المقامرین ممن یجوز أن یذهب ماله إلی صاحبه، ویجوز أن یستفید مال صاحبه، وهو حرام بالنص۔ (الشامیة: (٦/ ٤٠٣)، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، ط: سعید)

ولاخلاف بین أهل العلم فی تحریم القمار۔ (احکام القرآن للجصاص: (١/ ٣٢٩)، سورة البقرة: ٢١٩، ط: دار الکتاب العربی، بیروت)

(٢) لایکره بل یصح بیع السرقین أی الزبل، وصح بیعها مخلوطة بتراب أو رماد غلب علیها فی الصحیح کما صح الانتفاع بمخلوطها... وفی الشامیة: (قوله الزبل) وفی الشرنبلالیة: هو رجیع ما سوی الانسان، (قوله غلب علیها) کذا قیده فی موضع من المحیط والکافی والظهیریة واطلقه =

شیر کی چربی

(۲۸۷) شیر اور ریچھ کی چربی کو حکماء اور طبیب حضرات خرید کر اسے مختلف امراض میں دوائی کے طور پر استعمال کرتے ہیں، تو اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر یہ چربی مذبوح شیر اور ریچھ کی ہے تو اس کی خرید و فروخت جائز ہے، اور مردہ شیر یا مردہ ریچھ کی چربی کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔[1]

شیطان آج کل کیا کر رہا ہے

"سودی کاروبار میں خاصی تبدیلیاں آگئی ہیں" عنوان کے تحت دیکھیں۔

في الهداية والاختيار والمحيط، فإما أن يحمل المطلق على المقيد أو يحمل على الروايتين، أو على الرخصة والاستحسان. (الدر مع الرد: (۳۸۵/۶)، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ط: سعيد)

وفي تقريرات الرافعي: قوله: أو على الرخصة والاستحسان أي المطلق على الرخصة والمقيد على الاستحسان. (تقريرات الرافعي: (۳۰۸/۶)، ط: سعيد)

ويجوز بيع السرقين والبعر والانتفاع بهما. (الهندية: (۱۱۶/۳) كتاب البيوع، الباب التاسع فيما يجوز بيعه ومالا يجوز، الفصل الخامس في بيع المحرم الصيد وفي بيع المحرمات، ط: رشيديه)

وكره بيع العذرة لا السرقين؛ لأن المسلمين يتمولون السرقين وانتفعوا به في سائر البلاد والامصار من غير نكير. (البحر الرائق: (۱۹۹/۸) كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: رشيديه كوئٹه)

(۱) ويجوز بيع لحوم السباع والحمر المذبوحة في الرواية الصحيحة ولا يجوز بيع لحوم السباع الميتة كذا في محيط السرخسي. (الهندية: (۱۱۵/۳)، كتاب البيوع، الباب التاسع فيما يجوز بيعه ومالا يجوز، الفصل الخامس في بيع المحرم الصيد وفي بيع المحرمات، ط: رشيديه)۔

قوله: وجلد ميتة، قيد بها؛ لأنها لو كانت مذبوحة فباع لحمها أو جلدها جاز؛ لأنه يطهر بالذكاة إلا الخنزير "عناية". (شامي: (۷۳/۵)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: في التداوي بلبن البنت للرمد قولان، ط: سعيد)۔

بخلاف الودك أي دهن الميتة؛ لأنه جزءها فلا يكون مالا "ابن ملك" أي فلا يجوز بيعه اتفاقاً۔ (شامي: (۷۳/۵)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: في التداوي بلبن البنت للرمد قولان، ط: سعيد)

ولا في قاضي خان على هامش الهندية: (۱۵۳/۲)، كتاب البيوع، باب بيع الفاسد، ط: رشيديه)

شیعہ کے ساتھ خرید وفروخت کرنا

اگر شیعہ ایسے عقائد رکھتا ہے، جس سے کفر اور ارتداد لازم آتا ہے، تو اس سے خرید وفروخت کرنا جائز نہیں۔ (۱)

اور اگر کفر وارتداد والے عقائد نہیں رکھتا ہے لیکن گمراہی اور بدعات وغیرہ میں مبتلا ہے، تو اس سے خرید وفروخت کرنا منع تو نہیں ہوگا، لیکن اس کی گمراہی اور بدعات سے نفرت کرنا لازم ہوگا۔ (۲)

واضح رہے کہ ''زیدیہ'' کے علاوہ باقی تمام شیعہ مسلمان نہیں ہیں۔ (۳)

---

(۱) ویزیل ملک المرتد عن أمواله بردته زوالاً مراعی، فإن أسلم عادت إلی حالها۔ (الهدایة: (۲/ ۵۸۵)، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، ط: رحمانیه)۔

ویزول ملک المرتد عن ماله زوالا موقوفا، فإن أسلم عاد ملکه۔ (البحر الرائق: (۵/ ۱۳۰)، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین، ط: سعید)۔

تبیین الحقائق: (۳/ ۲۸۵)، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، ط: امدادیه، ملتان۔

احسن الفتاوی: (۶/ ۵۴۴)، کتاب البیوع، باب بیع الفاسد والباطل، عنوان: شیعه قادیانی وغیره زنادقه سے بیع وشراء ودیگر معاملات جائز نهیں"، ط: سعید۔

(۲) ولا یحجر حر مکلف بسفه۔۔۔۔ وفسق۔

قوله: وفسق)۔۔۔۔ فإن الفاسق أهل للولایة علی نفسه وأولاده عند جمیع أصحابنا۔ (الدر المختار مع رد المحتار: (۶/ ۱۴۷)، کتاب الحجر، ط: سعید)۔

وعن الحسن: لا تجالس صاحب هوی، فیقذف في قلبك ما تتبعه علیه فتهلك، أو تخالفه فیمرض قلبك، وعن إبراهیم: ولا تکلموهم إني أخاف أن ترتد قلوبکم۔ وعن یحیی بن أبي کثیر: إذا لقیت صاحب بدعة في طریق فخذ في طریق آخر۔ (الاعتصام للشاطبی: (ص: ۶۶)، باب فی ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، فصل الوجه الثالث من النقل، ط: دار المعرفة)۔

(۳) أن الرافضي إن کان ممن یعتقد الألوهیة في علي رضی الله تعالی عنه، أو أن جبریل غلط في الوحي، أو کان ینکر صحبة الصدیق، أو یقذف السیدة الصدیقة فهو کافر۔ (الشامیة: (۴/ ۲۳۷)، کتاب الجهاد، مطلب مهم فی سب الشیخین، ط: سعید)۔

وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام، وأحکامهم أحکام المرتدین۔ (الفتاوی الهندیة: (۲/ ۲۶۴)، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ط: رشیدیه)=

ثم افترقت الرافضة بعد زمان علي رضي الله عنه اربعة اصناف زيدية وإمامية وكيسانية وغلاة وافترقت الزيدية فرقا والامامية فرقا والغلاة فرقا كل فرقة منها تكفر سائرها وجميع فرق الغلاة منهم خارجون عن فرق الإسلام فاما فرق الزيدية وفرق الامامية فمعدودون في فرق الامة۔ (الفرق بين الفرق: (ص:۱۵)، الفصل الثاني، ط: دار الآفاق الجديدة، بيروت)۔

ومنهم الزيدية القائلون بامامة بنی فاطمة لفضل علی وبنيه على سائر الصحابة وعلى شروط يشترطونها وامامة الشيخين عندهم صحيحة وان كان علیٌ أفضل وهذا ما مذهب زيد واتباعه وهم جمهور الشيعة وأبعدهم عن الانحراف والغلو۔ (تاريخ ابن خلدون: (۶/۴)، تتمة الطبقة الثالثة من العرب، اخبار الدول العلوية، ط: دار الفكر، بيروت)۔

کیا زیدی شیعہ مسلمان ہیں؟ براہ کرم، ان کے عقائد کے بارے میں بتائیں؟ ان کے اور دوسرے شیعوں کے درمیان کیا فرق ہے؟

Fatwa ID:1315 -1423/L=1/1437-U

جواب: شیعہ مذہب کے تمام فرقوں میں یہ فرقہ زیدیہ اہل سنت والجماعت کے زیادہ قریب تھا، یہ فرقہ اپنی نسبت زید بن علی بن حسین بن علیؓ کی طرف کرتا ہے، ان کے عقیدے کے مطابق ائمہ عام انسان ہی ہوتے ہیں مگر حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہیں، یہ فرقہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتا اور نہ تبرا کرتا ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ خود اپنے حق سے خلفائے ثلاثہ کے حق میں دست بردار ہو گئے تھے، اور ان کی بیعت درست تھی، اس لیے کہ حضرت علیؓ اس پر راضی تھے اور معصوم خطا اور باطل پر راضی نہیں ہو سکتا، لیکن بعد میں ان میں اختلاف ظاہر ہوا تو اس کے نو فرقے ہو گئے، جن میں سے "زیدیہ" نامی فرقے کے علاوہ تمام فرقے غلاۃ میں شمار ہوتے ہیں، پھر صحیح العقیدہ زیدیہ بھی یمن وغیرہ میں قلیل تعداد میں رہ گئے ہیں، ان کے اور دوسرے شیعی فرقوں کے درمیان فرق یہی ہے کہ وہ بارہ اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم مفترض الطاعۃ سمجھتے ہیں بلکہ ان کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ اماموں کو انبیاء سے بالاتر بلکہ خدائی اوصاف مخصوصہ کا حامل گردانا گیا ہے، سبحانہ وتعالی عما یشرکون، نیز اصحاب رسول کی تکفیر کرتے ہیں اور موجودہ قرآن میں نعوذ باللہ تحریف کے قائل ہیں اور خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بیعت کو ظلم وجور مانتے ہیں بلکہ بعض تو حضرت علیؓ کی الوہیت کے قائل ہیں یا ان میں روح خداوندی کے حلول کا عقیدہ رکھتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو حضرت علیؓ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اور نبوت کا زیادہ مستحق سمجھتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ (المحاضرات العلمیہ / رد شیعیت: ۱۳ تا ۲۶۔ جواہر الفتاوی: ۱ / ۲۸۴)۔ واللہ تعالی اعلم، دار الافتاء، دار العلوم دیوبند۔

ويجب إكفارهم بإكفار عثمان وعلي وطلحة وزبير وعائشة - رضي الله تعالى عنهم - ويجب إكفار الزيدية كلهم في قولهم انتظار نبي من العجم ينسخ دين نبينا وسيدنا محمد - صلى الله عليه وسلم - كذا في الوجيز للكردري۔ (الفتاوى الهندية: (۲/۲۶۴)، كتاب السير، الباب التاسع في المرتدين، ط: رشيديه)۔

شیو کرنے والا برش

☆ جو برش ڈاڑھی مونڈنے کے علاوہ اور کسی کام میں استعمال نہ ہوتا ہو، اس کا کاروبار کرنا درست نہیں اور آمدنی بھی حلال نہیں۔(۱)

☆ جو برش صرف داڑھی منڈھانے کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس کے علاوہ کسی اور جائز کام کے لیے استعمال نہیں ہوتا، ایسا برش بنانا اور اس کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے، اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حرام اور ناجائز

---

(۱) أن ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريما وإلا فتنزيها۔(الدر المختار مع الرد: (۲۶۸/۴)، كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب في كراهية بيع ماتقوم المعصية بعينه، ط:سعيد)۔

النهر الفائق: (۲۶۸/۳)، كتاب الجهاد، باب البغاة، ط:رشيديه۔

لكن الإعانة في ماقامت المعصية بعين فعل المعين، ولايتحقق إلا بنية الإعانة أو التصريح بها، أو تعيينها في استعمال هذا الشيئ بحيث لايحتمل غير المعصية۔(جواهر الفقه: (۴۵۲/۲)، تفصيل الكلام في مسئلة الإعانة على الحرام، اقسام السبب وأحكامه، القسم الثاني، ط:دار العلوم كراچي)۔

والثالث: بيع أشياء ليس لها مصرف إلا في المعصية، فيتمحض بيعها وإجارتها، وإن لم يصرح بها ففي جميع هذه الصورة قامت المعصية بعين هذا العقد، والعاقدان كلاهما آثمان بنفس العقد، سواء استعمل بعد ذلك أم لا۔(جواهر الفقه: (۴۴۸/۲)، تفصيل الكلام في مسئلة الإعانة على الحرام، ط:دار العلوم كراچي)۔

وما كان سببا لمحظور فهو محظور۔(الشامية: (۳۵۰/۶)، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس، ط:سعيد)۔

والظاهر أن الكراهة التي ذكرها الحنفية في بيعها قبل فصلها تحريمية، لما قال ابن الهمام في أول شرحه ل"فصل فيمايكره" من الهداية۔
لما كان دون الفاسد، أخر عنه، وليس المراد بكونه دونه في الحكم المنع الشرعي بل في عدم فساد العقد، وإلا فهذه الكراهات كلها تحريمية لا نعلم خلافا في الإثم اهـ ومقتضاه أن لا يطيب الثمن للبائع۔(فقه البيوع على المذاهب الأربعة: (۳۱۸/۱)، الشرط الثاني: كون المبيع متقوما، القسم الأول: ماوضع لمحظور، مكتبه معارف القرآن)۔

فلو كان الاكتساب حراما لكان المال الحاصل به حرام التناول؛ لأن مايتطرق إليه بارتكاب الحرام يكون حراما۔(المبسوط للسرخسي: (۲۵۰/۳۰)، كتاب الكسب، ط:دار المعرفة)۔

(۱)

شیئر (SHARE)

☆ جب لوگ کمپنی سے حصے لے کر سرمایہ دیدیتے ہیں، تو حصہ دار کو کمپنی ایک ''سرٹیفکیٹ'' جاری کرتی ہے، جو اس بات کی سند ہوتی ہے کہ اس شخص کا کمپنی میں اتنا حصہ ہے، اس سرٹیفکیٹ کو اردو میں ''حصہ'' عربی میں ''سہم'' اور انگریزی زبان میں ''شیئر'' (SHARE) کہتے ہیں۔ (۲)

☆ کاروبار جتنے سرمائے سے جاری کیا جاتا ہے، اس سرمائے کو اکائیوں پر تقسیم کرکے ایک اکائی کو ایک حصے ''شیئر'' کی قیمت قرار دیا جاتا ہے، مثلاً آج کل عموماً ''دس روپے'' کے شیئرز جاری کئے جاتے ہیں، اور یہ قیمت ''شیئر'' کے اوپر لکھ دی جاتی ہے، یہ وہ رقم ہے جس کی ادائیگی پر یہ سرٹیفکیٹ جاری ہوا تھا، اس قیمت کو انگریزی زبان میں (FACE VALUE یا PAR VALUE) کہتے

---

(۱) وبيع المكعب المفضض للرجل إن ليلبسه يكره ؛ لأنه إعانة على لبس الحرام ـ (شامي : (۶/ ۳۹۲) كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ط: سعيد)

☜ لكن الإعانة هي ماقامت بعين فعل المعين، ولا يتحقق إلا بنية الإعانة أو التصريح بها أو تعينها في استعمال هذا الشئ بحيث لايحتمل غير المعصية ـ (جواهر الفقه : (۲/ ۴۵۳) تفصيل الكلام في مسئلة الإعانة على الحرام، أقسام السبب وأحكامه، القسم الثاني، ط: دار العلوم كراچی)

☜ وما كان سببا لمحظور فهو محظور ـ (شامي : (۶/ ۳۵۰) كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ط: سعيد)

☜ والظاهر أن الكراهة التي ذكرها الحنفية في بيعها قبل فصلها تحريمية لما قال ابن الهمام في أول شرحه "فصل فما يكره" من الهداية: "لما كان دون الفاسد، أخره عنه، وليس المراد بكونه دونه في الحكم المنع الشرعي بل في عدم العقد، وإلا فهذه الكراهات كلها تحريمية لا نعلم خلافاً في الأثم اهـ. ومقتضاه أن لايطيب الثمن للبائع ـ (فقه البيوع على المذاهب الأربعة: (۱/ ۳۱۸) الشرط الثاني: كون المبيع متقوما، القسم الأول ما وضع لمحظور، ط: معارف القرآن)

(۲) (اسلام اور جدید معیشت وتجارت: (ص: ۵۸، عنوان: کمپنی کے حصص، ط: معارف القرآن)۔

ہیں۔ (۱)

شیئر جاری کرنے کے دو طریقے ہیں

شیئر جاری کرنے کے دو طریقے ہیں:

❶ کبھی شیئر پر حصہ دار کا نام درج ہوتا ہے، اس کو "رجسٹرڈ شیئر" (REGISTERED SHARE) کہتے ہیں۔

❷ کبھی شیئر اس طرح جاری ہوتے ہیں کہ اس پر کسی کا نام درج نہیں ہوتا، جس کے ہاتھ میں ہوگا وہی اس کا مالک سمجھا جائے گا اس کو "بیئرر شیئر" (BEARER SHARE) کہتے ہیں۔

ہمارے یہاں زیادہ تر کمپنیوں کے حصص رجسٹرڈ ہی ہوتے ہیں، کبھی بیئرر شیئر بھی ہوتے ہیں جیسے N.I.T این آئی ٹی میں دونوں صورتیں ہیں۔ (۲)

شیئرز اور صکوک میں فرق

شیئرز اور صکوک میں فرق ہے۔

صکوک مخصوص مدت مثلاً تین یا پانچ سال کے لیے جاری کیے جاتے ہیں، اور شیئرز غیر معین مدت کے لیے ہوتے ہیں۔

شیئرز کی خرید و فروخت کرنا کب جائز ہوتا ہے

جن کمپنیوں پر سو فیصد یقین ہے، اور تحقیق سے معلوم ہے کہ ان کے حصص کے پس پشت واقعی جائز سرمائے کا جائز کاروبار ہے، سودی جوئے، اور دھوکہ کے کاروبار نہیں ہیں، اور اگر کاغذات میں کارخانے کا ذکر ہے، تو واقعی کارخانہ قائم ہے

(۱، ۲) (اسلام اور جدید معیشت و تجارت: (ص: ۵۸)، ط: معارف القرآن)

اور چالو ہے، مال بنتا ہے، دیانتداری سے سالانہ یا ششماہی حسب وعدہ نفع ونقصان کا اعلان کیا جاتا ہے، اور ادا بھی کیا جاتا ہے، تو اس میں شرکت جائز ہے، اس کے شیئرز کی خرید وفروخت بھی جائز ہے، اور جن جن کمپنیوں کے بارے میں اس طرح واضح حال معلوم ہے، اور جن جن لوگوں کو معلوم ہے، ان کے لئے شیئر خریدنا جائز ہے، لیکن جن کمپنیوں کا حال معلوم نہیں یا جن افراد کو کمپنیوں کا واضح حال معلوم نہیں ہے، ان کمپنیوں میں اس وجہ سے شرکت کرنا کہ کمپنی کے شیئرز مارکیٹ میں چالو ہیں، اور یقینی طور پر شیئرز میں نفع ملتا ہے، خرید وفروخت جائز نہیں ہے، کیونکہ جب کمپنی کے بارے میں تفصیلی علم ہی نہیں ہے کہ اس کے پس پشت کیا کیا چیزیں ہیں تو اس کے شیئرز کی رسیدوں کی مالیت میں جہالت ہے، اور اس میں دھوکہ اور خیانت کا سو فیصد احتمال ہے، جبکہ شیئرز خریدنے والے کے قبضہ میں کوئی مال نہیں ہوتا نہ ہی مالیت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے، صرف کمپنی کے کاغذات اور اعلانات پر اعتماد ہوتا ہے، لہٰذا اس قدر اعتماد اور یقین پر شیئرز کی خرید وفروخت جائز نہیں ہوگی۔ (۱)

(۱) وشرط المعقود عليه ستة: كونه موجودا مالا متقوما مملوكا في نفسه، وكون الملك للبائع فيما يبعه لنفسه، وكونه مقدور التسليم فلم ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم ـــــ ولا بيع معجوز التسليم۔ (الشامية: (۵۰۵/۴)، كتاب البيوع، مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة، ط: سعيد)۔

البحر الرائق: (۲۵۹/۵)، كتاب البيع، ط: سعيد۔

وبيع ما ليس فيه ملكه) لبطلان بيع المعدوم۔

قوله: وبيع ما ليس في ملكه) ـــــ بأن المراد بيع ما سيملكه قبل ملكه۔

قوله: لبطلان بيع المعدوم) إذ من شرط المعقود عليه: أن يكون موجودا مالا متقوما مملوكا في نفسه، وأن يكون ملك البائع فيما يبيعه لنفسه، وأن يكون مقدور التسليم۔ (الدر مع الرد: (۵۸/۵، ۵۹)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الآدمي مكرم شرعا ولو كافرا، ط: سعيد)۔

ومنها أن يكون المبيع معلوما والثمن معلوما علما يمنع من المنازعة، فالمجهول جهالة مفضية إليها غير صحيح۔ (البحر الرائق: (۲۶۰/۵)، كتاب البيع، ط: سعيد)۔

جهالة المبيع والثمن مفسد للبيع۔ (مجمع الأنهر: (۲۶/۳)، كتاب البيوع، باب الخيارات، خيار الشرط، ط: دار الكتب العلمية)

شیئرز کی دلالی

’’شیئرز کمپنی کے آرٹیکلز میں یہ شق موجود ہے‘‘ عنوان کے تحت دیکھیں۔

شیئرز کے کاروبار ناجائز تو تجارت کیسے چلے گی

بعض لوگ کہتے ہیں کہ پاکستان میں کوئی کمپنی یا ادارہ ایسا نہیں مل سکتا جس میں واقعی شرعی اصول کے مطابق کاروبار ہوتا ہو، ایسے حالات میں اگر شیئرز کی خرید فروخت ناجائز ہو تو تجارت اور کاروبار کیسے چلے گا، پھر تو شیئرز کی خرید و فروخت کو بالکل بند کرنا پڑے گا، اور یہ ممکن نہیں۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ شیئرز جاری کرنے والے سرکاری یا نیم سرکاری ادارے اور کمپنیاں ہوں یا غیر سرکاری ادارے اور کمپنیاں، اگر ان کے شیئرز کی خرید وفروخت بند کردی جائے تو قیامت نہیں آئے گی، آسمان نہیں ٹوٹے گا، زمین نہیں پھٹے گی کیونکہ اس کے علاوہ کاروبار اور تجارت کی بے شمار اقسام، اور ذرائع آمدنی کے بے شمار طریقے موجود ہیں۔

مروجہ شیئرز کی خرید وفروخت کا جو رواج ہے، اسے نصف صدی سے زیادہ مدت نہیں ہوئی اس سے پہلے دوسرے کاروبار چلتے تھے آج بھی اسی طرح ممکن ہے، لہٰذا اگر حلال کمائی کی نیت ہو اور زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی حرص اور لالچ نہ ہو، اور حلال کمائی پر پابندی کرنے کا ارادہ ہو تو شیئرز کی خرید وفروخت کو چھوڑنے میں کوئی حرج واقع نہ ہوگا، بلکہ خود بخود یہ ناجائز ادارے اور کمپنیاں ختم ہوجائیں گی۔

اگر تاجر حضرات مل کر کوشش کریں اور جائز طریقے اپنانے پر اتفاق کرلیں، تو یہ کر سکتے ہیں، غرض کہ ناجائز طور پر شیئرز کی خرید وفروخت کرنے کا مسئلہ کوئی ایسا نہیں ہے کہ اس کو چھوڑنے سے معیشت بیٹھ جائے گی، اور ملک تباہ ہوجائے گا، لوگ

بھوکے پیاسے مرجائیں گے بلکہ شیئرز کی مارکیٹ کریش ہونے کی صورت میں یہ کاروبار چلانے والے لوگ تباہ و برباد ہوجاتے ہیں اور سب کچھ فروخت کر کے فقیر بن کر روڈ پر آجاتے ہیں۔

مزید یہ کہ اگر بالفرض ان اداروں اور کمپنیوں کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہے اور حکومت اس ناجائز کاروبار کو ختم کرنے پر راضی نہیں ہوتی اور وہ کمپنی والے بھی اسلام کے اصول تجارت پر کمپنی اور کاروبار چلانے پر راضی نہیں ہوتے، تو ایسے حالات میں جو مسلمان اپنے ایمان کی حفاظت کرنا چاہتا ہے، اور اپنے اعمال کی اصلاح کرنے کی سعی اور کوشش کرتا ہے، اور اس کو آخرت کا خوف ہے، اس کے لئے تو یہی راستہ متعین ہے کہ خود ناجائز ذرائع آمدنی اختیار کرنے سے پرہیز کرے، اور اپنے عزیز و اقارب کو اس سے بچانے کی سعی کرے اور عامۃ الناس کو اس طرح کے جرائم اور گناہوں سے آگاہ کرے تاکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری پوری ہوجائے، بس اس طرح حکومت اور ناجائز کاروبار چلانے والوں اور اس کو فروغ دینے والوں پر جو گناہ ہوگا اس سے پرہیز کرنے والے اس گناہ میں شریک ہونے سے بچ جائیں گے۔ (۱)

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: »يأتي على الناس زمان، لا يبالي المرء ما أخذ منه، أمن الحلال أم من الحرام۔ (صحيح البخاري: (۲۷۶/۱)، كتاب البيوع، باب من لم يبال من حيث كسب المال، ط: قديمي)۔

مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۱)، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الأول، ط: قديمي۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان۔ (صحيح مسلم: (۵۱/۱)، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان، ط: قديمي)۔

مشكاة المصابيح: (ص: ۴۳۶)، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، ط: قديمي)

(وعن أبي بكر الصديق رضي الله عنه قال يا أيها الناس إنكم تقرؤون هذه الآية =

شیئرز میں منافع کی تقسیم

شیئرز کمپنی پورے سال کاروبار کرنے کے بعد سالانہ نفع کا حساب لگاتی ہے، اور یہ طے کرتی ہے کہ نفع کتنا ہوا؟ اس کے بعد اس منافع کا کچھ حصہ احتیاط کے طور پر محفوظ کرلیتی ہے تاکہ آئندہ کمپنی کو کوئی نقصان ہو تو اس سے اس کا تدارک کیا جاسکے اس کو انگریزی زبان میں **RESERVE** کہتے ہیں (واضح رہے کہ شریعت میں اس طرح منافع کا کچھ حصہ احتیاط کے طور پر محفوظ کرلینا اور حصہ داروں کے درمیان پورے نفع کو تقسیم نہ کرنا درست نہیں ہے بلکہ خرچہ منہا کرنے کے بعد پورے نفع کو شیئرز کے تناسب سے تقسیم کرنا ضروری ہے)۔ (۱)

= يا أيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم لا يضركم من ضل إذا اهتديتم) أي الزموا حفظ أنفسكم عن المعاصي فإذا حفظتم أنفسكم لم يضركم إذا عجزتم عن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر ضلال من ضل بارتكاب المناهي إذا اهتديتم إلى اجتنابها (فإني) قال الطيبي الفاء فصيحة تدل على محذوف كأنه قال إنكم تقرؤون هذه الآية وتجرون على عمومها وتمتنعون عن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر وليس كذلك فإني (سمعت رسول الله يقول إن الناس إذا رأوا منكرا فلم يغيروه) أي مع القدرة على إنكاره (يوشك أن يعمهم الله بعقابه)۔ (مرقاة المفاتيح: (۹/ ۳۳۱) ، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الثاني، ط: رشيديه)۔

(۱) يقسم الشريكان الربح بينهما على الوجه الذي شرطاه يعني إن شرطا تقسيمه متساويا فيقسمانه على التساوي، وإن شرطا تقسيمه متفاضلا كالثلث والثلثين مثلا فيقسم حصتين أوحصة۔ (شرح المجلة لسليم رستم باز: (۲/ ۵۸۰)، المادة: ۱۳۹۰)، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل السادس: في شركة العنان، المبحث الأول، ط: مكتبه فاروقية)۔

▭ شرح المجلة لخالد الأتاسي: (۴/ ۳۱۴)، المادة: ۱۳۹۰، ط: رشيديه)۔

▭ الشامية: (۴/ ۳۱۳)، كتاب الشركة، مطلب: في تحقيق حكم التفاضل في الربح، ط: سعيد۔

▭ وعن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا تظلموا ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه۔ (مشكاة المصابيح: ص: ۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ط: قديمي)۔

▭ لايحل لامرئ من مال أخيه شيئ إلا بطيب نفس منه۔ (كنز العمال: (۱۰/ ۶۳۸)، رقم الحديث: ۳۰۳۴۵، كتاب الغصب من قسم الأقوال، ط: مؤسسة الرسالة) =

احتیاطی حصہ نکالنے کے بعد جو نفع شیئرز ہولڈرز میں تقسیم ہوتا ہے اس کو ڈیویڈنڈ (DIVIDEND) کہتے ہیں۔ (۱)

شیئرز کمپنی کے آرٹیکلز میں یہ شق موجود ہے

شیئرز کمپنی کے آرٹیکلز میں یہ شق موجود ہوتی ہے کہ ڈائریکٹروں کو سود پر لین دین کا اختیار ہوگا اور وہ اس پر عمل بھی کرتے ہیں لہٰذا جب کوئی شخص کمپنی کے شیئرز خریدتا ہے تو اس شرط کو تسلیم کرتے ہوئے خریدتا ہے، چونکہ یہ شرط ناجائز ہے لہٰذا اس شرط کی وجہ سے بھی شیئرز کی خرید و فروخت اور ان کی دلالی سب ناجائز ہے، (۲) ہاں اگر کوئی کمپنی اس قسم کی شرط سے پاک ہو اور سرمایہ اور کام حلال ہو تو اس کی خرید و فروخت اور دلالی سب جائز ہوگا لیکن ایسی کمپنیاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ (۳)

= لایجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي۔(الشامية:(۲۱/۴)، کتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال، ط:سعید)۔

البحر الرائق:(۴۱/۵)، کتاب الحدود، فصل في التعزير، ط:سعيد۔

الفتاوى الهندية:(۱۶۷/۲)، کتاب الحدود، الباب السابع في حد القذف والتعزير، فصل في التعزير، ط:رشيديه)۔

(۱) اسلام اور جدید معیشت و تجارت: ص:۶۱، کمپنی کا انتظامی ڈھانچہ، عنوان: منافع کی تقسیم، مکتبہ معارف القرآن۔

(۲) عن جابر رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال: "هم سواء" (الصحيح لمسلم:(۲۷/۲)، کتاب المساقات والمزارعة، باب الربا، ط:قديمي)

هذا تصريح بتحريم كتابة المبايعة بين المترابيين والشهادة عليهما۔(شرح النووي على الصحيح مسلم:(۲۸/۲)، أيضا، ط:قديمي)۔

لما أخذ المرابي زيادة على القرض فهو في حكم الغصب والرشوة، ومن كان ماله متمحضا من الربا، لا يجوز قبول الهدية منه ولا إجابة دعوته ولا عقد الشراء أو البيع۔(فقه البيوع: (۱۰۶۰/۲)، المبحث العاشر: في احكام المال الحرام، حكم الفنادق والمطاعم التي تباع فيها الخمور، ط:مكتبه معارف القرآن)

آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام لا يقبل، ولا يأكل ما لم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه، وإن كان غالب ماله حلالا لا بأس بقبول هديته والأكل منها۔ =

شیئر کو قبضہ سے پہلے آگے فروخت کرنا

آج کل اسٹاک مارکیٹ میں شارٹ سیل (Short Sales) کا طریقہ رائج ہے، اس میں آدمی ایسے شیئرز کو بیچ دیتا ہے، جس کا وہ ابھی تک مالک نہیں ہوتا لیکن اسے یہ امید ہوتی ہے، کہ وہ کلیئرنگ سے قبل مارکیٹ سے سستے داموں میں حاصل کر کے خریدار کے حوالے کر دے گا، تو یہ غیر ملکیتی شیئرز کو بیچنا جائز نہیں

= (الفتاوى الهندية: (۳۴۳/۵)، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، ط: رشيديه)

وذهب بعض الفقهاء ومن بينهم الغزالي إلى أنه يحرم التعامل مع من غالب ماله من الحرام. وقال العز بن عبد السلام في معاملة من اعترف بأن أكثر ماله حرام: إن غلب الحرام عليه بحيث يندر الخلاص منه لم تجز معاملته ـــــ وإن غلب الحلال ـــــ جازت المعاملة ـــــ وبين هاتين الرتبتين من قلة الحرام وكثرته مراتب محرمة ومكروهة ومباحة، وضابطها: أن الكراهة تشتد بكثرة الحرام وتخف بكثرة الحلال. (الموسوعة الفقهية الكويتية: (۱۳۰/۳۱)، حرف الغين، غالب، د معاملة من غالب ماله حرام، ط: دار الصفوة).

أن يكون التصرف مباحا شرعا، فلايجوز التوكيل في فعل محرم شرعا كالغصب، أو الإعتداء على الغير. (الفقه الإسلامي وأدلته: (۱۵۴/۴)، باب الوكالة، شروط الوكالة، ط: حقانيه، پشاور).

وزاد في البحر: قيد أن يكون العمل حلالا، لما في البزازية: لواشتركا في عمل حرام لم يصح. اهـ (الشامية: (۳۲۲/۴)، كتاب الشركة، مطلب في شركة التقبل، ط: سعيد).

البحر الرائق: (۱۸۱/۵)، كتاب الشركة، ط: سعيد.

(۳) شركة العنان: وهي أن يشترك اثنان في مال لهما على أن يتجرا فيه والربح بينهما، وهي جائزة بالإجماع كما ذكر ابن المنذر. (الفقه الإسلامي وأدلته: (۷۹۷/۴)، الفصل الخامس: الشركات، المطلب الأول ـــــ شركة العنان، ط: دار الفكر، بيروت).

أما شركة العنان فهي أن يشترك اثنان في نوع من التجارات بر أو طعام أو يشتركان في عموم التجارات ولا يذكران الكفالة خاصة، كذا في فتح القدير، وصورتها أن يشترك اثنان في نوع خاص من التجارات أو يشتركان في عموم التجارات. (الفتاوى الهندية: (۳۱۹/۲)، الباب الثالث في شركة العنان، ط: رشيديه)

الدر مع الرد: (۳۱۱/۴، ۳۱۲)، كتاب الشركة، مطلب في شركة العنان، ط: سعيد.

ہے۔ (۱)

مزید یہ کہ اگر مارکیٹ میں مندی کے بجائے تیزی غالب رہے، تو شارٹ سیل (Short Sales) کرنے والوں کو اچھا خاصا نقصان اٹھانا پڑتا ہے، جب بھی اسٹاک مارکیٹ کسی بحران سے دو چار ہوتی ہے اس میں شارٹ سیل کا نمایاں کردار ہوتا ہے۔

---

(۱) (وبيع ماليس في ملكه) لبطلان بيع المعدوم۔

(قوله: وبيع ماليس في ملكه)... بأنّ المراد ماسيملكه قبل ملكه۔

(قوله: لبطلان بيع المعدوم) إذ من شرط المعقود عليه أن يكون موجودًا مالاً متقومًا في نفسه وأن يكون ملك البائع فيما يبيعه لنفسه۔ (الدر المختار مع الرد: (۵۸/۵، ۵۹) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الآدمي مكرم شرعًا ولو كافرًا، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۲۵۹/۵) كتاب البيع، ط: سعيد۔

شامی: (۵۰۵/۴) كتاب البيوع، مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة، ط: سعيد۔

صارفین

صارفین کو چاہیے کہ آخرت کے حساب و کتاب سے ڈریں، بلا ضرورت کوئی چیز نہ خریدیں، ورنہ قرض کا بوجھ بڑھتا جائے گا، غربت اور تنگی میں اضافہ ہوتا جائے گا، آخر میں اپنا اور اپنے زیر کفالت افراد کا حق ادا کرنا مشکل ہو جائے گا، نتائج اور انجام سے بے خبر لوگ غیر ضروری چیزوں کو خریدنا لازم سمجھتے ہیں جو بعد میں پورا کرنا مشکل ہو جاتا ہے، اس لئے ہر معاملہ میں میانہ روی اختیار کریں، اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا [1]

ترجمہ: اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیے، اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہیے ورنہ الزام خوردہ تہی دست ہو کر بیٹھے رہو گے۔ [2]

وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا [3]

ترجمہ: وہ (رحمن کے خاص بندے) جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچ کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس (افراط و تفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔ [4]

---

(۱) [الاسراء: ۲۹]
(۲،۴) (بیان القرآن)
(۳) [الفرقان: ۶۷]

صانع کا بذات خود مطلوبہ چیز بنانا

☆ مارکیٹنگ میں یہ ضروری نہیں کہ پروڈکٹ کی تیاری میں صانع (مینو فیکچرر) خود ہی مطلوبہ چیز بنائے، بلکہ اگر وہ چاہے تو خود اس کو تیار کرے یا کسی دوسرے صانع سے وہ چیز بنوائے، لیکن اگر کہیں صورت حال ایسی ہو کہ آرڈر دینے والا صانع سے یہ کہے کہ یہ چیز آپ سے اس لئے بنوار ہا ہوں کہ آپ ہی یا آپ کا کارخانہ ہی میرے لئے یہ پروڈکٹ بنائے گا، تو اس صورت میں اس صانع یا اس کے کارخانہ کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ پروڈکٹ اپنے کارخانہ یا فیکٹری سے بنوا کر دے۔

☆ اگر کسی جگہ صانع پر واضح طور پر یہ شرط نہیں لگائی جاتی، لیکن قرائن ایسے موجود ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس صانع کے پاس لوگ اس کے بہترین کام اور اعلیٰ مصنوعات کی وجہ سے آتے ہیں، تو ایسی صورت حال میں بھی صانع کے ذمے یا کارخانے کے ذمہ خود کام کرنا ضروری ہوگا۔ (۱)

---

(۱) وللأجير أن يعمل بنفسه وأجرائه إذا لم يشترط عليه في العقد أن يعمل بيده لأن العقد وقع على العمل والإنسان قد يعمل بنفسه وقد يعمل بغيره ولأن عمل أجرائه يقع له فيصير كأنه عمل بنفسه إلا إذا شرط عليه عمله بنفسه لأن العقد وقع على عمل من شخص معين والتعيين مفيد لأن العمال متفاوتون في العمل فيتعين فلا يجوز تسليمها من شخص آخر من غير رضا المستأجر۔ (بدائع الصنائع: (۲۰۸/۴)، كتاب الإجارة، فصل وأما صفة الإجارة، ط: سعيد)۔

☐ لو أطلق العقد حين الإستجار فللأجير أن يستعمل غيره) أى أنه إذا لم يقيد الأجر بأن يعمل بنفسه۔۔۔ فللأجير أن يستعمل غيره كوكيله۔۔۔ لأن المستأجر باطلاقه يكون راضيا بعمل غيره أيضا۔۔۔ وقال الشلبي: لأن المطلق ينصرف إلى المعتاد والمتعارف فيما لم يشترط۔ (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۶۵۸/۱)، المادة: ۵۷۲، الكتاب الأول البيوع، الباب السادس، الفصل الرابع في بيان إجارة الآدمي، ط: دار الجيل)۔

☐ المعروف عرفا كالمشروط شرطا۔

☐ المعروف بين التجار كالمشروط بينهم۔

☐ التعيين بالعرف كالتعيين بالنص۔ (شرح المجلة لسليم رستم باز: (۳۰/۱، ۳۱)، رقم المادة: ۴۳، ۴۴، ۴۵، المقالة الثانية في بيان القواعد الكلية الفقهية، ط: مكتبه فاروقيه)

صبح صبح دکان کھولیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا مختلف کتابوں میں منقول ہے:

اللّٰهم بارک لأمّتي في بكورها

ترجمہ: اے اللہ! میری امت کے صبح ہی صبح کام میں برکت عطا فرمائے۔

حضرت صخر رضی اللہ عنہ کا یہ قول امام ترمذی نے نقل فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کوئی لشکر روانہ فرماتے تو صبح ہی روانہ فرماتے تھے، اور حضرت صخر رضی اللہ عنہ خود بھی تاجر تھے وہ جب اپنے ملازمین کو تجارت کے لیے بھیجتے تو صبح ہی کو بھیجتے، چنانچہ انہیں تجارت میں خوب نفع ہوا، اور ان کی تجارت میں بڑا اضافہ ہوا۔[۱]

صبح نکلنا برکت کا باعث ہے

تجارت اور کاروبار کے لیے صبح نکلنا برکت کا باعث ہے اور صبح فجر کی نماز کے بعد نہ سوئیں، اس سے رزق میں تنگی آتی ہے، فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے بعد وظائف، قرآن مجید کی تلاوت اور دیگر اعمال پورا کرنے کے بعد ناشتہ کرے پھر صبح ہی تجارت اور کاروبار کے لیے نکل جائیں۔

---

(۱) عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اللّٰهم بارک لأمّتي في بكورها۔ (مسند أحمد: (۱۵۳/۱) رقم الحديث: ۵۳۱۹، مسند الخلفاء الراشدين، مسند علي بن أبي طالب رضي الله عنه، ط: مؤسسة قرطبه)

وفيه أيضا: (۱۵۴/۱، ۱۵۵) أيضا، ط: مؤسسة قرطبه۔

عن صخر الغامدي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اللّٰهم بارک لأمّتي في بكورها، قال: وكان إذا بعث سرية، أو جيشا، بعثهم أوّل النهار، وكان صخر رجلا تاجرا، وكان إذا بعث تجارة بعثهم أوّل النهار، فأثرى وكثر ماله۔ (سنن الترمذي: (۲۳۰/۱) أبواب البيوع، باب ماجاء في التكبير بالتجارة، ط: سعيد)

سنن أبي داود: (۳۷۴/۱) كتاب الجهاد، باب في الابتكار في السفر، ط: رحمانيه۔

سنن ابن ماجه: (ص: ۱۶۲) أبواب التجارات، باب مايرجى من البركة في البكور، ط: قديمي۔

حضرت صخر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! میری امت کے لئے دن کے اول حصہ میں برکت عطا فرمائے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی جماعت یا لشکر روانہ فرماتے تو دن کے اول حصہ میں روانہ فرماتے۔

اور حضرت صخر رضی اللہ عنہ تاجر تھے، وہ تجارت کا سامان دن کے اول حصہ میں بھیجا کرتے تھے، جس کی وجہ سے ان کو بہت نفع ملتا اور ان کے مال میں بہت اضافہ ہوتا۔[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ رزق حاصل کرنے کے لیے دن کے شروع کا وقت منتخب کرو، کیوں کہ دن کے شروع کے وقت میں برکت اور کامیابی ہے۔[2]

صحابہ کرام کا پیشہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی تعداد تاجر تھی، مکہ مکرمہ سے آئے ہوئے مہاجرین پہلے ہی سے تجارت کرتے تھے، مدینہ منورہ کے انصار کا اصل کام

---

(۱) عن عمارة بن حديد عن صخر الغامدي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اللهم بارك لأمتي في بكورها، قال: وكان إذا بعث سرية أو جيشا بعثهم في أوّل النهار۔ قال: وكان صخر رجلا تاجرا، فكان يبعث تجارته في أوّل النهار فأثرى وكثر ماله۔ (سنن ابن ماجه: (۱۶۲/۲) أبواب التجارات باب مايرجى من البركة في البكور، ط: قديمي)

☐ جامع الترمذي: (۲۳۰/۱) أبواب البيوع، باب ماجاء في التكبير في التجارة، ط: سعيد۔

☐ سنن أبي داود: (۳۷۴/۱) كتاب الجهاد، باب في الابتكار في السفر، ط: رحمانيه۔

(۲) وعن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: باكروا طلب الرزق، فإنّ الغدو بركة ونجاح۔ (مجمع الزوائد: (۶۱/۴) رقم الحديث: ۶۲۲۰، كتاب البيوع، باب البكور ومافيه من البركة، ط: مكتبة القدس القاهرة)

☐ الترغيب والترهيب: (۳۳۵/۲) رقم الحديث: ۲۶۲۶، كتاب البيوع، الترغيب في البكور في طلب الرزق وغيره، ط: دار الكتب العلمية۔

☐ المعجم الأوسط للطبراني: (۱۹۳/۷) رقم الحديث: ۷۲۵۰، باب الميم، من اسمه: محمد، ط: دار الحرمين القاهرة۔

زراعت اور باغبانی تھا، مگر ان میں بہت سے حضرات تاجر تھے۔[1]

(۳۰۴) صحیح چیز میں ردی کی ملاوٹ کر کے فروخت کرنا

’’ملاوٹ‘‘ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۸۶/۲)

صدقات سے مال میں اضافہ ہوتا ہے

صدقات سے مال گھٹتا نہیں ہے، بلکہ بڑھتا ہے، اس لیے تاجروں کو چاہیے کہ صدقہ کرنے کی عادت بنالیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی جنگل میں جا رہا تھا، اس نے بادل سے ایک آواز سنی جیسے کوئی کہہ رہا ہے کہ جا کر فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر دو، وہ بادل ایک طرف چلا پھر وہاں پتھریلی زمین پر برسا، ایک نالی نے وہ سارا پانی جمع کیا، اس آدمی نے اس پانی کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کیا، آگے چل کر اس نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے باغ کو سیراب کرنے کے لیے بیلچہ سے اس نالی کو درست کر رہا ہے، اس کے درست کرنے کے ساتھ ہی بارش کا یہ پانی وہاں پہنچ گیا۔

---

(۱) قال ابن المسيب ان ابا هريرة قال : يقولون ان أبا هريرة قدأكثر والله الموعد ويقولون مابال المهاجرين والأنصار لا يتحدثون مثل أحاديثه ؟ وسأخبركم عن ذلك ان اخواني من الأنصار كان يشغلهم عمل أرضيهم وان اخواني من المهاجرين كان يشغلهم الصفق بالأسواق، وكنت ألزم رسول الله صلى الله عليه وسلم على ملء بطني ــــ الحديث۔ (الصحيح لمسلم (۳۰۱/۲) كتاب الفضائل، باب من فضائل أبي هريرة رضي الله عنه، ط: قديمي)

قال العارف الفاسي في تشنيف المسامع : المعروف بالزراعة هم الأنصار، وأما قريش فانما لهم التجارة لا الفلاحة اذ ليست مكة بلاد زرع۔ (التراتيب الادارية (۳۳/۲) القسم التاسع في ذكر حرف وصناعات ــ الخ، الباب الأول، الزراعة والغراسة، ط: دار الأرقم۔

وكان المهاجرون تجاراً والأنصار أصحاب زرع۔ (عمدة القاري (۲۳۱/۱۱) كتاب البيوع، باب ما جاء في قول الله تعالى "فاذا قضيت الصلوة فانتشروا في الأرض ــ الخ، ط: دار الكتب العلمية۔

یہ شخص اللہ تعالیٰ کی اس قدرت پر بہت متعجب ہوا، اور باغ والے سے پوچھنے لگا، اللہ کے بندے تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے وہی بتایا جو اس نے بادل سے سنا تھا، اب باغ والے نے اس شخص سے پوچھا: اللہ کے بندے تم میرا نام کیوں پوچھتے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ میں نے اس بادل سے جس کے پانی سے تو اپنا باغ سیراب کر رہا ہے، یہ آواز سنی تھی کہ جا کر فلاں شخص کے باغ کو سیراب کرو، اس میں آپ کا ہی نام لیا گیا تھا، اب آپ یہ بتاؤ کہ آپ کا کون سا عمل ہے، جس کی وجہ سے اللہ آپ پر اتنا مہربان ہے؟ باغ والا کہنے لگا: اب جب کہ آپ نے یہ بات سن ہی لی ہے تو میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔ اس باغ سے جو پیداوار ہوتی ہے، اس کا ایک تہائی حصہ میں صدقہ کرتا ہوں، ایک تہائی میں اور میرے اہل وعیال کھاتے ہیں، اور ایک تہائی اس باغ میں لوٹا دیتا ہوں، یعنی اگلی فصل کے اخراجات پر صرف کرتا ہوں۔ (۱)

یہ ہیں وہ وسائل جن تک انسانی عقل کی رسائی ممکن نہیں ہے۔

صدقات نہ کرنے سے مال تباہ ہو جاتا ہے

کسی آدمی کا ایک باغ تھا جو بھرپور فصل دیتا تھا، اس آدمی کا پوری زندگی یہ

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه: عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: بينا رجل بفلاة من الأرض فسمع صوتًا من سحابة: اسق حديقة فلان، فتنحى ذلک السحاب فأفرغ ماءه في حرة، فإذا شرجة من تلک الشراج، قد استوعبت ذلک الماء كله، فتتبع الماء فإذا رجل قائم في حديقته يحول الماء بمسحاته، فقال له: يا عبد الله ما اسمک؟ قال: فلان۔ للاسم الذي سمع في السحابة فقال له: يا عبد الله لم تسألني عن اسمي؟ فقال: إني سمعت صوتًا في السحاب الذي هذا ماءه يقول: اسق حديقة فلان لاسمک فما تصنع فيها؟ قال: أما إذا قلت هذا فإني أنظر إلى مايخرج منها فأتصدق بثلثه وآكل أنا وعيالي ثلثا وأرد فيها ثلثه۔ (صحيح مسلم: (۲/۴۱۱) كتاب الزهد، باب فضل الإنفاق على المساكين وابن السبيل، ط: قديمى)

مسند أحمد: (۲/۲۹۶) رقم الحديث: ۷۹۲۸، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، ط: مؤسسة قرطبة۔

مشكاة المصابيح: (ص: ۱۶۵) كتاب الزكاة، باب الإنفاق و كراهية الإمساک، الفصل الثالث، ط: قديمى۔

دستور رہا کہ جب بھی پھل کی فصل اٹھاتا تو اس کے تین حصے کرتا، ایک حصہ تو خود اپنے گھر کی ضروریات کے لیے رکھ لیتا، دوسرا حصہ قریبی رشتہ داروں اور ہمسایوں میں تقسیم کر دیتا، اور تیسرا حصہ فقراء ومساکین میں تقسیم کر دیتا، اس کی اس سخاوت کی وجہ سے اس کا باغ سب سے بڑھ کر فصل دیتا، کٹائی کے دن فقیر ومساکین موقع پر پہنچ جاتے اور اس سے اپنا اپنا حصہ وصول کر لیتے۔

جب اس آدمی کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹوں کو خیال آیا کہ ہمارا باپ تو ساری عمر اس باغ کی فصل کو ادھر ادھر تقسیم کر کے اپنی کمائی کو لٹاتا رہا، اس باغ کی زمین بہت زرخیز ہے جو اردگرد کی زمینوں سے کئی گنا زیادہ فصل دیتی ہے، مگر ہمارے باپ نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا، اور زندگی بھر مفلس ہی رہا، اب یہ رواج ختم کر دینا چاہیے، باغ ہمارا ہے اور اس پر ہمارا حق ہے، چنانچہ انہوں نے آپس میں طے یہ کیا کہ جب کٹائی کا موقع آئے تو راتوں رات سب کچھ کر لیا جائے تاکہ غریب اور مسکین لوگ نہ آئیں، اور ہمیں تنگ نہ کریں، اور ہم برے نہ بنیں۔

جب کٹائی کا وقت آگیا تو وہ راتوں رات خوشی خوشی اچھلتے کودتے اپنے باغ کی طرف روانہ ہوئے، ادھر اللہ کا کرنا یوں ہوا کہ اسی رات سخت آندھی اور طوفان آیا، جس میں آگ تھی، آندھی کے ذریعہ وہ آگ باغ کے درختوں تک پہنچ گئی اور تھوڑے ہی دیر میں انہیں جلا کر راکھ کر گئی، آن کی آن میں سارا باغ جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا، جب یہ عقلمند ہوشیار بیٹے وہاں پہنچے تو نقشہ ہی بدلا ہوا تھا، انہیں وہاں باغ نام کی کوئی چیز نظر نہ آئی، سوچ میں پڑ گئے کہ ہم شاید رات کے اندھیرے میں کسی غلط جگہ پر پہنچ گئے ہیں، پھر جب کچھ حواس درست ہوئے تو ان پر حقیقت ظاہر ہوئی کہ ان کی نیت کا فتور آندھی کا عذاب بن کر ان کے باغ کو بھسم کر گیا، اب وہ ایک دوسرے کو ملامت اور برا بھلا کہنے لگے، ایک کہتا ہے تم ہی نے ترغیب دی تھی، دوسرا کہتا ہے یہ مشورہ تو

...ارا تھا، مگر اب پچھتانے سے کچھ ہو نہیں سکتا تھا، جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔

باپ کو سخاوت، ہمدردی اور صدقہ خیرات کا صلہ ملتا رہا کہ اس کا باغ سب ...ے بڑھ کر پھل لاتا تھا، اور جتنا دوسروں پر خرچ کرتا اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اسے ...زتا مگر جب اس کے انتقال کے بعد بیٹوں پر بخل اور حرص غالب آئی اور صدقہ ...رات سخاوت اور ہمدردی کو روکنے کی نیت کی تو آندھی اور طوفان نے باغ کو صفحۂ ...تی سے ملیامیٹ کر دیا، اس وقت زمین کی زرخیزی اور تدبیر کوئی کام نہیں آئی۔[1]

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ صدقہ خیرات، ہمدردی، سخاوت، اچھا سلوک اور ...ب نیتی، ایسے وسائل ہیں جو نظر تو نہیں آتے مگر رزق میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ اور نیت ...ں فتور آنے کی صورت میں نظر میں نہ آنے والے وسائل سے رزق کو چھین لیتا ہے۔

---

(1) قد ذكر بعض السلف أن هؤلاء قد كانوا من أهل اليمن، قال سعيد بن جبير: كانوا من قرية يقال لها: ...روان، على ستة أميال من صنعاء، وقيل: كانوا من أهل الحبشة وكان أبوهم قد خلف لهم هذه الجنة، ...كانوا من أهل الكتاب، وقد كان أبوهم يسير فيها سيرة حسنة، فكان ما يستغله منها يرد فيها ما يحتاج ...ه ويدخر لعياله قوت سنتهم، ويتصدق بالفاضل، فلما مات وورثه بنوه، قالوا: لقد كان أبونا أحمق إذ ...ان يصرف من هذه شيئا للفقراء، ولو أنا منعناهم لتوفر ذلك علينا۔ فلما عزموا على ذلك عوقبوا ...قيض قصدهم، فأذهب الله ما بأيديهم بالكلية، رأس المال والربح والصدقة، فلم يبق لهم شيئ۔ ...تفسير ابن كثير: (٢٨٢/٦) سورة القلم، الآية: ٣٣، ط: رشيديه)

...هم ناس من الحبشة كانت لأبيهم جنة كان يطعم المساكين منها، فلما مات أبوهم، قال بنوه: والله إن ...ان أبونا لأحمق حين يطعم المساكين، فاقسموا ليصرمنها مصبحين، ولا يستثنون، ولا يطعمون ...سكينا... عن قتادة، في قوله: "ليصرمنها مصبحين" قال: كانت الجنة لشيخ، وكان يتصدق، فكان ...وه ينهونه عن الصدقة، وكان يمسك قوت سنته، وينفق ويتصدق بالفضل فلما مات أبوهم غدوا ...عليها فقالوا: { لا يدخلنها اليوم عليكم مسكين } ... يقول تعالى ذكره: فلما صار هؤلاء القوم إلى ...جنتهم، ورأوها محترقا حرثها، أنكروها وشكوا فيها، هل هي جنتهم أم لا؟ فقال بعضهم لأصحابه ظنا منه ...أنهم قد أغفلوا طريق جنتهم، وأن التي رأوا غيرها: إنا أيها القوم لضالون جنتنا، فقال من علم أنها جنتهم، ...وأنهم لم يخطئوا الطريق: بل نحن أيها القوم محرومون، حرمنا منفعة جنتنا بذهاب حرثها۔ (تفسير ...الطبري: (٥٤٣/٢٣، ٥٤٩) سورة القلم، ط: مؤسسة الرسالة)

...تفسير فتح القدير للشوكاني: (٣٢٣/٥) سورة القلم، ط: دار ابن كثير۔

صدقہ کثرت سے کرنا

کاروباری حضرات کو کثرت سے صدقہ کرنے کی عادت بنانی چاہیے آسان اور بہتر صورت یہ ہے کہ آمدنی کا کچھ حصہ صدقہ کرنے کے لیے مخصوص کر دینا چاہیے، اس سے تجارت میں برکت ہوگی، محتاج لوگ دعائیں دیں گے، بلاء مصیبتیں دور ہوجائیں گی، اور خریدار حضرات زیادہ آئیں گے، چیزیں زیادہ فروخت ہوں گی، اور تجارت میں ترقی ہوگی۔

نیز تجارت میں بعض اوقات شریعت کے خلاف کام بھی سرزد ہوجاتے ہیں مثلاً قسم اٹھانا، دھوکہ دینا، عیب کا چھپالینا، بداخلاقی اور زیادہ نفع کمانا وغیرہ، صدقہ ان برائیوں کے لیے کفارہ بن جاتا ہے۔(۱)

صدقہ کرکے کاروبار کو پاک کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”یا معشر التجار ان الشیطان والاثم یحضران البیع فشوبوا بیعکم بالصدقة“(۲)

ترجمہ: اے تاجرو! شیطان اور گناہ کے خیالات فروخت کے وقت حاضر ہوتے ہیں، تو اپنی فروخت کو صدقہ سے ملا کر پاک کرلیا کرو۔

---

(۱) عن أبي وائل عن قيس بن أبي عزرة قال: كنا في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم نسمى السماسرة فمر بنا النبي صلى الله عليه وسلم فسمانا باسم هو أحسن منه، فقال: يا معشر التجار! إن الشيطان والإثم يحضران البيع، فشوبوا بيعكم بالصدقة۔ (أبو داو: (۱۱۷/۲) كتاب البيوع، باب في التجارة يخالطها الحلف واللغو، ط: رحمانية)

ابن ماجه: (ص: ۱۵۵) أبواب التجارات، باب التوقي في التجارة، ط: قديمي۔

جامع الترمذي: (۲۲۹/۱) أبواب البيوع، باب ماجاء في التجار وتسمية النبي صلى الله عليه وسلم إياهم، ط: سعيد۔

(۲) جامع الترمذی: (۱/ ۲۲۹)، ابواب البیوع، باب ماجاء فی التجار وتسمية =

صدقہ کے لیے آمدنی کا کچھ حصہ مقرر کرنا

''صدقہ کثرت سے کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۰۸/۴)

صرّاف

کرنسی کے کاروبار کرنے والوں کو عربی میں صرّاف کہا جاتا ہے۔

صفاتِ تاجر

''تاجر کی اچھی صفات'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۳۶/۲)

صفات کے متعلق عیب چھپانا

''چیز کی صفات کے متعلق کوئی عیب چھپانا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۷۲/۳)

صفت کی شرط لگا کر سودا کرنا

''خیار وصف'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۹۵/۳)

صفت مرغوب کی شرط لگا کر سودا کرنا

☆ اگر کسی چیز کو اس کی مرغوب صفت کی شرط لگا کر فروخت کیا گیا، بعد میں خریدار نے اس چیز میں وہ مرغوب صفت نہیں پائی، تو خریدار کو سودا ختم کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

مثلاً زمین فروخت کی اس شرط پر کہ اس میں درخت ہیں، لیکن خریدار نے

=النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ط: سعید۔

کنز العمال: (۴۷/۴)، رقم الحدیث: ۹۴۴۰، کتاب البیوع، الباب الثانی فی البیع، الفصل الأول فی آداب البیع، الفرع الثانی فی آداب متفرقة، ط: مؤسسة الرسالة۔

المعجم الکبیر للطبرانی: (۳۵۷/۱۸)، رقم الحدیث: ۹۱۳، باب القاف، من اسمه قیس، قیس ابن أبی عرزة الغفاری، ط: مکتبہ ابن تیمیة، القاهرة۔

خریدنے کے بعد زمین دیکھی تو اس میں درخت نہیں تھے، یا کپڑا فروخت کیا اس شرط پر کہ یہ جاپانی ہے لیکن خریدار نے خریدنے کے بعد دیکھا تو وہ جاپانی نہیں تھا، تو خریدار کو سودا ختم کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

اس صورت میں خریدار یہ نہیں کرسکتا کہ چیز اپنے پاس رکھ لے، اور مرغوب صفت نہ ہونے کی وجہ سے قیمت میں جو کمی آئے اس کی واپسی کا مطالبہ کرے، بلکہ چیز کو رکھنا ہے تو قیمت خرید پر رکھے ورنہ واپس کردے۔

☆ اور اگر خریدار نے لاعلمی میں اس چیز کو اس طرح استعمال کرلیا کہ اس کو واپس کرنا ممکن نہیں رہا، بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں وہ مرغوب صفت نہیں تھی، جس کی بیع کے وقت شرط لگائی گئی تھی، تو اس چیز کی مرغوب صفت کے ساتھ، اور اس صفت کے بغیر قیمت لگائی جائے گی اور قیمت کا فرق خریدار کو واپس دلوایا جائے گا۔[1]

---

(۱) (اشترى عبدا بشرط خبزه أو كتبه) أي حرفته كذلك (فظهر بخلافه) بأن لم يوجد معه أدنى ما ينطلق عليه اسم الكتابة أو الخبز (أخذه بكل الثمن) إن شاء (أو تركه) لفوات الوصف المرغوب فيه ولو ادعى المشتري أنه ليس كذلك لم يجبر على القبض حتى يعلم ذلك وكذا سائر الحرف اختيار، ولو امتنع الرد بسبب ما قوم كاتبا وغير كاتب ورجع بالتفاوت في الأصح۔

(قوله: أخذه بكل الثمن) لأن الأوصاف لا يقابلها شيء من الثمن ما لم تكن مقصودة در منتقى وقصد الوصف بإفراده بذكر الثمن كما مر فيما لو باع المذروع كل ذراع بكذا. (قوله: ورجع بالتفاوت) فإن كان بقدر العشر رجع بعشر الثمن بحر عن الذخيرة. قال ط: أي يعتبر التفاوت من الثمن فإن هذا البيع صحيح لا نظر فيه للقيمة. (قوله: في الأصح) وهو ظاهر الرواية، وفي رواية لا رجوع بشيء بحر. (الدر مع الرد: (۵۸۷/۴)، كتاب البيوع، باب خيار الشرط، ط: سعيد)۔

🗀 (اشترى جارية فوطئها أو قبلها أو مسها بشهوة ثم وجد بها عيبا لم يردها مطلقا) ولو ثيبا خلافا للشافعي وأحمد. ولنا أنه استوفى ماءها وهو جزؤها؛ ولو الواطئ زوجها، إن ثيبا ردها، وإن بكرا لا بحر (ورجع بالنقصان) لامتناع الرد.

وفي المنظومة المحبية: لو شرط بكارتها فبانت ثيبا لم يردها بل يرجع بأربعين درهما نقصان هذا العيب، وفي الحاوي والملتقط: الثيوبة ليست بعيب إلا إذا شرط البكارة فيردها لعدم المشروط۔

(قوله أو قبلها أو مسها بشهوة) قال في البزازية، قال التمرتاشي: قول السرخسي التقبيل بشهوة يمنع الرد محمول على ما بعد العلم بالعيب شرنبلالية. =

= قلت: يخالف هذا الحمل ما في الذخيرة: وإذ وطئها ثم اطلع على عيب لم يردها ويرجع بالنقصان سواء كانت بكرا أو ثيبا إلا أن يقبلها البائع كذلك، وكذا إذا كان قبلها بشهوة أو لمسها بشهوة، فإن وطئها أو قبلها بشهوة أو لمسها بشهوة بعد علمه بالعيب فهو رضا بالعيب فلا رد ولا رجوع بنقصان. اهـ. وكذا ما في الخانية: لو قبضها فوطئها بشهوة ثم وجد بها عيبا لا يردها بل يرجع بنقصان العيب إلخ.

(قوله ورجع بالنقصان) كذا في الدرر، ومثله في البحر عن الظهيرية عند قول الكنز: ومن اشترى ثوبا فقطعه إلخ وعزاه في الشرنبلالية إلى البدائع وغيرها، ومثله أيضا ما ذكرناه آنفا عن الذخيرة والخانية.

وفي كافي الحاكم: وطئها المشتري ثم وجد بها عيبا لا يردها به، ولكن تقوم وبها العيب، وتقوم وليس بها عيب فإن كان العيب ينقصها العشر يرجع بعشر الثمن. اهـ ملخصا.

وقال في الخلاصة: وفي الأصل: رجل اشترى جارية ولم ير أمن عيوبها فوطئها ثم وجد بها عيبا لا يملك ردها سواء كانت بكرا أو ثيبا نقصها الوطء أو لا، بخلاف الاستخدام، وكذا لو قبلها أو لمسها بشهوة ويرجع بالنقصان إلا أن يقول البائع أنا أقبلها. اهـ فهذا نص المذهب.

مطلب الأصل للإمام محمد من كتب ظاهر الرواية وكافي الحاكم جمع فيه كتب ظاهر الرواية فإن الأصل للإمام محمد من كتب ظاهر الرواية وكافي الحاكم جمع فيه كتب ظاهر الرواية للإمام كما ذكره في الفتح والبحر في مواضع متعددة، وبه سقط ما في الشرنبلالية حيث قال: وفي البزازية ما يخالفه حيث جوز الرجوع بالنقص مع المس والنظر ومنعه مع الوطء. اهـ.

قلت: وسقط به أيضا ما في البزازية أيضا من أن وطء الثيب يمنع الرد والرجوع بالنقصان وكذا التقبيل والمس بشهوة قبل العلم بالعيب وبعده، وكذا ما يأتي قريبا عن الخانية فافهم. (الدر مع الرد: (۵/۳۹، ۴۰)، كتاب البيوع، باب خيار العيب، ط: سعيد)۔

☐ إذا باع مالا بوصف مرغوب فظهر المبيع خاليا عن ذلك الوصف كان المشترى مخيرا إن شاء فسخ البيع، وإن شاء أخذه بجميع الثمن المسمى، ويسمى هذا خيار الوصف۔ مثلا لو باع بقرة على أنها حلوب فظهرت غير حلوب يكون المشترى مخيرا۔۔۔۔۔ لأن هذا وصف مرغوب فيه فيستحق بالشرط ويثبت بفواته الخيار للمشترى إن شاء فسخ البيع وإن شاء أخذ المبيع بكل الثمن المسمى، وليس له أن ينقص الثمن، لأن الأوصاف ما لم تكن مقصودة لا يقابلها شيئ من الثمن، كما لو اشترى أرضا على أن فيها كذا وكذا بيتا أو نخلة فوجدها ناقصة جاز البيع وخير المشترى إن شاء ترك وإن شاء أخذ بكل الثمن. (شرح المجلہ لسليم رستم باز: (۱/۱۳۲)، رقم المادة: ۳۱۰، الكتاب الأول فى البيوع، الباب السادس فى بيان الخيارات، الفصل الثانى فى بيان خيار الوصف، مكتبه فاروقيه)۔

☐ وفي الخانية باع أرضا على أن فيها كذا كذا نخلة فوجدها المشتري ناقصة جاز البيع ويخير المشتري إن شاء أخذها بجميع الثمن، وإن شاء ترك؛ لأن الشجر يدخل في بيع الأرض تبعا ولا يكون له قسط من الثمن۔ (البحر الرائق: (۵/۲۸۹)، كتاب البيع، فصل يدخل البناء والمفاتيح فى بيع الدار، ط: سعيد) =

☆اگر خریدار نے چیز میں مرغوب صفت نہ ہونے کے علم ہونے کے باوجود اسے اپنے لئے استعمال کرلیا تو اب خریدار اس چیز کو نہ واپس کرسکتا ہے، اور نہ قیمت میں کمی کا مطالبہ کرسکتا ہے۔(۱)

صکوک (SUKUK)

صکوک: کا معنی لغت میں ''دستاویز'' ہے، اور سادہ الفاظ میں صکوک سرمایہ کاری کے سرٹیفکیٹس کو کہتے ہیں۔

صکوک: اسلامی قوانین کے تحت سرمایہ حاصل کرنے کا ایک متبادل ذریعہ ہے، جس طرح لمبی مدت کا قرضہ لینے کے لیے سود پر مبنی بانڈز یا مختلف سرٹیفکیٹس جاری کیے جاتے ہیں اسی طرح جائز طریقے سے رواں سرمائے کی ضروریات کا انتظام کرنے کے لیے ''صکوک'' جاری کیے جاتے ہیں، جو صرف قرضوں کے بجائے جاری کرنے والے ادارے کے کاروباری اور مالی اثاثوں میں ملکیت کے دستاویزی ثبوت ہوتے ہیں۔

= الشامية: (۵۴۵/۴)، كتاب البيوع، مطلب المعتبر ما وقع عليه العقد وإن ظن البائع أو المشترى أنه قل أو أكثر، ط: سعيد۔

الخانية على هامش الهندية: (۱۵۸/۲)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، فصل فى الشروط المفسدة، ط: رشيديه۔

(۱) المشترى الذى له خيار الوصف إذا تصرف بالمبيع تصرف الملاک بطل خياره) ويصير البيع لازما۔ (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۳۰۸/۱)، المادة: ۳۱۲، الكتاب الأول البيوع، الباب السادس فى بيان الخيارات، الفصل الثانى فى بيان خيار الوصف، ط: دار الجيل)۔

المشترى الذى له خيار الوصف إذا تصرف بالمبيع تصرف الملاک بطل خياره) لأن تصرفه دلالة على رضاه بالمبيع۔ (شرح المجله لسليم رستم باز: (۱۳۳/۱)، المادة: ۳۱۲، مكتبه فاروقيه۔

البحر الرائق: (۲۶/۶)، كتاب البيع، باب خيار الرؤية، ط: سعيد

كل تصرف يدل على الرضا بعد العلم به يمنع الرجوع بالنقص۔ (بزازيه على هامش الهندية: (۴/۴۵۱)، كتاب البيوع، الباب السادس فى العيب، نوع فيما يمنع الرد وما لا يمنعه، ط: رشيديه)۔

أنظر أيضا رقم الحاشية: ۱

مروان بن حکم کے دور میں بیت المال سے راشن حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو جو کارڈز جاری کیے جاتے تھے، انہیں ''صکوک'' کہا جاتا تھا، لیکن صکوک کا جدید مفہوم اس سے مختلف ہے۔

موجودہ دور میں مسلم معیشت دانوں کی اصطلاح میں ''صکوک'' کا مطلب یہ ہے کہ:

''وہ تمسکات جو یکساں برابر مالیت کے حامل ہوتے ہیں اور کسی اثاثے یا کسی معلوم اثاثے کے استعمال کا حق یا فراہم کی جانے والی خدمات (Services) یا کسی متعین پراجیکٹ کے اثاثہ جات یا کسی مخصوص کاروبار میں ملکیت کے متناسب غیر منقسم حصے کی نمائندگی کرتے ہیں۔''(۱)

بعض لوگ ''صکوک'' کو اسلامی بانڈز کا نام بھی دیتے ہیں، مگر یہ صحیح نہیں، کیونکہ بانڈز اور صکوک میں فرق ہے، بانڈز صرف قرضوں کی دستاویزات ہیں، جبکہ صکوک قرضوں کی دستاویزات نہیں، بلکہ اثاثہ کی ملکیت کی نمائندگی کرتے ہیں۔

نیز صکوک میں حاملین کے منافع کا انحصار ان اثاثہ جات سے حاصل ہونے والی آمدن پر ہوتا ہے، جن کی صکوک نمائندگی کرتے ہیں، لیکن بانڈز میں منافع مقرر ہوتا ہے، خواہ جاری کرنے والے کو نفع ہو یا نقصان۔(۲)

اسی طرح شیئرز اور صکوک میں بھی فرق ہے، صکوک مخصوص مدت مثلاً تین یا پانچ سال کے لیے جاری کیے جاتے ہیں اور شیئرز غیر متعین مدت کے لیے جاری ہوتے ہیں۔

---

(۱) تعریف صکوک الاستثمار: هي وثائق متساوية القيمة تمثل حصصا شائعة في ملكية أعيان أو منافع أو خدمات أو في موجودات مشروع معين أو نشاط استثمار خاص۔ (المعايير الشرعية: (ص: ۲۳۸) المعيار الشرعي رقم: ۱۷، صكوك الاستثمار، ط: هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الإسلامية)

(۲) خصائص صكوك الاستثمار: أنها وثيقة تصدر باسم مالكها أو لحاملها، بفئات متساوية القيمة لإثبات حق مالكها فيما تمثله من حقوق والتزامات مالية۔ =

صکوک

قرض دستاویزات کی بیع سے ملتی جلتی ایک صورت ''صکوک'' کی خرید و فروخت ہے، اور اس کا تذکرہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

''صکوک''، ''صک'' کی جمع ہے، جس کا معنی ہے: ''دستاویز''۔

مروان بن حکم کے دور میں بیت المال سے راشن حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو کارڈز جاری کیے جاتے تھے، جنہیں ''صکوک'' کہا جاتا تھا، بعض لوگ یہ کارڈز فروخت کر دیتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروان سے ملاقات کے لیے گئے، تو ان سے کہا کہ آپ نے تو سود کی بیع کو جائز قرار دے دیا ہے، مروان نے کہا میں نے ایسا نہیں کیا، اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے ''صکوک'' فروخت کرنے کی اجازت دی ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلے کی بیع سے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ اسے قبضہ میں لے لیا جائے، چنانچہ مروان نے اپنے خطاب میں اس پر پابندی لگانے کا اعلان کر دیا، سلیمان بن یسار کہتے ہیں، میں نے سیکورٹی اہلکاروں کو دیکھا وہ لوگوں کے ہاتھوں سے صکوک چھین رہے تھے۔[1]

= أنها تمثل حصة شائعة في ملكية موجودات مخصصة للاستثمار، أعيانا أو منافع أو خدمات أو خليطًا منها ومن الحقوق المعنوية والديون والنقود ولا تمثل دينا في ذمة مصدرها لحاملها ... أن مالكيها يشاركون في غنمها حسب الاتفاق المبين في نشرة الإصدار، ويتحملون غرمها بنسبة ما يملكه كل منهم من صكوك ـ (المعايير الشرعية: (ص: ٢٣٠) صكوك الاستثمار، ط: هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الإسلامية)

(١) عن سليمان بن يسار، عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه قال لمروان: أحللت بيع الربا، فقال مروان: ما فعلت؟ فقال أبو هريرة: أحللت بيع الصكاك، وقد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الطعام حتى يستوفى، قال: فخطب مروان الناس، فنهى عن بيعها، قال سليمان: فنظرت إلى حرس يأخذونها من أيدي الناس ـ (الصحيح لمسلم: (٥/٢) كتاب البيوع، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض، ط: قديمي)=

صکوک اور بانڈز میں فرق

''بانڈز اور صکوک میں فرق'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۷۳/۲)

صکوک اور شیئرز میں فرق

''شیئرز اور صکوک میں فرق'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۹۲/۴)

صکوک کی خرید و فروخت

مروجہ ''صکوک'' میں مندرجہ ذیل خرابیاں موجود ہیں اس لئے ان کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے، اور منافع بھی حلال نہیں ہے، اور وہ خرابیاں یہ ہیں:

❶ صکوک خریدنے والے لوگ صرف منافع یا کرایہ وصول پاتے ہیں، نقصان میں حصے دار نہیں ہوتے، اور یہ شریعت کے خلاف ہے۔(1)

❷ لگائے گئے سرمائے پر اصل رقم کے حساب سے طے شدہ منافع دیا جاتا

= السنن الکبری للبیهقي: (۳۱/۶) کتاب البیوع، باب من سلف في شيئ فلایصرفه إلی غیره ولا یبیعه حتی یقبضه، ط: إدارة تالیفات اشرفیه۔

الصکاک جمع صک وهو الورقة المکتوبة بدین و یجمع أیضا علی صکوک۔ والمراد هنا الورقة التي تخرج من ولي الأمر بالرزق لمستحقه بأن یکتب فیها للإنسان کذا و کذا من طعام أو غیره فیبیع صاحبها ذلک لإنسان قبل أن یقبضه۔ (شرح النووي علی الصحیح لمسلم: (۵،۶/۲) کتاب البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، ط: قدیمی)

(1) (الغرم بالغنم) أي من ینال نفع شيئ یجب أن یتحمل ضرره مثلاً أحد الشرکاء في المال المشترک یلزمه من الخسارة بنسبة ماله من المال المشترک کما یأخذ من الربح۔ (درر الحکام شرح مجلة الأحکام: (۹۰/۱) المادة: ۸۷، القواعد الکلیة، المقالة الثانیة: في بیان القواعد الکلیة الفقهیة، ط: دار عالم الکتب)

شرح المجلة لرستم باز: (۳۸/۱) المادة: ۸۷، أیضا، ط: مکتبه فاروقیه۔

تبیین الحقائق: (۳۰/۶) کتاب إحیاء الموات، مسائل الشرب، ط: إمدادیه ملتان۔

ہے، اور یہ سود ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔[۱]

⑫ شراکت کی مدت کے اختتام پر اثاثہ جات کا تصفیہ نہیں کیا جاتا، بلکہ صکوک جاری کرنے والا صکوک کے اوپر لکھی ہوئی قیمت (Face Value) کے عوض دوبارہ خرید لیتا ہے، یہ شراکت کے تصور کے خلاف ہے۔[۲]

---

(۱) (ولاتجوز الشركة إذا شرط لأحد دراهم مسماة من الربح) قال ابن المنذر: لاخلاف في هذا لأحد من أهل العلم۔ و وجهه ما ذكره المصنف بقوله: لأنه شرط يوجب انقطاع الشركة فعساه لايخرج إلا قدر المسمى فيكون اشتراط جميع الربح لأحدهما على ذلك التقدير واشتراطه لأحدهما يخرج العقد عن الشركة إلى قرض أو بضاعة على ماتقدم۔ (فتح القدير: (۱۷۰/۶) كتاب الشركة، فصل ولا تنعقد الشركة إلا بالدراهم والدنانير... الخ، ط: رشيديه جديد)

▭ يشترط أن تكون حصة الربح الذي بين الشركاء جزأ شائعا كالنصف والثلث والربع فإذا اتفق على أن يكون لأحد الشركاء كذا درهما مقطوعا من الربح تكون الشركة باطلة۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۵۶۱/۲) المادة: ۱۳۳۷، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل الثاني: في بيان شرائط شركة العقد العمومية، ط: مكتبه فاروقيه)

▭ يجب النص في عقد الشركة على كيفية توزيع الأرباح بين أطراف الشركة، وأن يكون التحديد بنسب شائعة في الأرباح، وليس بمبلغ مقطوع أو بنسبة من رأس المال۔ (المعايير الشرعية: (ص: ۱۶۳) المعيار الشرعي، رقم: ۱۲، الشركة (المشاركة) والشركات الحديثة، ط: هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الإسلامية)

(۲) {يٰأيها الذين آمنوا لاتأكلوا أموالكم بينكم بالباطل}۔ [النساء: ۲۹]

▭ عن ابن عباس والحسن رضي الله عنهم: أن الباطل هو كل مايؤخذ من الإنسان بغير عوض۔ (تفسير الرازي: (۷۱/۱۰) سورة النساء: ۲۹، ط: دار الفكر)

▭ (ولو كان البيع بشرط لايقتضيه العقد، وفيه نفع لأحد المتعاقدين) أي البائع والمشتري (أو لمبيع يستحق) النفع بأن يكون آدميا (فهو) أي هذا البيع (فاسد) لما فيه من زيادة عرية عن العوض فيكون ربا وكل عقد شرط فيه الربا يكون فاسدا۔ (مجمع الأنهر: (۹۰/۳) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: دار الكتب العلمية)

▭ يجوز أن يصدر أحد أطراف الشركة وعدا ملزما بشراء موجودات الشركة خلال مدتها أو عند التصفية بالقيمة السوقية أو بما يتفق عليه عند الشراء، ولايجوز الوعد بالشراء بالقيمة الاسمية۔ (المعايير الشرعية: (ص: ۱۶۶) المعيار الشرعي، رقم: ۱۲، الشركة (المشاركة) والشركات الحديثة، ط: هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الإسلامية)

صکوک کی قسمیں

صکوک کی کئی قسمیں ہیں سب سے اہم یہ تین ہیں:

① مشارکہ صکوک ② مضاربہ صکوک ③ اجارہ صکوک

ہر ایک کا تعارف اپنی اپنی جگہوں پر دیکھیں۔

صکوک کے احکام

واضح رہے کہ صکوک ہولڈرز کے باہمی تعلق کا مدار شراکت داری پر ہے، اس لیے جب تک آپس میں شراکت داری کا تعلق قائم نہیں ہوگا، تب تک ان صکوک پر منافع لینا اوران کے اوپر لکھی ہوئی قیمت (Face Value) سے کم یا زائد پر خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اس صورت میں یہ قرض کی دستاویز ہوں گے جن پر کسی قسم کا منافع یا ان کا کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ کرنا سود ہوگا۔[1] اوراس سے ان صکوک کو جاری کرنے کا مقصد بھی فوت ہو جائے گا۔

چونکہ صکوک جاری کرنے والے اور صکوک خرید کر لینے والے کا باہمی تعلق محدود مدت کی شراکت داری پر ہے تو شراکت داری کے احکام کو جاری کرنا ضروری، ورنہ یہ کام جائز نہیں ہوگا، اور شراکت داری میں چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، ورنہ شراکت صحیح نہیں ہوگی اور صکوک کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں ہوگی، اور وہ چند

---

(۱) يجوز تداول الصكوك واستردادها إذا كانت تمثل حصة شائعة في ملكية موجودات من أعيان أو منافع أو خدمات، بعد قفل باب الاكتتاب وتخصيص الصكوك وبدء النشاط، أما قبل بدء النشاط فتراعى الضوابط الشرعية لعقد الصرف۔ (المعايير الشرعية: (ص: ۲۴۳) المعيار الشرعي، رقم: ۱۷، صكوك الاستثمار، ط: هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الإسلامية)

(فإن وجدا) أي القدر والجنس (حرم الفضل والنساء)۔ (درر الحكام شرح غرر الأحكام: (۲/ ۱۸۹) كتاب البيوع، باب الربا، ط: دار إحياء الكتب العربية)

الدر المختار مع الرد: (۵/ ۱۷۲) كتاب البيوع، باب الربا، مطلب في الإبراء عن الربا، ط: سعيد۔

باتیں یہ ہیں:

❶ نفع اور نقصان میں تمام فریق شریک ہوں گے، اگر کوئی ایک فریق صرف منافع میں تو حصہ دار ہو، مگر نقصان ہونے کی صورت میں اپنے حصے کے نقصان کی ذمہ داری قبول نہ کرے تو شراکت جائز نہیں ہوگی اور ایسے صکوک کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں ہوگی۔ (۱)

❷ اگر ایک فریق دوسرے فریق کو اصل رقم کی نسبت سے طے شدہ منافع ادا کرنے کی شرط لگائے تو ایسی شراکت جائز نہیں۔

مثلاً صکوک بیچنے والے نے یہ کہا کہ ان صکوک پر بہر صورت بارہ فیصد منافع دیا جائے گا، تو یہ سود ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہوگا، اور ایسے صکوک خریدنا بیچنا اور نفع لینا ناجائز اور حرام ہوگا۔ (۲)

ہاں اگر شراکت کے آغاز میں یہ طے ہوجائے کہ کاروبار سے جو منافع حاصل ہوگا وہ تمام شرکاء میں حصص کے تناسب سے تقسیم ہوگا یا حاصل ہونے والا منافع کسی فیصد سے تقسیم ہوگا، وہ طے ہوجائے، پھر یہ جائز ہوگا، لیکن ایسا ہوتا نہیں۔

---

(۱) الضرر والخسارة التي تحصل بلا تعد ولا تقصير تقسم في كل حال بنسبة مقدار رؤوس الأموال۔ وإذا شرط خلاف ذلک فلايعتبر۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۵۷۲/۲) المادة: ۱۳۶۹، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل السادس في شركة العنان، المبحث الأول، ط: مكتبه فاروقيه)

مجمع الأنهر: (۵۵۳/۲) كتاب الشركة، ط: دار الكتب العلمية۔

البحر الرائق: (۷۳/۵) كتاب الشركة، ط: سعيد۔

(۲) (ولاتجوز الشركة إذا شرط لأحد دراهم مسماة من الربح) قال ابن المنذر: لاخلاف في هذا لأحد من أهل العلم۔ ووجهه ما ذكره المصنف بقوله: لأنه شرط يوجب انقطاع الشركة فعساه لايخرج إلا قدر المسمى فيكون اشتراط جميع الربح لأحدهما على ذلک التقدير واشتراطه لأحدهما يخرج العقد عن الشركة إلى قرض أو بضاعة على ماتقدم۔ (فتح القدير: (۱۷۰/۶) كتاب الشركة، فصل ولا تنعقد الشركة إلا بالدراهم والدنانير... الخ، ط: رشيديه جديد) =

صکوک کے احکام

☆ شراکت کے اختتام پر تمام اثاثہ جات کو بیچ کر نقد میں تبدیل کرنا ضروری ہے، اور جو نقد رقم حاصل ہوگی، اس میں سے تمام اخراجات اور قرض منہا کرنے کے بعد باقی رقم تمام حصہ داروں میں ان کے حصص کے تناسب سے تقسیم کردی جائے گی کیونکہ شراکت سے متعلق اثاثہ جات تمام حصہ داروں کی مشترکہ ملکیت ہوتے ہیں، لہٰذا شراکت کی مدت ختم ہونے پر تمام شرکاء میں ان کے حصص کے بقدر تقسیم کرنا ضروری ہے، چنانچہ دنیا بھر کے اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں کی رہنمائی کے لیے ترتیب دی گئی دستاویز "المعايير الشرعية" میں واضح الفاظ میں لکھا ہے:

جب شراکت کی مدت ختم ہونے پر تصفیہ ہو، تو وہ اس طرح مکمل ہوگا کہ تمام اثاثہ جات کو بازار میں بیچا جائے اور اس سے جو کچھ حاصل ہو وہ اس طرح استعمال میں لایا جائے کہ پہلے تصفیہ کے اخراجات نکالے جائیں، پھر شراکت کے ٹوٹل اثاثوں میں سے مالی ادائیگیاں کی جائیں اور پھر بقیہ اثاثوں میں ہر شریک کو اس کے اصل سرمایہ کی مناسبت سے دیا جائے، اور اگر اثاثے اصل سرمائے کی واپسی کے لئے ناکافی ہوں تو ہر ایک کو اس کے سرمائے کی نسبت سے حصہ رسدی دے دیا

= بشرط أن تكون حصة الربح الذي بين الشركاء جزأ شائعا كالنصف والثلث والربع فإذا اتفق على أن يكون لأحد الشركاء كذا درهما مقطوعا من الربح تكون الشركة باطلة۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۵٦١/٢) المادة: ١٣٣٧، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب السادس، الفصل الثاني: في بيان شرائط شركة العقد العمومية، ط: مكتبه فاروقيه)

يجب النص في عقد الشركة على كيفية توزيع الأرباح بين أطراف الشركة، وأن يكون التحديد بنسب شائعة في الأرباح، وليس بمبلغ مقطوع أو بنسبة من رأس المال۔ (المعايير الشرعية: (ص: ١٦٣) المعيار الشرعي، رقم: ١٢، الشركة (المشاركة) والشركات الحديثة، ط: هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الإسلامية)

جائے۔[1]

اجارہ صکوک چونکہ محدود مدت کی شراکت داری کے تصور پر جاری کیے جاتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ جب صکوک کی مدت پوری ہو تو وہ اثاثہ فروخت کیا جائے اور اس سے وصول ہونے والی رقم صکوک خریدنے والے لوگوں میں ان کے حصص کے تناسب سے تقسیم کی جائے، حالانکہ صکوک فروخت کرنے والے ادارے ایسا نہیں کرتے۔

صکوک مشارکہ

''مشارکہ صکوک'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۱۸۶/۶)

صکوک مضاربہ

''مضاربہ صکوک'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۴۷/۶)

صلح کا معنی

☆ صلح کے لغوی معنی ہیں: جھگڑے کو ختم کرنا۔

اور صلح کے شرعی معنی ہیں: کوئی ایسا درمیانہ راستہ تلاش کرنا جو دونوں فریق کے لئے قابل قبول ہو، جس سے آپس کا جھگڑا ختم ہو جائے، اختلافات دور ہو جائیں،

---

(۱) وإذا كانت التصفية بانتهاء المدة فإنه يتم بيع بقية الموجودات بالسعر المتاح في السوق وتستخدم حصيلة تصفية الشركة على النحو الآتي:

ا۔ دفع تكاليف التصفية۔

ب۔ أداء الالتزامات المالية من إجمالي موجودات الشركة۔

ج۔ تقسيم باقي الموجودات بين الشركاء بنسبة حصة كل منهم في رأس المال، وإذا لم تكف الموجودات لاسترداد رأس المال فإنها تقسم بينهم بالنسبة والتناسب (قسمة غرماء)۔ (المعايير الشرعية: (ص: ١٦٦) المعيار الشرعي، (١٢) الشركة (المشاركة) والشركات الحديثة ط: هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الإسلامية)

اور بغض وعداوت کی بنیاد ختم ہو جائے۔[۱]

صلح کرنے کا طریقہ

صلح بھی دوسرے عقود کی طرح ایک عقد ہے، لہٰذا صلح منعقد ہونے کے لئے ایجاب وقبول کا ہونا ضروری ہے، ایجاب وقبول کے لئے کوئی متعین عبارت یا الفاظ ادا کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ وہ عبارت والفاظ جو صلح پر فریقین کی رضامندی پر دلالت کریں، ان سے صلح منعقد ہو جائے گی۔

یعنی ایک فریق کہتا ہے کہ میرے تمہارے ذمہ جو دو ہزار قرض ہیں میں ایک ہزار کے عوض تم سے صلح کرتا ہوں، ایک ہی ہزار دے دو؟ دوسرا فریق جواب میں کہتا ہے: ہاں مجھے قبول ہے، یا منظور ہے، تو اس سے صلح منعقد ہو جائے گی۔[۲]

صلح کی کوشش کرنا

''مصالحت کی کوشش کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۰۱/۶)

---

(۱) كتاب الصلح هو مشتق من المصالحة وهي المسالمة بعد المخالفة ،وفي الشرع: عبارة عن عقد وضع بين المتصالحين لدفع المنازعة بالتراضي۔ (الجوهرة النيرة: (۲/۲)، كتاب الصلح، ط: حقانيه)

تبيين الحقائق: (۲۹/۵)، كتاب الصلح، ط: امداديه، ملتان۔

اللباب في شرح الكتاب: (۸۵/۲)، كتاب الصلح، ط: قديمي۔

قوله تعالى: [وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فاصلحوا بينهما] (سورة الحجرات: ۹)

(۲) وأما ركن الصلح فالإيجاب والقبول وهو أن يقول المدعي عليه صالحتك من كذا على كذا أو من دعواك كذا على كذا ويقول الآخر قبلت أو رضيت أو مايدل على قبوله ورضاه فإذا وجد الإيجاب والقبول فقد تم عقد الصلح۔ (بدائع الصنائع: (۴۰/۶)، كتاب الصلح، فصل وأما ركن الصلح، ط: سعيد)

هو ــ عقد يرفع النزاع وركنه الإيجاب والقبول) بأن يقول المدعى عليه صالحتك من كذا على كذا أو من دعواك كذا على كذا ويقول الآخر قبلت أو رضيت أو مايدل على رضاه وقبوله۔ (درر الحكام شرح غرر الأحكام: (۳۹۵/۲)، كتاب الصلح، ط: دار إحياء الكتب العربية)۔

الفقه الإسلامي وأدلته: (۲۹۹/۵)، الفصل الثالث عشر: الصلح، المبحث الأول: تعريف الصلح ومشروعيته وأنواعه وركنه، ط: دار الفكر، بيروت)

غیر سودی معیشت میں سرمایہ حاصل کرنے کا ذریعہ شراکت یا مضاربت ہے، اس لیے بھی صنعتی یونٹس میں شراکت جائز ہے۔

اسی طرح حصص کے ذریعہ کسی ایسے صنعتی کاروبار میں شراکت جائز ہے جو حرام اشیاء اور حرام خدمت کی پیداوار اور لین دین کا کام نہیں کرتا۔

غیر سودی بینکاری کا مضبوط ڈھانچہ شراکت اور مضاربت کی بنیاد پر استوار کیا جاسکتا ہے، لیکن ہمارے قانون میں بینک کو اثاثہ اور مال تجارت رکھ کر تجارت کرنے کی اجازت نہیں، بینک صرف قرض کی رقم قرض دے کر کاروبار کرسکتا ہے اور شریعت میں یہ حرام ہے۔ (۱)

---

(۱) شركة المساهمة : هي أهم أنواع شركات الأموال ، وهي التي يقسم فيها رأس المال إلى أجزاء صغيرة متساوية، يطلق على كل منها سهم غير قابل للتجزئة، ويكون قابلاً للتداول... ورأى المشرع الوضعي قصر نشاطات الشركات المساهمة على المشروعات الكبيرة نسبيا التي تحتاج إلى رؤوس أموال ضخمة لاتتوافر عادة لدى الأشخاص... وهذه الشركة جائز شرعا؛ لأنها شركة عنان، لقيامها على أساس التراضي، وكون مجلس الإدارة متصرفا في أمور الشركة بالوكالة عن الشركاء المساهمين ولا مانع من تعدد الشركاء، واقتصار مسؤولية الشريك على اسهمه المالية مشابه لمسئولية رب المال في شركة المضاربة... وإصدار الأسهم أمر جائز شرعا ۔ أما إصدار السندات أي القروض بفائدة فلايحلّ شرعا ۔ (الفقه الإسلامي وأدلته : (۳۹۷۴/۵، ۳۹۷۵) القسم الثالث : العقود أو التصرفات المدنية المالية ، الفصل الخامس : الشركات ، المبحث الثاني : شركة المضاربة ، ط: رشيديه)

وزاد في البحر : قيد أن يكون العمل حلالاً ؛ لما في البزازية : لو اشتركا في عمل حرام لم يصح ۔ (شامی: (۳۲۲/۴) كتاب الشركة، مطلب في شركة التقبل، ط:سعيد)

(قوله: كل قرض جر نفعا حرام) أي: إذا كان مشروطًا كما علم مما نقله عن البحر ۔ (شامی: (۵/ ۱۶۶) كتاب البيوع، فصل في القرض، مطلب كل قرض جر نفعا حرام، ط:سعيد)

كل قرض جر منفعة ، فهو وجه من وجوه الربا ۔ (السنن الكبرى: (۳۵۰/۵) كتاب البيوع، باب كل قرض جر منفعة فهو ربا، ط: إدارة تاليفات اشرفية)

ضائع ہوگیا سامان دکھانے کے لیے لے جانے والے سے

"سامان دکھانے کے لیے لے گیا اور وہ ضائع ہوگیا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۰۴/۴)

ضبط بیعانہ صحیح نہ ہونے کی وجوہات

"بیعانہ ضبط کرنے کی شرط لگانا صحیح نہ ہونے کی وجوہات" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۶۶/۲)

ضبط کردہ مال خریدنا

☆ بعض اوقات حکومت کے کارندے لوگوں کے سامان ضبط کر کے نیلام کرتے ہیں، ایسے مال کی جان بوجھ کر خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ضبط کرنے سے اصل مالک کی ملکیت ختم نہیں ہوتی، اور حکومت کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی، اس لئے ضبط کیا ہوا مال اصل مالک کو واپس کردینا ضروری ہے، نیز یہ کہ حکومت کے لئے عوام کے اموال ناحق ضبط کرنا بھی درست نہیں۔ [1]

اور لوگوں کے لئے جان بوجھ کر ایسا مال خریدنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس

---

(۱) ولیس للامام ان یخرج شیئا من ید أحد الا بحق ثابت معروف۔ (شامی: (۱۸۰/۴)، کتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزیة، مطلب القول لذی الیدان الارض ملکه وان کانت خراجیة، ط: سعید)

فاما اعشار الاموال المنقلة فی دار الاسلام من بلد إلی بلد فمحرمة لایبیحها شرع ولا یسوغها اجتهاد، ولا هی من سیاسات العدل وقلما تکون الا فی البلاد الجائرة۔ ولذلک قال رسول اللہ ﷺ لایدخل الجنة صاحب مکس۔ (الاحکام السلطانیة: (ص: ۲۴۶) فصل فی وضع الدیوان، القسم الثانی اعشار الاموال)، ط: دار الکتب العلمیة)

میں گناہوں کے کام میں تعاون کرنا لازم آتا ہے، اور یہ جائز نہیں ہے۔ (۱)

ضبط کرنا بیعانہ کو وقتی طور پر

"بیعانہ کو وقتی طور پر ضبط کرنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۶۸/۲)

ضرورت

"ضرورت" کی تعریف یہ ہے کہ اگر ممنوع اور حرام چیز کو استعمال نہ کرے تو یہ شخص ہلاک یا موت کے قریب ہوجائے گا، یہ اضطراری صورت ہے، یہی وہ حالت ہے جس میں حرام اور ممنوع چیز کا استعمال چند شرائط کے ساتھ جائز ہوجاتا ہے۔ (۲)

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: {وتعاونوا علی البرّ والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان}۔ (المائدۃ: ۲)

☐ يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى، وينهاهم عن التناصر على الباطل، والتعاون على المآثم والمحارم۔ (تفسير ابن كثير: (۱۰/۲) ط: دار السلام رياض)

☐ تنقيح الضابطة في هذا الباب على ما منّ به علی ربی ان الاعانة على المعصية حرام، مطلقا بنص القرآن اعنی قوله تعالى: { ولا تعاونوا على الاثم والعدوان} ، وقوله تعالى : {فلن اكون ظهيرا للمجرمين}۔ (جواهر الفقه لمفتی محمد شفیع رحمه الله تعالى، تفصيل الكلام في مسئلة الاعانة على الحرام: (۴۵۳/۲)، ط: دار العلوم کراچی)

☐ عن اوس بن شرحبيل انه سمع رسول الله ﷺ يقول: من مشى مع ظالم ليقويه وهو يعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۴۳۶) كتاب الأداب، باب الظلم، الفصل الثالث، ط: قديمی)

(۲) الضرورة اسم من الاضطرار ومأخوذ من الضرر، وهو ضد النفع، وفي الشرع: بلوغ الإنسان حدا إن لم يتناول الممنوع هلك أو قارب، وهذا يبيح تناول الحرام۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية: (۱۶۹/۱۷، ۱۷۰)، حرف الحاء، حرج، الضرورة، ط: دار السلاسل)۔

☐ وأيضا فيه: (۳۰۲/۶)، حرف الألف، انتفاع، ثانيا: الاضطرار، ط: دار السلاسل۔

☐ الاشباه والنظائر للسيوطي: (۸۴/۱) القاعدة الثانية: ماأبيح للضرورة يقدر بقدرها، ط: دار الكتب العلمية)

☐ شرح الحموی علی الأشباه: (۱۵۲/۱)، القاعدة الخامسة: الضرر يزال، الثانية: ماأبيح للضرورة يقدر بقدرها، ط: إدارة القرآن۔

ضرورت سے زائد مسجد کا سامان

''مسجد کا ضرورت سے زائد سامان'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۱۷۵/۶)

ضرورت مند آدمی سے کم ریٹ پر سودا کرنا

اگر کوئی شخص شدید ضرورت کی بنا پر مجبوری میں کوئی چیز فروخت کر رہا ہے تو اس سے مارکیٹ ریٹ سے بہت کم پر سودا کرنا صحیح نہیں ہے، یہ انسانیت اور مروت کے بھی خلاف ہے، آج کل بہت سارے لوگوں کی عادت بن گئی ہے کہ مجبور اور بے بس آدمی کی تاک میں رہتے ہیں تاکہ اس سے کم قیمت پر سودا کرسکیں۔

صحابہ کرام اگر کسی کو ضرورت کی بنا پر مجبوری میں کوئی چیز فروخت کرتے دیکھتے تو کبھی بھی اس سے کم قیمت پر نہ خریدتے بلکہ مارکیٹ قیمت کے اعتبار سے پوری قیمت ادا کرتے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک صحابی کو کوئی ضرورت تھی تو اس نے اپنا گھوڑا پانچ سو درہم میں فروخت کرنا چاہا، جب خریدار نے گھوڑے کو اچھی طرح دیکھا تو کہا کہ یہ تو ۸۰۰ درہم کا ہے تم اتنا سستا کیوں بیچ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا میں مجبور تھا، اپنی لڑکی کو رخصت کرنا تھا، خریدار نے کہا ایک تو لڑکی کی رخصتی میں تنگ ہو کر اخراجات کرنے کا کوئی شرعی جواز نہیں اور دوسرے شریعت نے ہمیں مال خریدنے کی اجازت دی ہے لوگوں کی ضرورتیں نہیں، پھر اس نے پوری رقم ادا کر کے وہ گھوڑا لیا۔ (۱)

---

(۱) عن جرير قال: بايعت النبي صلى الله عليه وسلم على السمع والطاعة، فلقنني "فيما استطعت، والنصح لكل مسلم"... وروى الطبراني في ترجمته أن غلامه اشترى له فرسا بثلاثمائة، فلما رآه جاء إلى صاحبه فقال: إن فرسك خير من ثلثمائة، فلم يزل يزيده حتى أعطاه ثمانمائة۔ (فتح الباري: ۱۳۹/۱) كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم "الدين النصيحة لله ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم، ط: دار المعرفة)

ضرورتیں بقدرِ ضرورت حرام کو حلال بنا دیتی ہیں

جب انسان حرام کھا کر جان بچانے پر مجبور اور لاچار ہو، تو ضرورت کے بقدر اس کے لیے حرام، حلال ہو جاتا ہے، تاکہ وہ اپنی جان بچا سکے، مثلاً کسی انسان کی بھوک سے جان نکل رہی ہے اور اس کے پاس حرام چیز کے علاوہ کھانے پینے کے لیے حلال چیز کوئی بھی نہیں ہے، تو اس کے لیے حرام اتنا کھانا جائز ہوتا ہے جس سے جان بچ سکتی ہے، ضرورت سے زائد لینا پھر بھی حرام ہوتا ہے۔ (۱)

ضع و تعجل

☆ آج کل بعض تاجر، مؤجل (یعنی وہ دین جس کی ادائیگی کی تاریخ ابھی نہیں آئی) میں یہ معاملہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین کے کچھ حصے کو اس شرط پر چھوڑ دیتے ہیں کہ مدیون باقی دین فی الحال ادا کر دے، مثلاً زید نے خالد کو ادھار کتاب فروخت کی، قیمت ایک ہزار ہے، اور ادائیگی کی مدت دو ماہ ہے، اب زید مثلاً دس دن کے بعد خالد سے کہتا ہے کہ میں سو روپے ہزار میں سے چھوڑتا ہوں بشرطیکہ آپ نو سو روپے فی الحال ادا کر دیں، فقہ کی اصطلاح میں اس کو "ضع و تعجل" (کچھ چھوڑ دو اور باقی جلدی وصول کر لو) کا نام دیا جاتا ہے۔

یہ معاملہ ناجائز ہے، کیونکہ اس صورت میں وہ قرض کی زیادہ رقم کو نقد میں کم رقم کے عوض میں فروخت کر رہا ہے، اور یہ ناجائز ہے۔

☆ میعادی دین میں اگر کم کرنا نقد ادائیگی کی شرط کے ساتھ مشروط نہ ہو،

---

(۱) {فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا إثم علیه إن الله غفور رحیم} [البقرة: ۱۷۳]

فالضرورة بلوغه حدًا إن لم یتناول الممنوع هلک إذا قاربه، وهذا یبیح تناول الحرام۔ (غمز عیون الأبصار: (۱/۲۷۷) القاعدة الخامسة: الضرر یزال، الثانیة: ما أبیح للضرورة یقدر بقدرها، ط: دار الکتب العلمیة)

اور دائن یعنی بائع کسی قسم کی شرط کے بغیر دین کا کچھ حصہ ساقط کردے اور مدیون یعنی مشتری کسی شرط کے بغیر دین جلدی ادا کردے تو جائز ہے، مثلاً اوپر والی مثال میں زید خالد سے کہتا ہے کہ میں نے سو روپے چھوڑ دیئے، اب اگر آپ باقی رقم فوراً ادا کردیں تو آپ کی مہربانی، اور خالد نو سو روپے فوراً ادا کردے تو جائز ہے۔

☆ دین کی ادائیگی کا وقت آچکا ہو، اس وقت اس میں سے دائن اپنا کچھ دین چھوڑ دے اور باقی وصول کرلے، تو یہ جائز ہے۔[1]

ضع وتعجل کی ممانعت نقد میں نہیں ہے

''ضع وتعجل'' کی ممانعت صرف ادھار معاملہ میں ہے، اگر معاملہ نقد ہو اور خریدار کسی وجہ سے رقم کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے، تو اس صورت میں اگر بائع اسے کہہ دے کہ میں اتنی رقم معاف کرتا ہوں باقی رقم مجھے دیدیں تو یہ جائز ہے، یہ سود نہیں کیونکہ نقد معاملہ میں خریدار کو مدت اور میعاد کا حق ہی حاصل نہیں ہوتا، اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ بائع نے مدت کے مقابلہ میں رقم

---

(۱) الرجل یکون علیه ألف درهم دین مؤجل فیصالحه منه علی خمس مائة حالة فلا یجوز ـــــ ومن أجاز من السلف إذا قال عجل لي وأضع عنك فجائز أن یکون أجازوه إذا لم یجعله شرطا فیه وذلك بأن یضع عنه بغیر شرط ویعجل الآخر الباقي بغیر شرط۔ (احکام القرآن للجصاص: (۱/۶۳۷، ۶۳۸)، سورة البقرة، باب الربا، ومن أبواب الربا الدین بالدین، ط: قدیمی)۔

وفي کتاب الرحمة: اتفقوا علی أن من کان له دین علی إنسان إلی أجل، فلایحل له أن یضع عنه بعض الدین قبل الأجل، لیعجل له الباقي ـــــ علی أنه لا بأس إذا حل الأجل أن یأخذ البعض ویسقط البعض۔ (المسوی شرح المؤطا: (۲/۳۸)، کتاب البیوع والمعاملات، باب إذا ابتاع بثمن مؤجل لایجوز أن ینقد قبل الأجل علی أن یحط البائع شیئا من حقه، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت)۔

لو کانت له ألف مؤجلة، فصالحه علی خمس مأة حالة لم یجز، لأن المعجل خیر من المؤجل وهو غیر مستحق بالعقد، فیکون بإزاء ما حطه عنه، وذلک اعتیاض عن الأجل، وهو حرام۔ (الهدایة: (۳/ ۲۵۶، ۲۵۷)، کتاب الصلح، باب الصلح عن الدین، ط: رحمانیه)۔

الجوهرة النیرة: (۲/۶)، کتاب الصلح، ط: حقانیه۔

چھوڑ دی ہے۔[۱]

ضلع ٹیکس اصل قیمت میں ملانا

''ٹیکس'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۶۰/۳)

ضمانت دینا بینک سے قرضہ لینے والے کی

''بینک سے قرضہ لینے والے کی ضمانت دینا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

ضمانت طلب کرنا ادھار کی صورت میں

''ادھار کی صورت میں ضمانت طلب کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۳۷/۱)

ضمانت طلب کرنے پر اجرت لینا

ضمانت طلب کرنے پر اجرت لینا جائز نہیں۔[۲]

---

(۱) هذا إذا كان البيع مؤجلاً، أما إذا كان البيع حالاً، فلا بأس بالصلح على بعض الدين مقابل التعجيل۔ ودليله ما أخرجه البخاري وغيره عن كعب رضي الله عنه أنه تقاضى ابن حدرد دينًا كان له عليه في المسجد، فارتفعت أصواتهما حتى سمعها رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في بيته، فخرج إليهما حتى كشف سجف حجرته، فنادى يا كعب! قال: لبيك يا رسول الله! فقال: ضع من دينك هذا، وأومأ إليه أي الشطر، فقال: لقد فعلت يا رسول الله! قال: قم فاقضه۔ وجاء في الهداية: ومن له على آخر ألف درهم، فقال: أد إلي غدًا منها خمسمائة، على أنك بريئ من الفضل، فهو بريئ۔ (فقه البيوع على المذاهب الأربعة: (۵۴۷/۱) المبحث الخامس، الباب الأول: في البيع الحالّ والمؤجل، مسئلة "ضع وتعجل"، ط: معارف القرآن)

صحيح البخاري: (۶۵/۱) كتاب الصلاة، باب التقاضي والملازمة في المسجد، ط: قديمي۔

الهداية: (۲۵۷/۳) كتاب الصلح، باب الصلح في الدين، ط: رحمانيه۔

وقال ابن بطال: اتفق العلماء على أنه إن صالح غريمه عن دراهمه بدراهم أقل منها أنه جائز إذا حل الأجل، فإذا لم يحل الأجل لم يجز أن يحط عنه شيئًا۔ (عمدة القاري: (۳۱۱/۱۳) كتاب الصلح، باب الصلح بالدين والعين، ط: دار الكتب العلمية)

(۲) ولا يجوز أخذ الأجر على الكفالة، لأنها من عقود التبرعات، وأخذ الأجر على ذات الضمان غير جائز عند جمهور الفقهاء۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: (۳۷۶۰/۵)، المبحث السادس: أنواع البيوع، =

ضمان مبیع کے بارے میں شریعت اور قانون میں فرق

''مبیع کا ضمان میں آنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۸۷/۶)

ضمان میں آنے کے بعد فروخت کرنا

☆ جب تک مبیع بائع کے ضمان میں نہیں آتی تب تک اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے، یعنی مبیع کے ضمان (RISK) میں آنے کے بعد فروخت کرنا جائز ہے، ضمان میں آنے سے پہلے مبیع (چیز) کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

☆ جو چیز غیر منقولی (IMMOVABLE) ہے جیسے زمین، مکان، فلیٹ، باغ، کھیت کنواں وغیرہ، یہ چیزیں شاذ و نادر (UNCOMMON) ضائع ہوتی ہیں، مثلاً زلزلہ آیا، طوفان اور سیلاب آیا تو تباہ و برباد ہوجاتی ہیں، ورنہ عام حالات میں ضائع نہیں ہوتیں، اور جو چیزیں شاذ و نادر ضائع ہوتی ہیں اس کا اعتبار نہیں ہوتا تو ایسی چیز سودا مکمل ہونے کے بعد خریدار کے ضمان میں آجاتی ہے، لہٰذا ایسی چیز پر خریدار کا طبعی (Physically) قبضہ ہونے سے پہلے خریدار کا اسے فروخت کرنا اور کرایہ پر دینا جائز ہے۔

☆ اور جو چیز منقولی (MOVEABLE) ہے وہ طبعی (Physically) قبضہ کے بغیر ضمان میں نہیں آتی، لہٰذا منقولی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اُسے فروخت کرنا یا کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے۔[1]

=باب الربا، المطلب الرابع: مایترتب علی الاختلاف فی علة الربا، ممیزات المصارف الإسلامی، ط: رشیدیه)

(۱) وعنه (ای عن عمرو بن شعیب) قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل سلف وبيع ولا شرطان في بيع ولا ربح مالم يضمن ولا بيع ماليس عندك. رواه الترمذي وأبو داود والنسائي۔ (مشكاة المصابيح: ص: ۲۴۸، كتاب البيوع، باب المنهى عنها من البيوع، الفصل الثانى، ط: قديمى)=

ضمنی طور پر سودے میں داخل ہونے والی چیز

"سودے میں ضمنی طور پر داخل ہونے والی چیز" عنوان کے تحت دیکھیں۔

= يريد به الربح الحاصل من بيع ما اشتراه قبل أن يقبضه وينتقل من ضمان البائع إلى ضمانه فإن بيعه فاسد في شرح السنة قيل معناه إن الربح في كل شيء إنما يحل إن لو كان الخسران عليه فإن لم يكن الخسران عليه كالبيع قبل القبض إذا تلف فإن ضمانه على البائع......وقال ابن حجر رحمه الله يجوز أن يراد بيعه وعبر عنه بالربح لأنه سببه. (مرقاة المفاتيح: (۷۹/۶)، شرح رقم الحديث: ۲۸۷۰، كتاب البيوع، باب المنهى عنها من البيوع، الفصل الثاني، ط: رشيديه)۔

تحفة الأحوذي: (۳۶۱/۴)، ابواب البيوع، باب ماجاء في كراهية بيع ماليس عندک، ط: دار الكتب العلمية۔

وأبو حنيفة وأبو يوسف يقولان بيع العقار قبل القبض في معنى بيع المنقول بعد القبض فيجوز كما يجوز بيع المنقول بعد القبض.......وفي المنقول قبل القبض في الملك غرر لأن بهلاكه ينتقض البيع ويطل ملك المشتري فإذا قبضه انتفى هذا الغرر . (المبسوط للسرخسي: (۹/۱۳)، باب البيوع الفاسدة، ط: دار المعرفة)۔

للمشتري أن يبيع المبيع لآخر قبل قبضه إن كان عقارا وإلا فلا.....وقد جوزه الشيخان استحسانا۔۔ بما أن الهلاك نادر في العقار ولا اعتبار للنادر فليس في بيع العقار قبل القبض غرر الانفساخ كما في بيع المنقول۔ (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۲۳۶/۱)، رقم المادة: ۲۵۳، الكتاب الأول البيوع، الباب الرابع، الفصل الأول فى بيان حق تصرف البائع والمشترى، ط: دار الجيل)

شرح المجلة لسليم رستم باز: (۱۰۳/۱)، المادة: ۲۵۳، ط: مكتبه فاروقيه۔

تبيين الحقائق: (۸۰/۴)، كتاب البيوع، باب التولية، فصل صح بيع العقار قبل قبضه، ط: امداديه ملتان۔
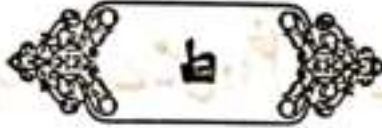
طباعت سے پہلے کتاب بیچنا

کتابوں کو طباعت سے پہلے خریدنا اور بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ معدوم کی بیع ہے اور معدوم کی بیع جائز نہیں ہے، البتہ بیچنے کا وعدہ کرنا جائز ہے، جب کتاب چھپ جائے پھر وعدہ کے مطابق خرید وفروخت کرنا جائز ہے۔(۱)

طباعت کا حق بیچنا

حق تصنیف اور طباعت کا حق بیچنا جائز ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے اکثر علماء اس کو مال میں شامل نہیں کرتے اس لیے اس کی خرید وفروخت نا جائز ہے۔(۲)

البتہ کچھ علماء عرفی اعتبار سے مال میں شامل کر کے اس کی خرید وفروخت کو جائز کہتے ہیں۔(۳)

---

(۱) (يلزم أن يكون المبيع موجودًا) فبيع المعدوم باطل۔ (شرح المجلّة لرستم باز: (۷۸/۱) المادة: ۱۹۷، الكتاب الأوّل في البيوع، الباب الثاني، الفصل الأوّل في شروط المبيع وأوصافه، ط: فاروقيه)

وشرط المعقود عليه ستة: كونه موجودًا مالاً متقوّمًا مملوكًا في نفسه ... فلم ينعقد بيع المعدوم و ماله خطر العدم۔ (شامي: (۵۰۵/۴) كتاب البيوع، مطلب شرائط البيع أنواع أربعة، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۲۵۹/۵) كتاب البيع، ط: سعيد۔

(۲) ولايجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة ۔ (الاشباه والنظائر: (ص: ۲۴۹) كتاب البيوع، الفصل الثانى، ط: دار الفكر، بيروت).

مجمع الضمانات: (۳۸۵/۱)، باب فى الصلح، ط: دار الكتاب الاسلامى۔

حاشية الطحطاوى على الدر: (۹/۳)، كتاب البيوع، ط: دار المعرفة۔

(۳) ولايجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة ، وعلى هذا لايجوز الاعتياض عن الوظائف بالاوقاف، وفيها فى آخر بحث تعارض العرف مع اللغة: المذهب عدم اعتبار العرف الخاص لكن افتى كثير باعتباره وعليه فيفتى بجواز النزول عن الوظائف بمال ۔ (الدر مع الرد: (۵۱۸/۴) كتاب البيوع، مطلب: لايجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة، ط: سعيد)=

طلب بڑھانے کے لئے قیمت میں کمی کرنا

"قیمتوں میں کمی کرنے کی مختلف صورتیں" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۵۱/۵)

= ومقتضی ذٰلک ان یجوز النزول عن حق الابتکاء أو حق الطباعة لرجل آخر بعوض ویأخذه النازل، لکن هٰذا انما یأتی فی أصل الحق الابتکاء وحق الطباعة اما اذا قرن هٰذا الحق بالتسجیل الحکومی الّذی یبذل له المبتکر من أجله جهده وماله و وقته ، والّذی یعطی هٰذا الحق مکانة قانونیة تمثلها شهادة مکتوبة بید المبتکر وفی دفاتر الحکومة ، وصارت تعتبر فی عرف التجار مالا متقوما ، فلایبعدان یصیر هٰذا الحق المسجل ملحقا بالأعیان والاموال بحکم هٰذا العرف السائر ، وقد اسلفنا ان للعرف مجالا فی ادراج بعض الاشیاء فی حکم الاموال والأعیان ؛ لأن المالیة ۔ کما حکینا عن ابن عابدین رحمه الله تثبت بتمول الناس، وان هٰذا الحق بعد التسجیل یحرز أحراز الأعیان ویدخر لوقت الحاجة ادخار الأموال ۔ (بحوث فی قضایا فقهیة معاصرة : (ص: ۱۲۲) بیع الحقوق المجردة، حق الابتکاء وحق الطباعة، ط: دار العلوم کراچی)

والقول بجواز الاعتیاض عن حق المؤلف بالمال لایتعارض مع نص انما یتعارض مع القیاس، والقیاس یترک بالعرف العام باتفاق العلماء هٰذا اذا اسلمنا ان حق المؤلف عن الحقوق المجردة ، وهٰذا غیر مسلم انما المسلم والمقرر انه من القسم الثانی من الحقوق الّتی تثبت لأصحابها ابتداء ، فلایکون القول بجواز الاعتیاض بالمال متعارضا مع نص ولا مع قیاس۔ (حق الابتکاء فی الفقه الاسلامی المقارن، (ص: ۱۸۰) ط: مؤسسة الرسالة، بیروت)

ولایخفی ان صاحب الوظیفة ثبت له الحق فیه بتقریر القاضی علی وجه الاصالة لا علی وجه رفع الضرر ، فالحاقها بحق الموصی له بالخدمة ، وحق القصاص وما بعده اولیٰ من الحاقها بحق الشفعة والقسم، وهٰذا کلام وجیه لایخفی علی نبیه ، وبه اندفع ماذکره بعض محشی الاشباه من ان المال الّذی یأخذه النازل عن الوظیفة رشوة ، وهی حرام بالنص ، والعرف لایعارض النص ، وجه الدفع ما علمت من انه صلح عن حق کما فی نظائره ، والرشوة لاتکون بحق ، واستدل بعضهم للجواز بنزول سیدنا الحسن ابن سیدنا علی رضی الله عنهما عن الخلافة لمعاویة رضی الله تعالیٰ عنه علی عوض وهو ظاهر ایضا ، وهٰذا أولیٰ مما قدمناه فی الوقف عن الخیریة من عدم الجواز ، ومن ان للمفرغ له الرجوع بالبدل، بناء علی ان المذهب عدم اعتبار العرف الخاص والجواز ومن ان للمفرغ له الرجوع بالبدل، بناء علی ان المذهب عدم اعتبار العرف الخاص ... ورأیت بخط العلماء عن المفتی أبی السعود أنه افتی بجواز اخذ العوض فی حق القرار والتصرف وعدم صحة الرجوع وبالجملة : فالمسألة ظنیة والنظائر والمتشابهة للبحث فیها مجال ، وان کان الاظهر فیها ما قلنا ، فالأولیٰ ماقاله فی البحر من انه ینبغی الابراء العام بعده ، والله سبحانه وتعالیٰ أعلم۔ (شامی: (۵۲۰/۴) کتاب البیوع، مطلب فی العرف الخاص والعام، ط: سعید)

طلب ورسد

"قیمت کم یا زیادہ ہونے کی وجہ" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۳۶/۵)

طلحہ رضی اللہ عنہ کی تجارت

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے، اور ان کی آمدن روزانہ ایک ہزار اوقیہ تھی۔ (۱)

طوطوں کا کاروبار

اس دور میں ملکی اور بین الاقوامی طور پر طوطوں کا کاروبار بھی عروج پر ہے، اگر طوطوں کے کاروبار کرنے والے اس کی خوراک اور دیگر ضروریات کا خیال رکھتے ہیں، تو ان کو پنجرے میں بند کر کے رکھنا اور کاروبار کرنا جائز ہے، اور اگر ان کی خوراک اور دیگر ضروریات کا خیال نہیں رکھتے تو ان کو پنجرے میں بند کر کے رکھنا (۲)

---

(۱) ومنهم طلحة بن عبيد الله ذكر ابن قتيبة في المعارف وابن الجوزي في التلبيس: أنه كان بزازًا۔
(التراتيب الإدارية: (۲/۲۵) القسم التاسع، الباب الأول، باب في ذكر من كان بزازًا في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، ط: دار الأرقم)

المعارف لابن قتيبة: (ص: ۵۷۵) صناعات الأشراف، ط: دار المعارف۔

وكان في يد "طلحة" خاتم من فضة، فصه ياقوتة حمراء، وكانت غلته كل يوم ألف درهم وألف۔
(المعارف لابن قتيبة: (ص: ۲۳۱) أخبار طلحة بن عبيد الله رضي الله عنه، ط: دار المعارف)

المستدرك للحاكم: (۳/۳۷۸) كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب محمد بن طلحة بن عبيد الله رضي الله عنه، ط: دار المعرفة۔

(۲) عن أنس قال: إن كان النبي صلى الله عليه وسلم ليخالطنا حتى يقول لأخ لي صغير: يا أبا عمير ما فعل النغير؟ كان له نغير يلعب به فمات. متفق عليه.

وفي الحديث: إباحة لعب الصبي بالطيور إذا لم يعذبه. (مشكاة مع حاشيته: ص: ۴۱۶، كتاب الآداب، باب المزاح، الفصل الأول، ط: قديمي).

وفي شرح السنة فيه فوائد منها أن صيد المدينة مباح ـــــ وإنه لا بأس أن يعطى الصبي الطير ليلعب به من غير أن يعذبه۔ (مرقاة المفاتيح: (۹/۱۰۶، ۱۰۷)، كتاب الآداب، باب المزاح، الفصل الأول، ط: رشيديه)۔=

اورکاروبار کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (۱)

مزید ''پرندوں کی تجارت'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲/۲۹۰)

طے شدہ ثمن سے زیادہ مطالبہ کرنا

عقد بیع مکمل ہونے کے بعد مشتری مبیع کا مالک ہوجاتا ہے، اور بائع مقررہ ثمن کا حق دار بن جاتا ہے، اور بائع کے لئے مشتری سے طے شدہ قیمت سے زیادہ مطالبہ کرنا جائز نہیں ہوتا، ہاں اگر مشتری اپنی رضامندی سے زیادہ دیدے تو جائز ہے۔ (۲)

= (قوله وأما للاستئناس فمباح) قال في المجتبى رامزا: لا بأس بحبس الطيور والدجاج في بيته، ولكن يعلفها وهو خير من إرسالها في السكك... في فتاوى العلامة قارئ الهداية: سئل هل يجوز حبس الطيور المفردة وهل يجوز عتقها، وهل في ذلك ثواب... فأجاب: يجوز حبسها للاستئناس بها، وأما إعتاقها فليس فيه ثواب. (الشامية: (۶/۴۰۱)، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ط: سعيد)

فتاوى قارئ الهداية: ص: ۲۰۰، كتاب الحظر والإباحة، ط: دار الكتب العملية۔

(۲) وعلم بهذا أنه لا يكره بيع ما لم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصير۔ (الشامية، (۶/۳۹۱)، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ط: سعيد)۔

وكذلك بيع السنور وسباع الطير الوحش والطير جائز عندنا، معلما كان أو لم يكن۔ (الخانية على هامش الهندية: (۲/۱۳۳)، كتاب البيوع، فصل في البيع الباطل والفاسد، ط: رشيديه)۔

والحمام إذا علم عددها وأمكن تسليمها جاز بيعها وأما إذا كانت في بروجها ومخارجها مسدودة فلا إشكال في جواز بيعها وأما إذا كانت في حالة طيرانها ومعلوم بالعادة أنها تجيء فكذلك۔ (الفتاوى الهندية: (۳/۱۱۴)، كتاب البيوع، الفصل الرابع في الحيوانات، ط: رشيديه)۔

وصح بيع الكلب ــ والفهد ــ والسباع ــ وكذا الطيور علمت أولا۔ (الدر المختار: ۵/ ۲۲۶، ۲۲۷)، كتاب البيوع، باب المتفرقات، ط: سعيد)۔

(۱) إذا كان الإيجاب من المشترى فقبل البائع بانقص من الثمن، أو كان من البائع فقبل المشترى بأزيد انعقد، فإن قبل البائع الزيادة في المجلس جازت كما في التاتارخانية ... وأما شرائط اللزوم بعد الانعقاد والنفاذ فخلوه من الخيارات الاربعة المشهورة، ويزاد خيار الكمية وخيار الغبن إذا كان فيه غرور۔ (البحر الرائق: (۵/۲۵۸، ۲۶۱) كتاب البيوع، ط: رشيديه كوئٹه)

الشامية: (۴/۵۲۶)، كتاب البيوع، مطلب في انعقاد البيع بلفظ واحد من الجانبين، ط: سعيد۔

وإذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع ولا خيار لواحد منهما الا من عيب أو عدم رؤية۔ (الهداية: (۳/۲۰)، كتاب البيوع، ط: رحمانيه)۔
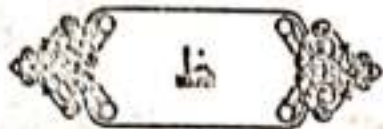
ظرف کا وزن مبیع کے وزن کے ساتھ حساب کرنا

''مبیع کا وزن ظرف کے ساتھ کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۸۹/۶)

ظلم کے بقدر رقم حکومت سے وصول کرنا

''بجلی کا بل زیادہ لے لیا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۹۴/۲)

ظلم ہے ٹال مٹول کرنا

''ٹال مٹول کرنا ظلم ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۴۲/۳)

عاجز ہو حوالگی سے

"حوالگی سے عاجز ہو" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۲۷/۳)

عاشر

"عاشر" درآمدی اور برآمدی ٹیکس وصول کرنے والے کو کہتے ہیں، اس دور میں کسٹم کے لوگوں کو بھی عاشر کہنا درست ہوگا، بشرطیکہ شریعت کے قانون کے مطابق صرف غیر مسلموں سے ڈیوٹی وصول کریں۔ (۱)

---

(۱) عن سفیان عن عطاء یعنی ابن السائب عن رجل من بکر بن وائل عن خالد رضی اللہ عنہ قال: قلت: یا رسول اللہ! أعشر قومی؟ فقال: "انما العشور علی الیهود والنصاری ولیس علی الاسلام عشور"۔ (مسند أحمد: (۳۲۲/۴) رقم الحدیث: ۱۸۹۲۴، مسند الکوفیین، حدیث رجل من بکر بن وائل، ط: مؤسسة قرطبة)

وقال الشوکانی رحمه الله تعالی: أی لیس علیهم غیر الزکاة من الضرائب والمکس ونحوهما۔ (نیل الأوطار: (۷۶/۱۰) کتاب الجهاد والسیر، أبواب الأمان والصلح والمهادنة، باب أخذ الجزیة وعقد الذمة، ط: دار ابن القیم)

باب العاشر... (هو حر مسلم)... (غیر هاشمی)... (قادر علی الحمایة) من اللصوص والقطاع... (نصبه الامام علی الطریق) للمسافرین... (لیأخذ الصدقات) تغلیباً للعبادة علی غیرها، (من التجار)... المارین بأموالهم الظاهرة والباطنة۔ (الدر مع الرد: (۳۰۹/۲، ۳۱۰) کتاب الزکاة، باب العاشر، ط: سعید)

البحر الرائق: (۲۳۰/۲، ۲۳۱)، کتاب الزکاة، باب العاشر، ط: سعید۔

تبیین الحقائق: (۸۳/۲)، کتاب الزکاة، باب العاشر، ط: مکتبه اشرفیه کوئٹه۔

قال الشافعی: الوظائف التی وضعها الفارس علی رعایاهم من الخیاط والصباغ والحداد کل یوم أو شهر کلا، فهو لا یحل أخذه، وکذلک الوظائف السلطانیة الیوم فی بلادنا علینا المسماة بـ(ٹکس)؛ لأنهم یاخذونها حیث ما ذکرنا مسانهة: والعذر بأنهم یصرفون الی حوالجنا مردود؛ لأن خزانهم معمورة تزید کل یوم الی ماشاء الله تعالی عاقبة أمرها فلا حاجة الی أموال الناس، ومثل ذلک =

عافیت کے نو حصے تجارت میں ہیں

عافیت، امن وسلامتی کے نوے فیصد حصے تجارت میں ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عافیت کے دس حصے ہیں، ان میں سے نو حصے معاش کی تلاش میں ہیں اور باقی ایک حصہ ساری چیزوں میں ہے۔ (۱)

عاقد

''عاقد'' (Contractor) معاملہ کرنے والے ایک آدمی کو ''عاقد'' اور دونوں کو ''عاقدین'' یا ''متعاقدین'' کہتے ہیں۔ (۲)

عاقد (Contractor) کے لئے شرائط

بیع صحیح ہونے کے لئے عاقد میں چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، اور وہ یہ

=المحصولات المتعددة الموضوعة على التجار على كل مازـ والمعصية كلها على الآخذ والآمروان تبعو النصارى في هذه النهب والأخذ ومن تبع أهوائهم فماله من الله من ولي ولا نصير۔ (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية: (۱۰۹/۳) كتاب الكفالة، معنى الجبائة وحكم النكس، ط: مير محمد كتب خانه)

أن العشر المأخوذ من المسلم المار على العاشر هو الزكاة بعينها الا أن هذا العاشر كما يأخذ من المسلم يأخذ من الذمي والمستأمن وليس المأخوذ منهما بزكاة۔ (العناية مع فتح القدير: (۱۷۱/۲) كتاب الزكاة، باب فيمن يمر على العاشر، ط: رشيدية قديم)

(۱) العافية عشرة أجزاء، تسعة في طلب المعيشة وجزء في سائر الأشياء۔ مسند الفردوس للديلمي عن أنس۔ (كنز العمال: (۶/۴) رقم الحديث: ۹۲۰۸، كتاب البيوع من قسم الأقوال، الباب الأول: في الكسب، الفصل الأول في فضائل الكسب الحلال، ط: مؤسسة الرسالة)

(۲) العقد: عند الفقهاء هو ربط أجزاء التصرف شرعاً بالايجاب والقبول، أو هو التزام المتعاقدين وتعهدهما أمراً... وجمعه العقود۔ (المجموع للقواعد الفقهية، ص: ۲۳۱، التعريفات الفقهية، ط: مكتبة البشرى)

ہیں:

❶ بائع اور خریدار دونوں کے لئے عاقل ہونا ضروری ہے، لہٰذا مجنون اور پاگل کی بیع صحیح نہیں ہے، اسی طرح ناسمجھ بچے کی خرید وفروخت کرنا بھی صحیح نہیں ہے، البتہ نابالغ سمجھ دار بچہ کی خرید وفروخت صحیح ہے۔

❷ بیع صحیح ہونے کے لئے ایک شخص کا بائع ہونا اور دوسرے کا خریدار ہونا ضروری ہے، ایک ہی آدمی ایک ہی وقت میں ایک ہی چیز کا خریدار اور بائع نہیں ہو سکتا، اور ایک ہی شخص خریدار اور بائع دونوں کی طرف سے خرید وفروخت کا وکیل نہیں بن سکتا۔ (۱)

عالم فقیہ کو تاجر لوگ سفر میں ساتھ رکھتے تھے

''پہلے زمانے کے مسلمان تاجر'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۲۳/۲)

عالمی منڈیوں میں شرکت

''ایگزیبیشن میں شرکت کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۹۰/۱)

عام ریٹ سے زیادہ داموں پر بیچنا

اپنے مال کو عام ریٹ سے زیادہ داموں پر بھی بیچنا جائز ہے، باقی بہت زیادہ داموں پر فروخت کرنا مکروہ ہے۔ (۲)

---

(۱) فشرائط العاقد اثنان، العقل والعدد، فلاینعقد بیع مجنون وصبی لایعقل ولا وکیل من الجانبین... ولا یشترط فیه البلوغ ولا الحریة، فیصح بیع الصبی أو العبد لنفسه موقوفاً، ولغیره نافذاً... (شامی: ۵۰۴/۴) کتاب البیوع، مطلب شرائط البیع أنواع أربعة، ط: سعید۔)

البحر الرائق: (۲۵۸/۵) کتاب البیع، ط: سعید۔

بدائع الصنائع: (۱۳۵/۵) کتاب البیوع، فصل: وأما شرائط الرکن— ط: سعید۔

(۲) ... رجل عن ذلک القدر (ای المقدر بتسعیر القاضی) فباعه بثمن فوقه، اجازه القاضی یعنی امضاه ... (المحیط البرهانی: (۲۶۸/۸) کتاب البیوع، فصل فی الاحتکار، ط: مکتبه غفاریة کوئٹه)=

عام ریٹ سے سستے داموں پر چیز بیچنا

اپنے مال کو عام ریٹ سے سستے داموں پر بھی بیچنا جائز ہے۔[(۱)]

عام قیمت سے زیادہ قیمت پر فروخت کر دیا

''قیمت زیادہ لے لی'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۲۹/۵)

عام کنویں کا پانی

غیر مملوک زمین کے کنویں کے پانی کی خرید و فروخت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ پانی بیچنے والے کی ملک نہیں ہے۔[(۲)]

عامل کے لئے کچھ نفع زیادہ متعین کرنا

اگر دو آدمی کسی کاروبار میں شریک ہیں اور دونوں کا سرمایہ مشترک ہے، اور ان دونوں میں سے ایک کام کرتا ہے اور دوسرا کام نہیں کرتا، ایسی صورت میں اگر عامل (کام کرنے والے) کے لئے نفع میں زیادہ حصہ مقرر کیا جائے تو یہ جائز ہے۔

= وظاهره انه لو باع بأكثر يحل وينفذ البيع۔ (شامي: (۴۰۰/۶) كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ط:سعيد)

مجمع الانهر: (۲۱۵/۴) كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط:مكتبه غفارية كوئٹه۔

(۱) قوله: والوضيعة:) هي البيع بمثل الثمن الأوّل مع نقصان يسير اتفاقي، وفي البحر: هي البيع بأنقص من الاوّل، (شامي: (۱۳۲/۵)، كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، ط:سعيد۔)

البحر الرائق: (۱۰۷/۶)، كتاب البيع، باب المرابحة والتولية، ط:سعيد۔

تبيين الحقائق: (۲۲۲/۴)، كتاب البيوع، باب التولية، ط:اشرفيه كوئٹه۔

(۲) وفي المحيط: بيع الماء في الحياض والآبار لا يجوز الا اذا جعله في اناء۔ (البحر الرائق: (۲۸۴/۵) كتاب البيع، ط:سعيد)

فتح القدير: (۲۴۶/۶) كتاب البيوع، ط:رشيديه جديد۔

الفتاوى الهنديه: (۱۲۱/۳) كتاب البيوع، الباب السابع في بيع الماء والجمد، ط:رشيديه۔

مثلاً زید کے ایک لاکھ اور عمر کے بھی ایک لاکھ روپے ہیں، اور زید کام کرتا ہے، اور عمر کام نہیں کرتا، اس لئے زید کا مثلاً ۸۰ فیصد اور عمر کا ۲۰ فیصد منافع مقرر ہوا، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ۵۰ فیصد زید کے اپنے مال کے ہیں، اور بقیہ ۵۰ میں سے ۳۰ فیصد کام کی وجہ سے زید کو اور ۲۰ فیصد سرمایہ دینے کی وجہ سے عمر کو ملیں گے، اور یہاں شرکت سے منافع میں شرکت مراد ہوگی اور یہ مضاربت ہوگی۔ (۱)

---

(۱) وفی النهر اعلم: انهما اذا شرطا العمل عليهما ان تساويا مالاً و تفاوتا ربحا جاز عند علمائنا الثلاثة رحمهم الله تعالى، خلافاً لزفر رحمه الله تعالى والربح بينهما على ما شرطا وان عمل احدهما فقط، وان شرطاه على احدهما فان شرطا الربح بينهما بقدر رأس مالهما جاز، ويكون مال الذى لا عمل له بضاعة عند العامل له ربحه وعليه وضيعته، وان شرطا الربح للعامل أكثر من رأس ماله جاز ايضاً على الشرط، ويكون مال الدافع عند العامل مضاربة۔ ولو شرطا الربح للدافع أكثر من رأس ماله لا يصح الشرط ويكون مال الدافع عند العامل بضاعة لكل واحد منهما ربح ماله، والوضيعة بينهما على قدر رأس مالهما أبداً هذا حاصل ما فى العناية وما فى النهر قلت: وحاصل ذلك كله أنه إذا تفاضلا فى الربح فإن شرطا العمل عليهما سوية جاز، ولو تبرع احدهما بالعمل، وكذا لو شرطا العمل على احدهما وكان الربح للعامل بقدر رأس ماله أو أكثر، ولو كان الأكثر لغير العامل أو لأقلهما عملا لا يصح وله ربح ماله فقط، وهذا إذا كان العمل مشروطا... الخ۔ (شامی: (۳۱۲/۴) کتاب الشركة، مطلب: فی توقيت الشركة روايتان، ط: سعيد)

(قوله: وإن شرطاه على أحدهما فإن شرطا الربح بينهما بقدر... الخ) فى الدرر من كتاب المضاربة ما نصه: والثالث أى من شروط المضاربة تسليمه إلى المضارب حتى لا يبقى لرب المال فيه يد؛ لأنّ المال يكون أمانة عنده، فلا يتم الا بالتسليم كالوديعة بخلاف الشركة؛ لأنّ المال فى المضاربة من احد الجانبين والعمل من الجانب الآخر فلابدّ أن يخلص المال للعامل ليتمكن من التصرف فيه، واما العمل فى الشركة فمن الجانبين فلو شرط خلوص اليد لأحدهما لم تنعقد الشركة لانتفاء شرطها وهو العمل منهما، فظاهر ما ليهاينالى مانقله المحشى ويقال فى دفع المنافاة ان شرط العمل منهما شرط لتحقيق الشركة، وإذا شرط على احدهما تكون مضاربة أو بضاعة على ماذكره المحشى تأمل، ثم أنه لا حاجة... إلى قوله وتخصيص العمل بأحدهما يخرج المسألة عن أن تكون من مفردات مسائل الشركة بل هى حينئذ بضاعة ان شرط العمل على احدهما مع التساوى فى الربح، ومضاربة ان شرط الفضل للعامل۔ (التحرير المختار على هامش رد المحتار: (تقريرات الرافعى) (۷۰/۴) كتاب الشركة، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۱۷۴/۵)، كتاب الشركة، ط: سعيد۔

تبيين الحقائق مع حاشية العلامة الشلبى: (۲۴۴/۴، ۲۴۵، ۲۴۶) كتاب الشركة، ط: أشرفية كوئته۔

عباس رضی اللہ عنہ عطر امپورٹ کرتے تھے

''درآمد'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۹۹/۳)

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا پیشہ

''حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا پیشہ'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے مالدار بننے کا راز

''مالدار بننے کا راز'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۶۱/۶)

عثمان رضی اللہ عنہ کا پیشہ

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا پیشہ'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۰۵/۳)

عجیب واقعہ قرض ادا کرنے کا

''قرض ادا کرنے کی نیت ہو تو اللہ کی مدد ہوتی ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

عجیب واقعہ قرض ادا کرنے کے جذبہ کا

''قرض ادا کرنے کا عجیب واقعہ'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۶۴/۵)

عددی دستخط

''ڈیجیٹل سگنیچر'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۰۶/۳)

عرب ممالک میں مقامی باشندوں کی حرکت

بعض عرب ممالک میں یہ قانون بنادیا گیا ہے کہ دوسرے ممالک کے لوگ وہاں کے کسی مقامی باشندے کی شرکت سے تجارت کرسکتے ہیں، اس کے بغیر تنہا مکمل

تجارت اپنے نام پر نہیں کرسکتے، اس لئے جب بیرونی باشندے تجارت کرتے ہیں تو وہ برائے نام کسی مقامی باشندے یا کفیل کا نام بھی شریک کار کی حیثیت سے دے دیتے ہیں، تاکہ قانونی طور پر ان کو اس کی اجازت حاصل ہوجائے اور معاوضہ کے طور پر سالانہ یا ماہانہ ان کو کوئی متعینہ رقم دے دیا کرتے ہیں۔

یہ صورت درست نہیں ہے، دراصل اجنبی تاجر اس طرح رشوت دیتا ہے، اور یہ کوئی ایسی مجبوری اور ضرورت نہیں ہے، جس کی وجہ سے رشوت کی اجازت دی جائے اور دوسرا فریق (مقامی باشندہ) جو برائے نام شریک ہے، اس کے لئے رقم لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ رشوت اور غصب کا مال ہے۔ (۱)

ہاں اگر مقامی تاجر کاروبار میں کچھ شامل کرے گا، تو نفع لینا اور دینا جائز ہوگا، اور اگر مقامی آدمی کے پاس پیسہ نہ ہو یا وہ شریک ہونے کے لئے آمادہ نہ ہو تو اجنبی تاجر اپنے سرمایہ کا کچھ حصہ اس کو قرض دے دے پھر وہ رقم لے کر کاروبار میں شامل کرے، پھر اس کو نفع کے اعتبار سے جو بھی تناسب مقرر ہو، اس کے مطابق نفع دے تو یہ جائز ہوگا۔ (۲)

---

(۱) رشوة بضم الراء وكسرها ويجوز الفتح، وهي ما يؤخذ بغير عوض ويعاب أخذه، وقال بن العربي الرشوة كل مال دفع ليبتاع به من ذي جاه عوناً على مالا يحل، والمرتشي قابضه والراشي معطيه، والرائش الواسطة، وقد ثبت حديث عبد الله بن عمرو في لعن الراشي والمرتشي، أخرجه الترمذي وصححه. (فتح الباري لابن حجر: (۲۲۱/۵) تحت رقم الحديث: ۲۵۹۶، كتاب الهبة، باب من لم يقبل الهدية لعلة، ط: دار المعرفة۔

فيض القدير للمناوي: (۵۷/۴)، رقم الحديث: ۴۴۹۰، باب الراء، ط: دار الكتب العلمية۔

الدر مع الرد: (۳۶۲/۵)، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية، ط: سعيد۔

(۲) (وهي)... شرعاً (عبارة عن عقد بين المتشاركين في الأصل والربح)... (الدر مع الرد: (۴/ ۲۹۹)، كتاب الشركة، ط: سعيد۔

البحر الرائق: (۱۶۶/۵)، كتاب الشركة، ط: سعيد۔

تبيين الحقائق: (۳۱۳/۳)، كتاب الشركة، ط: أشرفيه۔

عرش کے سایہ میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ بولنے والا تاجر قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔ (١)

عرصہ گزر گیا دیکھنے کا

"دیکھنے کا لمبا عرصہ گزر گیا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (٣٦٩/٣)

عرف کی وجہ سے نص مذہب کو ترک کرنا

☆ تعامل کی وجہ سے نص مذہب کو ترک کرنے کی گنجائش ہے۔

☆ معاملات میں لوگوں کی سہولت کی خاطر آسانی کا پہلو اختیار کرنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ شریعت کی حدود سے متجاوز نہ ہو۔ (٢)

---

(١) عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التاجر الصدوق تحت ظل العرش يوم القيمة. رواه الأصبهاني وغيره. (الترغيب والترهيب: (٣٥٣/٢) كتاب البيوع، ترغيب التجار في الصدق وترهيبهم من الكذب والحلف وإن كانوا صادقين، ط: دار الكتب العلمية)

فيض القدير للمناوي: (٢٧٨/٣) رقم الحديث: ٣٣٩٣، ط: المكتبة التجارية الكبرى.

كنز العمال: (٧/٤) رقم الحديث: ٩٢١٨، حرف التاء، كتاب البيوع من قسم الأقوال، الباب الأول: في الكسب، الفصل الأول: في فضائل الكسب، ط: مؤسسة الرسالة.

(٢) فهذه النقول و نحوها دالة على اعتبار العرف الخاص وإن خالف المنصوص عليه في كتب المذهب مالم يخالف النص الشرعي ... اقول: وبما قررناه تبين لك ان ما تقدم عن الاشباه من أن المذهب عدم اعتبار العرف الخاص انما هو فيما اذا عارض النص الشرعي، فلا يترك به القياس ولا يخص به الاثر بخلاف العرف العام... وأما العرف الخاص اذا عارض النص المذهبي المنقول عن صاحب المذهب فهو معتبر كما مشى عليه اصحاب المتون والشروح والفتاوى... ليس للمفتي ولا القاضي ان يحكما بظاهر الرواية ويتركا العرف. (رسائل ابن عابدين: (١٣٣/٢) نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف، ط: مكتبه محمديه.

فهذا كله وامثاله دلائل واضحة على ان المفتي ليس له الجمود على المنقول في كتب ظاهر الرواية من غير مراعاة الزمان وأهله والا يضيع حقوقاً كثيرة ويكون ضرره اعظم من نفعه. (رسائل ابن عابدين: (١٣١/٢) نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف، ط: مكتبه محمديه كوئته)=

عرفی اجازت نابالغ کے لئے کافی ہے

''نابالغ کی خرید وفروخت میں عرفی اجازت کافی ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۳۳۲/۶)

عطر درآمد کرنا

''درآمد'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۹۹/۳)

عطر فروش

حضرت اسماء بنت مخربہ اور حولاء بنت ثُوَیب عطر فروش تھیں۔ (۱)

= ولهذا ترى مشايخ المذهب خالفوا مانص عليه المجتهد في مواضع كثيرة بناءً على ماكان في زمنه لعلمهم بأنه لو كان في زمنهم لقال بما قالوا به أخذاً من قواعد مذهبه۔(رسائل بن عابدين: (۲/ ۱۲۵) نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف، ط: عالم الكتب ومحمديه كوئٹه۔

بيع الثمار على الاشجار ... وظاهر مذهب الحنفية بطلانه، وبه قال شمس الائمة السرخسي، وافتى الحلواني وابو بكر بن الفضل من مشايخ المذهب بالجواز ... والحلواني وابن الفضل عدلا عن ظاهر المذهب للعرف قال ابن الفضل: استحسن فيه لتعامل الناس، فانهم تعاملوا بيع ثمار الكرم بهذه الصفة، ولهم في ذلک عادة ظاهرة، وفي نزع الناس عن عاداتهم حرج، وكون هذا من بيع المعدوم المنهي عنه، وتصريح ظاهر المذهب بطلانه لايمنع من صحة ما افتوا به، لأن العرف كما علمنا يخصص الأدلة ويعدل به عن ظاهر المذهب ۔ (العرف والعادة في رأى الفقهاء، احمد فهمي ابو سنة، (ص: ۱۲۹، ۱۳۰) المقال الثامن: اهم الاحكام المبنية على العرف والعادة، ط: مطبعة الازهر)

(۱) ترجم في الإصابة لأسماء بنت مخربة بالباء فذكر أن ابنها عباس بن عبد الله بن ربيعة كان بعث إليها من اليمن بعطر فكانت تبيعه ... وترجم في الإصابة أيضًا للحولاء العطارة، فذكر أن أباموسى أخرج من طريق أبي الشيخ بسنده إلى أنس قال: كانت بالمدينة امرأة عطارة تسمى حولاء بنت ثويب۔ (التراتيب الإدارية: (۳۰/۲) القسم التاسع، الباب الأول، المرأة تبيع العطر، ط: دار الأرقم)

الاستيعاب في معرفة الأصحاب: (۱۹۰۳/۱) كتاب النساء وكناهم، حرف الراء، الربيع بنت النضر الأنصارية، ط: دار الإعلام۔

الإصابة في تمييز الصحابة: (۹۳/۸) كتاب النساء، حرف الحاء المهملة، القسم الأول، الحولاء العطارة، ط: دار الكتب العلمية۔

عطر کی تجارت

(۳۳۶) عطر کی تجارت درست ہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ یمن سے عطر خرید کر لاتے اور حج کے موسم میں اسے فروخت کرتے۔ (۱)

عظیم جرم

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ والے ناپ تول میں بخل سے کام لیتے، پس اللہ پاک نے آیت: {وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ} نازل فرمائی، تو اسکے بعد وہ اچھی طرح ناپ تول کرتے تھے۔

تجارت کے دوران ناپنے میں کمی زیادتی ایک عظیم جرم ہے، جس میں سستی کرنے سے سخت عذاب آتا ہے، اس لئے اس گناہ سے اپنے آپ کو فوراً بچانا ضروری ہے، اور ناپ تول میں ڈنڈی مارنا ایک طرح کا دھوکہ ہے اور دھوکہ دینا ناجائز اور حرام ہے، اگر دنیا میں کم دیا تو آخرت میں دینا پڑے گا، اور وہاں حق ادا کرنا بہت ہی مشکل ہوگا۔ (۲)

---

(۱) ترجم في الإصابة لأسماء بنت مخربة بالباء فذكر أن ابنها عباس بن عبد الله بن ربيعة كان يبعث إليها من اليمن بعطر فكانت تبيعه... وروى عن الربيع بنت معوذ بن عفراء قالت: كانت اسماء بنت مخرمة تبيع العطر بالمدينة، وهي أم عباس وعبدالله بن أبي ربيعة يعني أبا جهل۔ (التراتيب الإدارية: (۳۰/۲) القسم التاسع، الباب الأول، المرأة تبيع العطر، ط: دار الأرقم)

(۲) قوله تعالى: "ويل للمطففين، الذين اذا اكتالوا على الناس يستوفون واذا كالوهم أووزنوهم يخسرون"... روى النسائى عن ابن عباس قال: لما قدم النبى صلى الله عليه وسلم المدينة كانوا من أخبث الناس كيلاً، فأنزل الله تعالى: "ويل للمطففين" فاحسنوا الكيل بعد ذلك، قال الفراء: فهم من أوفى الناس كيلاً الى يومهم هذا... قوله تعالى: "ويل" أى شدة عذاب في الآخرة، وقال ابن عباس: انه واد في جهنم يسيل فيه صديد أهل النار، فهو قوله تعالى: "ويل للمطففين" أى الذين ينقصون مكاييلهم و موازينهم... (الجامع للأحكام القرآن للقرطبى: (۲۱۸/۱۹، ۲۱۹)، سورة المطففين، رقم الآية: ۱، ۲، ط: رشيديه۔=

عقد

عقد (Contract) جب دو انسان آپس میں معاملہ (Transaction) کرتے ہیں تو اس معاملہ کو عقد کہتے ہیں، خواہ اس کا تعلق بیع سے ہو یا بیع کے علاوہ کسی اور چیز سے ہو۔ (۱)

عقد بیع

''عقد بیع'' خرید فروخت کا عقد (Contract Of Sale)۔ (۲)

عقد بیع میں طے شدہ ثمن سے زیادہ مطالبہ کرنا

''طے شدہ ثمن سے زیادہ مطالبہ کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۳۵/۴)

عقد ربٰو کا حکم

عقد ربٰو بیع فاسد کے حکم میں ہے، اس لئے ایسی بیع کو ختم کر کے اپنا اپنا مال، اور اگر عین مال موجود نہ ہو تو اس کا مثل واپس لے لیں۔ (۳)

= تفسیر ابن کثیر: (۳۴۶/۸)، سورة المطففين، الآية: ۱، ۲، ط: دار طيبة۔
روح المعاني للآلوسي: (۲۷۳/۱۵)، سورة المطففين، الآية: ۱، ۲، ط: دار الكتب العلمية۔
(۱، ۲) (العقد) ما عقد من البناء۔ و العهد۔ و اتفاق بين طرفين يلتزم بمقتضاه كل منهما تنفيذ ما اتفقا عليه كعقد البيع و الزواج... (المعجم الوسيط: (۶۱۴/۲)، باب العين، ط: دار الدعوة۔
العقد ربط أجزاء التصرف بالايجاب و القبول شرعاً۔ (التعريفات للجرجاني: (ص: ۱۹۶)، باب العين، ط: دار الكتب العلمية۔
جامع العلوم في اصطلاحات الفنون: (۲۳۸/۲)، حرف العين، ط: دار الكتب العلمية۔
(۳) (هو) لغة: مطلق الزيادة، وشرعا (فضل) ولو حكما فدخل ربا النسيئة، والبيوع الفاسدة كلها من الربا فيجب رد عين الربا لو قائماً... (خال عن عوض)... (بمعيار شرعي)... لأحد المتعاقدين۔
(قوله: فيجب رد عين الربا لو قائما لا رد ضمانه الخ) يعني انما يجب رد ضمانه لو استهلكه، وفي هذا التفريع خفاء، لأن المذكور قبله أن البيع الفاسد من جملة الربا، و انما يظهر لو ذكر قبله أن الربا من جملة=

عقد کے الفاظ کیسے ہوں

☆ عقد کے الفاظ ایسے ہونا ضروری ہیں جن سے فوری طور پر عقد کرنے کا مفہوم سمجھ میں آتا ہو، بھاؤ تاؤ معلوم کرنے کے الفاظ نہ ہوں۔

☆ اور عقد کے الفاظ عقد کے خلاف کسی شرط پر معلق نہ ہوں، مثلاً یہ کہنا کہ ”میں تمہیں یہ سامان اس شرط پر بیچتا ہوں کہ تم نے آگے فروخت نہیں کرنا“ تو یہ شرط عقد کے تقاضے کے خلاف ہے، کیونکہ عقد تقاضا کرتا ہے کہ خریدار اس چیز کا مالک ہوگیا ہے، اور اس میں تصرف کرنے میں آزاد ہے۔

☆ اور عقد کے الفاظ مستقبل کے زمانہ کی طرف منسوب نہ ہوں، مثلاً یہ کہنا کہ ”یہ چیز میں نے آپ کو کل آئندہ فروخت کر دی ہے“، تو اس سے بھی عقد مکمل نہیں ہوگا۔ (۱)

= البيع الفاسد، لأن حكم البيع الفاسد أنه يملك بالقبض ويجب رده لو قائماً ورد مثله أو قيمته لو مستهلكاً۔ (الدر مع الرد: (۱۶۹/۵)، كتاب البيوع، باب الربا، ط: سعيد۔

🗀 طحطاوی علی الدر: (۱۰۷/۳)، كتاب البيوع، باب الربا، ط: رشيديه۔

🗀 البحر الرائق: (۱۲۴/۶، ۱۲۵، ۱۲۶)، كتاب البيع، باب الربا، ط: سعيد

(۱) الايجاب والقبول في البيع عبارة عن كل لفظين مستعملين لانشاء البيع في عرف البلدة، أي عبارة عن كل لفظين ينبئان عن معنى التمليك والتملك... الايجاب والقبول يكونان بصيغة الماضي كبعتُ واشتريتُ... ينعقد البيع بصيغة المضارع أيضاً اذا أريد بها الحال كما في عرف بعض البلاد، كأبيع وأشترى واذا أريد بها الاستقبال لا ينعقد... صيغة الاستقبال التي هي بمعنى الوعد المجرد مثل سأبيع وأشترى لا ينعقد بها البيع... (شرح المجلة لرستم باز: (۲۲/۱، ۲۳)، المادة: ۱۶۸، الى: ۱۷۱، البيوع، الباب الأول: في بيان المسائل المتعلقة بعقد البيع، الفصل الأول: فيما يتعلق بركن البيع، ط: فاروقيه كوئٹه۔

🗀 شرح المجلة للاتاسی: (۳۲/۲، ۳۳) المادة: ۱۶۸، الى: ۱۷۱، أيضاً، ط: رشيديه۔

🗀 الدر مع الرد: (۵۱۱/۴، ۵۱۰)، كتاب البيوع، ط: سعيد۔

🗀 ولا (بيع بشرط)... (لا يقتضيه العقد ولا يلائمه وفيه نفع لأحدهما أو) فيه نفع (لمبيع) هو (من أهل الاستحقاق... (فيصح) البيع (بشرط يقتضيه العقد كشرط الملك للمشترى)... =

عقیقہ کا گوشت

عقیقہ کا گوشت اور کھال فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

علی رضی اللہ عنہ کا فرمان نفع کے بارے میں

''نفع کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(٣٧٠/٦)

عمارہ بن ولید رضی اللہ عنہ

''عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تاجر تھے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(٣٥٠/٤)

عمر رضی اللہ عنہ بازار کا چکر لگاتے تھے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بازار کا چکر لگاتے اور بعض تاجروں کو دُرّے مارتے اور فرماتے کہ ہمارے بازار میں صرف وہ شخص

=(أولا يقتضيه ولا نفع فيه لأحد)... كشرط أن لايبيع)... قال: المحقق الشامي: في القهستاني عن الاختيار: جواز البيع، وبطلان الشرط: (الدر مع الرد: (٨٥/٥، ٨٦، ٨٧)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في البيع بشرط فاسد، ط: سعيد۔)

شرح المجلة للاتاسي: (٦٥/٢)، المادة: ١٨٩، البيوع، الباب الأول، الفصل الرابع: في حق البيع بشرط، ط: رشيديه۔

شرح المجلة لرستم باز: (٧٢/١)، المادة: ١٨٩، أيضاً، ط: فاروقيه كوئٹه۔

(١) وأمّا حكم لحمها وجلدها و سائر أجزائها فحكم لحم الضحايا في الأكل والصدقة ومنع البيع۔ (بداية المجتهد: (٣٤٠/١) كتاب العقيقة، ط: فاران اكيڈمی لاهور)

(قوله: وامتناع بيعها) فلا يبيع منها شيئا حتى جلدها۔ (حاشية الباجوري: (٣٠٤/٢) كتاب أحكام الصيد والذبائح والضحايا والأطعمة، فصل في أحكام العقيقة، ط: دار إحياء الكتب العربية)

(ولا يعطى أجر الجزار منها)؛ لأنه كبيع۔ (قوله: لأنه كبيع)؛ لأنّ كلّاً منهما معاوضة؛ لأنه إنما يعطى الجزار بمقابلة جزره والبيع مكروه فكذا ما في معناه۔ (الدر المختار مع رد المحتار: (٣٢٨/٦) كتاب الأضحية، ط: سعيد)

تجارت کرے جو مسائل جانتا ہو ورنہ سود کھائے گا، چاہے یا نہ چاہے۔ (۱)

ایک اور جگہ پر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جسے دین کی سمجھ نہ ہو وہ ہمارے بازاروں میں ہرگز تجارت نہ کرے۔ (۲)

عمر رضی اللہ عنہ تجارت کے مسائل سے ناواقف آدمی کو تجارت کی اجازت نہیں دیتے تھے

"تجارت کی اجازت کے لئے مسائل سے واقف ہونا ضروری ہے" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۶۰/۲)

عمر رضی اللہ عنہ کی تجارت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کاروبار حجاز سے نکل کر ایران تک پھیل گیا تھا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے بازاروں میں نگران مقرر فرمائے تھے

"تجارت کی اجازت کے لیے مسائل سے واقف ہونا ضروری ہے" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۶۰/۲)

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تاجر تھے

حضرت عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید رضی اللہ عنہما بڑے تاجر تھے، ان

---

(۱) ولذلک روی عن عمر رضي الله عنه أنه كان يطوف السوق ويضرب بعض التجار بالدرة ويقول: لا يبيع في سوقنا إلا من تفقه وإلا أكل الربا، شاء أم أبى۔ (إحياء العلوم: (۶۴/۲) كتاب آداب الكسب والمعاش، الباب الثاني في علم الكسب بطريق البيع والربا والسلم والإجارة والقراض، ط: دار المعرفة)

التراتيب الإدارية: (۱۷/۲) القسم التاسع، باب كون الناس كانوا أول الإسلام لا يتعاطون البيع والشراء حتى يتعلموا أحكامه، ط: دار الأرقم۔

(۲) وعن عمر بن الخطاب رضي الله عنه أنه قال: من لم يتفقه في الدين فلا يتجرن في أسواقنا۔ (تنبيه الغافلين: (ص:۳۴۷) ۶۲۔باب آفة الكسب والحذر عن الحرام، ط: رشيديه)

کی رسائی حبشہ کے بادشاہ نجاشی اور اس کے وزراء تک تھی۔ (۱)

عمل کے بغیر اجرت میں شریک ہونا

مثلاً زید ایک درزی ہے، جو مشہور ہے، وہ ایک دکان پر کبھی کبھار بیٹھتا ہے، اور وہ دکان اس کی نگرانی میں چلتی ہے، اس دکان پر تین آدمی سلائی کا کام کرتے ہیں زید کچھ نہیں کرتا، دو تین گھنٹوں کے لئے آتا ہے، لیکن جو اجرت ملتی ہے، اس میں برابر شریک ہوتا ہے، تو یہ جائز ہے، کیونکہ یہ عقد اجارہ نہیں بلکہ شرکت صنائع ہے، یعنی شہرت اور وجاہت کی بناء پر لوگوں سے کام لینا اور حاصل ہونے والی اجرت کو آپس میں تقسیم کرنا۔ (۲)

---

(۱)

(۲) واما (تقبل) وتسمى شركة صنائع واعمال وابدان۔ (ان اتفق) صانعان (خياطان أو خياط وصباغ) فلايلزم اتحاد صنعة ومكان (على أن يتقبلا الأعمال)... قال المحقق الشامي:... والمراد عقد الشركة على التقبل والعمل... وفي البحر أيضاً: لو اشتركا على ان يتقبل احدهما المتاع ويعمل الآخر أو يتقبله أحدهما ويقطعه ثم يدفعه الى الآخر للخياطة بالنصف جاز كذا في القنية... وفي النهر: ان المشترك فيه انما هو العمل، ولذا قالوا: من صور هذه الشركة ان يجلس آخر على دكانه فيطرح عليه العمل بالنصف، و القياس ان لاتجوز؛ لأنّ من احدهما العمل ومن الآخر الحانوت، واستحسن جوازها؛ لأنّ التقبل من صاحب الحانوت عمل۔ (الدر مع الرد: (۴/۳۲۲) كتاب الشركة، مطلب في شركة التقبل، ط: سعيد)

☜ ولو ان رجلا اجلس في دكانه رجلاً يطرح عليه العمل بالنصف فالقياس ان لاتجوز هذه الشركة؛ لأنّها شركة العروض؛ لأنّ من احدهما العمل ومن الآخر الحانوت، والحانوت من العروض وشركة العروض غير جائزة۔ وفي الاستحسان جائزة؛ لأنّ هذه شركة الأعمال؛ لأنّها شركة التقبل وتقبل العمل من صاحب الحانوت عمل وشركة الاعمال جائزة بلاخلاف بين اصحابنا؛ لأنّ مبناها على الوكالة والوكالة على هذا الوجه جائزة بأن يوكل خياط أو قصار وكيلا يتقبل له عمل الخياطة والقصارة وكذا يجوز لكل صانع يعمل بأجر ان يوكل وكيلا يتقبل العمل۔ (بدائع الصنائع: (۶/۶۴) كتاب الشركة، ط: سعيد)

☜ النتف في الفتاوى: (ص: ۳۲۵) ط: بيروت۔

☜ تبيين الحقائق: (۵/۱۴۷)، كتاب الاجارة، باب فسخ الإجارة، ط: ملتان۔ و: ۶/۱۶۳، ط: اشرفيه كوئٹه

☆اور اگر دکان زید کی نہیں ہے لیکن شہر میں مشہور ہونے کی وجہ سے لوگ اس کے پاس کام لے کر آتے ہیں، اور دوسرا کام کرتا ہے، اور اجرت میں دونوں شریک ہوتے ہیں، تب بھی تعامل کی وجہ سے جائز ہے۔(۱)

عمل کے ذریعہ ایجاب وقبول

ایجاب وقبول جس طرح زبانی اور تحریری طور پر ہوتا ہے، عمل (ACT) کے ذریعہ بھی ہوتا ہے، یعنی فریقین تحریری اور زبانی طور پر کوئی بات نہ کریں، لیکن عمل ایسا کریں جس سے دونوں کی رضامندی ظاہر ہو، اس سے بھی بیع ہوجاتی ہے، ایسی بیع کو ''بیع تعاطی'' کہتے ہیں۔(۲)

---

(۱) وجه الاستحسان أن هذه ليست باجارة وانما هي شركة الصنائع وهي شركة التقبل؛ لأن شركة التقبل أن يكون ضمان العمل عليهما وأحدهما يتولى القبول من الناس والآخر يتولى العمل لحذاقته وهو متعارف فوجب القول بجوازها للتعامل بها، قال ﷺ مارآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن. (العناية في شرح الهداية على هامش تكملة فتح القدير: (۹/۱۵۰)، كتاب الاجارات، باب فسخ الاجارة، ط: دار الفكر) و: (۹/۱۵۲)، ط: رشيديه.

🗀 بقیہ سابقہ حاشیہ ملاحظہ ہو۔

(۲) بما أن المقصد الأصلي من الإيجاب والقبول هو تراضي الطرفين ينعقد البيع بالمبادلة الفعلية الدالة على التراضي ويسمى هذا بيع التعاطي. (شرح المجلّة لرستم باز: (۱/۶۳) المادة: ۱۷۵، الكتاب الأوّل في البيوع، الباب الأوّل فيما يتعلّق بركن البيع، ط: فاروقيه)

🗀 التعاقد بالأفعال (العقد بالمعاطاة): قد ينعقد العقد بدون قول أو لفظ، وإنّما بفعل يصدر من المتعاقدين ويسمى في الفقه بالمعاطاة أو التعاطي أو المراوضة: وهو التعاقد بالمبادلة الفعلية الدالة على التراضي دون تلفظ بإيجاب أو قبول. (الفقه الإسلامي وأدلّته: (۴/۲۹۳۷) القسم الثاني: النظريات الفقهية، الفصل الرابع: نظرية العقد، المطلب الثاني: عناصر العقد، الفرع الأوّل، ط: رشيديه)

🗀 درر الحكام شرح مجلّة الأحكام: (۱/۲۴۳) المادة: ۱۷۵، ط: دار الجيل.

عملی اشارے سے سودا کرنا

عملی اشارے سے ایجاب وقبول یہ ہے کہ بائع خریدار کو چیز دیدے، اور خریدار بائع کو اس کی قیمت دے دے، خواہ دونوں زبان سے ایجاب وقبول نہ بھی کریں، یا ایک بات کرے اور دوسرا نہ کرے اس کو ''بیع تعاطی'' کہتے ہیں۔ (۱)

عموم بلویٰ

''عموم بلویٰ'' کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کام یا معاملہ کا اس طور پر عام ہوجانا کہ اس سے خلاصی اور بچاؤ ناممکن ہو، اور انسان اس میں مبتلا ہونے کے لئے اضطرار کے درجہ تک پہنچ چکا ہو۔ (۲)

---

(۱) بما أن المقصد الأصلي من الايجاب والقبول هو تراضي الطرفين ينعقد البيع بالمبادلة الفعلية الدالة على التراضي، ويسمّى هذا بيع التعاطي، مثال ذلك: أن يعطي المشترى للخباز مقدارامن الدرهم فيعطيه الخباز مقدارا من الخبز بدون تلفظٍ بايجاب وقبول،أو يعطي المشترى الثمن للبائع ويأخذ السلعة ويسكت البائع... (شرح المجلة لسليم رستم باز: (۶۳/۱)، المادة: ۱۷۵، البيوع، الباب الأوّل، الفصل الأوّل: فيما يتعلق بركن البيع، ط: فاروقيه كوئٹه۔

شرح المجلة للاتاسي: (۳۶/۲، ۳۷) المادة: ۱۷۵، أيضاً، ط: رشيديه۔

الدرمع الرد: (۵۱۳/۴)، كتاب البيوع، مطلب البيع بالتعاطي، ط: سعيد۔

(۲) عموم البلوى: "شيوع البلاء بحيث يصعب على المرء التخلص أو الابتعاد عنه" وهٰذا السبب من أسباب التخفيف مظهر واضح من مظاهر التسامح واليسر في الاحكام الشرعية، وخصوصًا في العبادات والطهارة من النجاسات، وله امثلة كثيرة منها... وبول ترشش على الثوب قدر رؤس الابر... النار عند الحنيفة مطهرة لما يلقى فيها من النجاسات كالروث والعذرة، فيعدّ رمادها طاهرا تيسيرًا على الناس والا حكم بنجاسة الخبز في الأرياف إذا خبز بوقود نجس وكذٰلك يعتبر البعد طاهرًا إذا وقع في المحلب، لرمى منه في الحال قبل التفتت ولم يتغير اللبن به... الخ۔ (نظرية الضرورة الشرعية، مقارنة مع القانون الوضعي للدكتور وهبة الزحيلي: (ص: ۱۱۵، ۱۱۶) ط: دار الفكر، دمشق)

الدرمع الرد: (۳۲۶/۱، ۳۲۵، ۳۲۳)، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، ط: سعيد۔

الموسوعة الفقهية الكويتية: (۶/۳۱)، حرف العين، عموم، عموم البلوى، ط: مطابع دار الصفوة مصر۔

عموم بلویٰ ثابت ہونے کے لئے چند شرائط ہیں، لہٰذا کسی چیز کے بارے میں عموم بلویٰ کا فیصلہ کرتے ہوئے ان شرائط کا لحاظ کرنا ضروری ہے، اور وہ شرائط یہ ہیں۔

① عموم بلویٰ کے تحت جس حرام میں ابتلاء اور وقوع ہو رہا ہے وہ حرام لعینہ نہ ہو، بلکہ حرام لغیرہ ہو (یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے جائز ہو البتہ خارجی چیزوں کی وجہ سے حرام ہو)

② اصل حکم کو ثابت کرنے والی قرآن و حدیث کی نص قطعی اور غیر محتمل نہ ہو۔

③ مقصد تک رسائی کے لئے دوسرا کوئی اور جائز راستہ موجود نہ ہو، یا دوسرا راستہ موجود تو ہو مگر شدید مشقت کا باعث ہو۔

④ کسی چھوٹے فساد کو دور کرنے کے لئے اس سے بڑے فساد میں واقع ہونا لازم نہ آتا ہو۔

⑤ مقتضائے حال پر عمل شارع کے مقصد کے خلاف نہ ہو۔[1]

عوامی فنڈ سے بچی ہوئی چیز بلیک میں فروخت کرنا

''ڈیلر کے لیے عوامی فنڈ سے بچی ہوئی چیز بلیک میں فروخت کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۴۰۷/۳)

---

(۱) ان لایخالف المضطر مبادی الشریعة الاسلامیة الاساسیة التی ذکرها من حفظ حقوق الآخرین، وتحقیق العدل و أداء الأمانات ودفع الضرر، والحفاظ علی مبدأ التدین وأصول العقیدة الاسلامیة، فمثلاً: لایحل الزنا... الخ۔ (نظریة الضرورة الشرعیة، المبحث الرابع، مفهوم الضرورة، وضوابطها: (ص: ۲۶) ط: دار الفکر، بیروت)

ألا یخالف المضطر مبادئ الاسلام، فلایحل الزنا والقتل والکفر والغصب بأی حال، لأنها مفاسد فی ذاتها، وان کان یرخص حال الاکراه۔ الفقه الاسلامی وادلته: (۲۶۰۴/۴) القسم الاول: العبادات، الباب السابع: الحظر والاباحة، المطلب الثالث: حالة الضرورة، ط: رشیدیه۔

عورت کا دودھ

عورت کے لئے اپنے بچے یا دوسرے کے بچوں کو دودھ پلانا تو جائز ہے، اور دودھ پلانے والی عورت دودھ پلانے پر اجرت بھی لے سکتی ہے، لیکن دودھ بیچنا اور خریدنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ انسانی اجزاء میں شامل ہے، اور انسانی اجزاء کی خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

اس لئے انسانی دودھ کا ''دودھ بینک'' بنانا جائز نہیں ہے۔ (۱)

عورت کو خرید کر رکھنا

☆ آزاد عورت کو بیچنا اور خریدنا ناجائز اور حرام ہے۔ (۲)

---

(۱) (وليس على أمه ارضاعه) قضاء بل ديانة (الا اذا تعينت) فتجبر كما مرّ في الحضانة، وكذا الظئر تجبر على ابقاء الاجارة، بزازية (ويستأجر الأب من ترضعه عندها) لأن الحضانة لها والنفقة عليه۔ (قوله: الا اذا تعينت) بأن لم يجد الأب من ترضعه أو كان الولد لا يأخذ ثدي غيرها، وهذا هو الأصح... (الدر مع الرد: (۳/۶۱۸)، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: في ارضاع الصغير، ط: سعيد۔)

(ولبن امرأة) بالجر أي لم يجز بيع لبن المرأة لأنه جزء الآدمي، وهو بجميع أجزائه مكرم مصون عن الابتذال بالبيع أطلقه فشمل لبن الحرة والأمة، وهو ظاهر الرواية۔ (البحر الرائق: (۶/۸۰)، كتاب البيع، باب البيع الفاسد، ط: سعيد۔

شامي: (۵/۵۸)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً، ط: سعيد۔

تبيين الحقائق: (۴/۳۷۵)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: أشرفيه كوئٹه۔

(۲) عن سعيد بن أبي سعيد رضي الله تعالى عنه عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: قال الله تعالى: ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة: رجل أعطى بي ثم غدر، ورجل باع حرًّا فأكل ثمنه، ورجل استاجر أجيراً فاستوفى منه ولم يعط أجره۔ (صحيح البخاري: (۱/۲۹۷) كتاب البيوع، باب اثم من باع حرًّا، ط: قديمي كتب خانه كراچي)

بطل بيع ماليس بمال كالدم والميتة والحر... الخ (الدر مع الرد: (۵/۵۰-۵۲) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: سعيد)

ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر: (۳/۱۱۵) كتاب البيوع، ط: غفارية كوئٹه۔=

☆ اور آزاد عورت کو خرید کر نکاح کے بغیر رکھنا بھی ناجائز اور حرام ہے[۱]،
ایسے لوگ حرام کاری میں مبتلاء ہیں، تعلقات زنا، اور بچے حرامی ہوں گے۔[۲]

☆ اسلامی طریقہ پر جب جہاد کیا جائے، اس میں غیر مسلموں کی جو عورتیں گرفتار کر کے لائی جائیں اور امیر المؤمنین ان کو مجاہدین اور غازیوں میں تقسیم کریں تو ایسی عورتیں شرعی باندی ہوتی ہیں، جس کی ملک میں شرعی طریقے سے آجائیں ان کو نکاح کے بغیر بیوی کی طرح رکھنا جائز ہے۔[۳] لیکن موجودہ دور میں ایسی باندیاں

= إعلاء السنن: (۱۱۵/۴) كتاب البيوع، باب النهي عن بيع الحر، ط: ادارة القرآن

تبيين الحقائق، (۳۶۲/۴) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔

البحر الرائق: (۱۱۲/۶) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه۔

(۱) عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا! لا يبيتن رجل عند امرأة ثيب الا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم۔ مشكاة المصابيح: (ص: ۲۶۸) كتاب النكاح، باب النظر الى المخطوبة، الفصل الأول، ط: قديمى)

صحيح مسلم: (۲۱۵/۲) كتاب السلام، باب تحريم الخلوة بالأجنبية والدخول عليها، ط: قديمى۔

وفي هذا الحديث والأحاديث بعده تحريم الخلوة بالأجنبية۔ (شرح النووى على الصحيح لمسلم: (۲۱۵/۲) كتاب السلام، باب تحريم الخلوة بالأجنبية والدخول عليها، ط: قديمى)

سبل السلام: (۳۰۵/۲) شرح الحديث: ۱۰۵۲، كتاب الرجعة، باب العدة والاحداد والاستبراء، ط: دار الحديث۔

(۲) عن عثمان رضي الله عنه قال: قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن الولد للفراش وللعاهر الحجر۔ (كنز العمال: (۱۹۸/۶) رقم الحديث: ۱۵۳۳۹) كتاب الدعوى من قسم الأفعال، دعوى النسب، ط: مؤسسة الرسالة)

مشكاة المصابيح: (ص: ۲۶۵) كتاب البيوع، باب الوصايا، الفصل الثانى، ط: قديمى۔

لأن الزنا لا يثبت فيه النسب۔ (شامى: (۷۰۰/۳) كتاب العتق، باب الاستيلاد، مطلب خصومة الذمى أشد من خصومة المسلم، ط: سعيد)

(۳) ما فتح الامام عنوة قسمه بين المسلمين: اى الفاتحين كما فعل رسول الله ﷺ بخيبر، فحينئذ يكون نفس البلاد عشرية، وفيه إشعار بأنه يسترق نساءهم وذراريهم۔ (مجمع الانهر: (۳۲۱/۲) كتاب السير والجهاد، باب الغنائم وقسمتها، ط: غفاية كوئته)=

موجود نہیں ہیں۔[۱]

بازار سے یا کسی اور جگہ سے عورت خریدنا اور اس کو نکاح کے بغیر بیوی کی طرح رکھنا ناجائز اور حرام ہے۔[۲] ایسے لوگ حرام کاری میں مبتلاء ہیں ان پر اس کام سے توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے۔[۳]

عورت کی خرید وفروخت کرنا

آزاد عورت کی خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے، اور آج کل دنیا میں شرعی باندیوں کا کہیں وجود نہیں ہے، لہٰذا موجودہ حالت میں کسی بھی لڑکی کو خریدنا ناجائز اور

= وان ظهر المسلمون عليهم فلم يسلموا، والامام بالخيار ان شاء استرقهم وقسمهم وأموالهم بين الغانمين... فان شاء قتل الرجال وقسم النساء والأموال والذرارى بين الغانمين... (الهندية: (۲/ ۲۰۵) كتاب السير، الباب الرابع: فى الغنائم وقسمتها، الفصل الأوّل فى الغنائم، ط: رشيديه)

ما فتح الامام عنوة... يعنى إذا فتح الامام بلدة قهرًا فهو بالخيار، ان شاء قسمها بين الغانمين۔ (قوله: ان شاء قسمها بين الغانمين) أى مع رؤوس اهلها استرقاقا وأموالهم۔ (تبيين الحقائق مع حاشية الشلبى: (۳/ ۹۶) كتاب السير، باب الغنائم وقسمتها، ط: دار الكتب العلمية، بيروت) و: أشرفية كوئٹه۔

(۱) قال الله تعالىٰ: {والّذين هم لفروجهم حافظوا الا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم، فإنهم غير ملومين}۔ [المؤمنون: ۶]

اعلم ان الفرج لايحل الا من وجهين لاثالث لهما، وهما النكاح، والملك، لقوله تعالىٰ: {والّذين هم لفروجهم حافظون الا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم فإنهم غير ملومين}۔ (النتف فى الفتاوىٰ: (ص: ۱۶۳) كتاب النكاح، ط: سعيد)

"فمن ابتغى وراء ذلك") أى غير الأزواج والاماء "فأولئك هم العادون" أى المعتدون...
(تفسير ابن كثير: (۵/ ۴۶۲)، سورة المؤمنون، الآية: ۷، ط: دار طيبة۔

(۲) گزشتہ دونوں حواشی ملاحظہ ہو۔

(۳) "ومن يعمل سوءًا أو يظلم نفسه، ثم يستغفر الله، يجد الله غفورًا رحيمًا" فالواجب على كل مسلم أن يتوب الى الله حين يصبح وحين يمسى۔ (تنبيه الغافلين: (ص: ۶۰) باب آخر من التوبة، ط: رشيديه)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة، وانها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة۔ (شرح النووى على الصحيح لمسلم: (۲/ ۳۵۴) كتاب التوبة، ط: قديمى۔

روح المعانى: (۱۸/ ۱۵۹) سورة التحريم: ۸، ط: دار احياء التراث العربى۔

حرام ہے، اور اس سے باندیوں کی طرح فائدہ حاصل کرنا بھی حرام ہے۔ (١)

عورت کے لیے تجارت کرنا

عورت پردہ کے ساتھ، زیب وزینت کی نمائش کے بغیر تجارت کرسکتی ہے، اور یہ سورۂ بقرہ کی آیت ٢٧٥: {وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا} کے عموم میں داخل ہے۔

ہاں اگر نامحرم کے سامنے چہرہ کھلا رکھے، زیب وزینت کی نمائش کرے، محرم کے بغیر سفر کرے یا نامحرم مردوں سے اس انداز سے میل جول رکھے کہ کسی فتنے میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو تو پھر اس کے لیے تجارتی معاملات اور لین دین میں شامل ہونا جائز نہیں ہے، کیونکہ جائز کام کرنے کے لیے حرام کام کا مرتکب ہونا حرام ہے۔

اسلام کے ابتدائی زمانے میں عورتیں پردہ، وقار اور حیاء کے ساتھ زیب و زینت کی نمائش کے بغیر خرید وفروخت کیا کرتی تھیں۔ (٢)

---

(١) (وبطل بيع ماليس بمال)... (كالدم)... (والميتة)... (والحر)۔ (تنوير الابصار مع الدر: (٥٢/٥) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: سعيد)

فتح القدير: (٣٦٨/٦، ٣٦٩) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه۔

البحر الرائق: (٧١/٦) كتاب البيع، باب البيع الفاسد، ط: سعيد۔

أنظر الحاشية السابقة أيضاً۔

(٢) س: ماحكم المرأة أن تكون تاجرة، سواء كانت مسافرة أو مقيمة؟

ج: الأصل إباحة الاكتساب والاتجار للرجال والنساء معا في السفر والحضر لعموم قوله سبحانه: {وأحل الله البيع وحرم الربوا} وقوله صلى الله عليه وسلم: لما سئل: أي الكسب أطيب؟ قال: عمل الرجل بيده، وكل بيع مبرور۔ ولما هو ثابت أن النساء في صدر الإسلام كن يبعن ويشترين باحتشام وتحفظ من إبداء زينتهن لكن إذا كان اتجار المرأة يعرضها لكشف زينتها التي نهاها الله عن كشفها، كالوجه، أو سفرها بدون محرم أو لاختلاطها بالرجال الأجانب منها على وجه تخشى فيه فتنة، فلا يجوز لها ذلك، بل الواجب منعها، لتعاطيها محرما في سبيل تحصيل مباح۔ (فتاوى اللجنة الدائمة: (١٣/ ١٧) رقم السؤال: ٢٧٦١، ط: رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء)

عورت کے لیے کاروبار کرنا

”عورت کے لیے تجارت کرنا“ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۵۸/۴)

عورتوں کے بال کاٹنا مردوں کا

مرد حجام کے لیے عورتوں کے بال کاٹنا حرام ہے، اور اجرت میں جو رقم ملتی ہے وہ بھی حرام ہے، کیونکہ مردوں کے لیے نامحرم کو دیکھنا، چھونا، کریم اور پاؤڈر لگانا اور بال پکڑنا سب ناجائز اور حرام ہے، مزید یہ کہ بے پردگی، مرد و عورت کا اختلاط، ہاتھوں، آنکھوں، ناک اور کان وغیرہ کا خوب زنا ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی کنگھی پھیر لی جائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو ہاتھ لگائے جو اس کے لیے حلال نہ ہو۔“[1]

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”انسان پر زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا گیا ہے، جس سے وہ لازمی طور پر دوچار ہوگا، آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بولنا ہے، ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا چلنا ہے، دل خواہش اور آرزو کرتا ہے، اس کے بعد شرمگاہ اس خواہش کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب کرتی

---

(۱) معقل بن يسار رضي الله تعالى عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لأن يطعن في رأس أحدكم بمخيط من حديد خير له من أن يمس امرأة لا تحل له۔ (المعجم الكبير للطبراني: (۲۱۱/۲۰) رقم الحديث: ۴۸۷، باب الميم، أبو العلاء يزيد بن عبد الله بن الشجير عن معقل بن يسار، ط: مكتبة ابن تيمية)

مجمع الزوائد: (۳۲۶/۴) رقم الحديث: ۷۷۱۸، كتاب النكاح، باب النهي عن الخلوة بغير محرم، ط: مكتبة القدس۔

كنز العمال: (۳۲۸/۵) كتاب الحدود من قسم الأقوال، الباب الثاني: في أنواع الحدود، الفرع الثاني: في مقدمات الزنى والخلوة بالأجنبية، ط: مؤسسة الرسالة۔

ہے۔"(۱)

لہٰذا بیوٹی پارلر وغیرہ میں دلہن وغیرہ کو تیار کرتے وقت مرد کے لیے کسی نامحرم عورت کے بال کاٹنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں، اس سے بچنا ضرور ہے، ورنہ آخرت میں سخت عذاب ہوگا۔

عورتوں کا دکان پر بیٹھ کر تجارت

عورتوں کے لئے بے پردہ دکان پر بیٹھ کر غیر محرم کے ساتھ تجارت کرنا جائز نہیں ہے، قرآن پاک کی آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور خود سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل، حضرات صحابۂ کرام، تابعین اور اتباع تابعین یعنی جملہ حضرات سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایات کا متفقہ فیصلہ یہی ہے کہ عورتوں پر پردہ فرض ہے، بے پردگی حرام ہے، اس طرح بے پردہ ہو کر دکانداری میں دونوں فریق گنہگار ہوتے ہیں۔

ہاں اگر شدید ضرورت ہے تو پردہ کے ساتھ دکانداری کرنے کی گنجائش ہوگی اور اگر مارکیٹ عورتوں کے لئے خاص ہے، مردوں کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے تو وہاں دکانداری کی اجازت ہوگی، تاہم اس سے بچنا بہتر ہے، تاکہ فتنہ کا

(۱) عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كتب على ابن آدم نصيبه من الزنا مدرك ذلك لا محالة، فالعينان زناهما النظر، والأذنان زناهما الاستماع، واللسان زناهما الكلام، واليد زناهما البطش، والرجل زناها الخطأ، والقلب يهوي ويتمنى ويصدق ذلك الفرج ويكذبه۔ (صحيح مسلم: (۳۳۶/۲) كتاب القدر، باب قدر على ابن آدم حظه من الزنا، ط: قديمي)

السنن الكبرى للبيهقي: (۸۹/۷) كتاب النكاح، باب تحريم النظر إلى الأجنبيات من غير سبب مبيح، ط: إدارة تاليفات اشرفيه۔

عن ابن عباس، قال: ما رأيت شيئا باللمم ما قال أبو هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم: إن الله كتب على ابن آدم حظه من الزنا، أدرك ذلك لا محالة فزنا العين النظر، وزنا اللسان المنطق، والنفس تمنى وتشتهي، والفرج يصدق ذلك كله ويكذبه۔ (صحيح البخاري: (۹۲۲/۲) كتاب الاستئذان، باب زنى الجوارح دون الفرج، ط: قديمي)

باعث نہ ہو۔[1]

عورتوں کو تجارتی اشتہارات میں استعمال کرنا

''عورتوں کے جسم کو تجارتی اعلانوں میں استعمال کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۳۶۲/۴)

عورتوں کا بال کاٹنا

عورتوں کے بال کاٹنے والے بعض مرد کہتے ہیں کہ بال کاٹتے وقت ہماری نیت بالکل صاف ہوتی ہے، اس میں کوئی فتور وغیرہ نہیں ہوتا اس لئے کوئی قباحت نہیں ہونی چاہیے، اس کا جواب یہ ہے کہ جب مرد کے لیے نامحرم عورت کے بال کاٹنا حرام ہے، ہاتھ لگانا اور دیکھنا حرام ہے تو پھر نیت خواہ صاف ہو یا صاف نہ ہو، دل میں کوئی فتور ہو یا نہ ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، صاف نیت کسی حرام کام کو حلال نہیں بنادیتی، اور جو کام حرام ہوتا ہے اس کی اجرت بھی حرام ہوتی ہے۔[2]

---

(۱) " وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى، وأقمن الصلاة وآتين الزكوة وأطعن الله ورسوله" (سورة الأحزاب، رقم الآية:۳۳)

ویکره له أن يستأجر امرأة حرة كانت أو أمة يستخدمها، ويخلوبها، لقوله صلى الله عليه وسلم: "لا يخلون رجل بامرأة ليس منها بسبيل فان ثالثهما الشيطان " ولأنه لا يأمن من الفتنة على نفسه أو عليها اذا خلابها، ولكن هذا النهي لمعنى في غير العقد فلايمنع صحة الاجارة، ووجوب الأجر اذا عمل كالنهي عن البيع وقت النداء، (المبسوط للسرخسي:(۳۶/۱۶)، كتاب الاجارة، باب اجارة الرقيق في الخدمة وغيرها، ط: حبيبه كوئٹه۔

(وتجب) النفقة بأنواعها على الحر... كأنثى مطلقاً... (قوله: كأنثى مطلقاً) أي ولو لم يكن بها زمانة تمنعها عن الكسب، فمجرد الأنوثة عجز الا اذا كان لها زوج فنفقتها عليه ما دامت زوجة... وتقدم أنه ليس للأب أن يؤجرها في عمل أو خدمة... (الدر مع الرد:(۶۱۳/۳)، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: الكلام على نفقة الأقارب، ط:سعيد۔

منحة الخالق على البحر:(۲۰۱/۴)، كتاب الطلاق، باب النفقة، ط:سعيد۔

(۲) (يمس ما يحل له النظر اليه) يعني يجوز أن يمس ما حل له النظر اليه من محارمه ومن الرجل، لا من الأجنبية۔ (البحر الرائق (۳۵۶/۸) كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، ط: رشيديه=

عورتوں کے جسم کو تجارتی اعلانوں میں استعمال کرنا

عورتوں کے جسم کو تجارتی اشتہارات اور اعلانوں میں استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے، ساتھ ساتھ یہ اس کے احترام اور شرافت کو کم کرنے کے مترادف ہے، جو عورت کو اللہ تعالیٰ نے بخشا ہے۔

اسلامی معاشرے میں ایسے طریقے سے مشہوریاں کرنا جس سے اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ٹوٹے اور انسانیت کی تذلیل بھی ہو، اور عفت و پاکدامنی کا شیرازہ بھی بکھر جائے، اور اچھے اخلاق کا جنازہ بھی نکل جائے ناجائز وحرام ہے، تاجروں کے لئے ایسے اشتہارات سے بچنا لازم ہے ورنہ تجارت کی تباہی اور بربادی ہوگی۔

مزید یہ کہ اس قسم کے اشتہارات کی وجہ سے یہ تاجر لوگوں میں فاحشات کو پھیلانے کا سبب بنتا ہے، اور ایسے لوگوں پر آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔

اسی طرح کھلاڑیوں اور دیگر معروف ومشہور شخصیات کو بھی تجارتی اعلانوں میں جسمانی نمائش اور تصویر کے طور پر استعمال کرنا ناجائز وحرام ہے۔ (۱)

= ولا یجوز علی الغناء والنوح والملاهی، لأن المعصیة لا یتصور استحقاقها بالعقد، فلا یجب علیه الأجر... وان أعطاه الأجر وقبضه لا یحل له ۔(تبیین الحقائق: (۱۲۵/۵) کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ط: امدادیہ ملتان۔

الفتاوی الهندیة: (۴۴۹/۴) کتاب الاجارة، الباب الرابع عشر، الفصل الرابع فی فساد الاجارة، ط: رشیدیہ۔

(۱) "ان الذین یحبون أن تشیع الفاحشة فی الذین آمنوا لهم عذاب ألیم فی الدنیا والآخرة والله یعلم وأنتم لا تعلمون" (سورة النور، الآیة: ۱۹)

قوله تعالیٰ: " ان الذین یحبون أن تشیع الفاحشة" أی تفشو، یقال: شاع الشیء شیوعاً وشیعاً وشیعاناً وشیوعة أی ظهر وتفرق۔... (لهم عذاب ألیم فی الدنیا) أی الحد وفی "الآخرة" عذاب...

(أحکام القرآن للقرطبی: (۱۸۳/۱۲)، سورة النور، الآیة ۱۹، ط: رشیدیہ کوئٹہ۔

وظاهر کلام النووی فی شرح مسلم: الاجماع علی تحریم تصویر الحیوان وقال: وسواء صنعه لما یمتهن أو لغیره، فصنعته حرام بکل حال؛ لأن فیه مضاهاة لخلق الله تعالیٰ ... (شامی: (۶۴۷/۱) =

عورتوں کے لئے ملازمت کرنا

(۳۶۳) موجودہ مخلوط دور میں عورتوں کے لئے شریعت کے خلاف ناجائز امور کا ارتکاب کئے بغیر ملازمت کرنا ممکن نہیں، اور عورتوں کے نان نفقہ کی ذمہ دار شادی سے پہلے باپ پر اور شادی کے بعد شوہر پر ہے، اس لئے شدید ضرورت کے بغیر عورتوں کے لئے ملازمت کا پیشہ اختیار کرنا درست نہیں۔

اور اگر کوئی عورت مجبور ہے، کمانے والا کوئی موجود نہیں، نان ونفقہ کا کوئی انتظام نہیں تو پردہ کے ساتھ ناجائز امور کا ارتکاب کئے بغیر ملازمت کرنے کی اجازت ہوگی، اور اگر عورتوں کا خاص ادارہ ہے، جس میں مردوں کا اختلاط نہیں، تو اس میں پردہ کے ساتھ جا کر ملازمت کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔[1]

= كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، ط: سعيد.)

"ولا تعاونوا على الاثم والعدوان، واتقوا الله ان الله شديد العقاب" (سورة المائدة: الآية: ٢)

أقول: الاعانة في المعصية وترويجها وتقريب الناس اليها، معصية وفساد في الأرض... (حجة الله البالغة: (١٠٩/٢)، مبحث في البيوع المنهي عنها، ط: مير محمد كتب خانه.

(١) "وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى، وأقمن الصلاة وآتين الزكوة وأطعن الله ورسوله" (سورة الأحزاب، رقم الآية: ٣٣)

ويكره له أن يستأجر امرأة حرة كانت أو أمة يستخدمها، ويخلو بها، لقوله صلى الله عليه وسلم: "لا يخلون رجل بامرأة ليس منها بسبيل فان ثالثهما الشيطان" ولأنه لا يأمن من الفتنة على نفسه أو عليها اذا خلا بها، ولكن هذا النهي لمعنى في غير العقد فلا يمنع صحة الاجارة، ووجوب الأجر اذا عمل كالنهي عن البيع وقت النداء، (المبسوط للسرخسي: (٣٦/١٦)، كتاب الاجارة، باب اجارة الرقيق في الخدمة وغيرها، ط: حبيبه كوئٹه.

(وتجب) النفقة بأنواعها على الحر... كأنثى مطلقاً... (قوله: كأنثى مطلقاً) أي ولو لم يكن بها زمانة تمنعها عن الكسب، فمجرد الأنوثة عجز الا اذا كان لها زوج فنفقتها عليه ما دامت زوجة... وتقدم أنه ليس للأب أن يؤجرها في عمل أو خدمة... (الدر مع الرد: (٦١٣/٣)، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: الكلام على نفقة الأقارب، ط: سعيد.

منحة الخالق على البحر: (٢٠١/٣)، كتاب الطلاق، باب النفقة، ط: سعيد.

عوض میں حرام مال آئے

''حرام مال تبادلہ میں حاصل ہوا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۹۳/۳)

عہدِ نبوی کی کرنسی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب میں لین دین کا ذریعہ درہم ودینار تھے لیکن گنتی کا اعتبار نہیں ہوتا تھا، بلکہ وزن کا اعتبار ہوتا تھا، مزید یہ کہ درہم اور دینار عرب کے مقامی سکے نہیں تھے، بلکہ ہمسایہ قوم سے یہاں آتے تھے، درہم ساسانی (قدیم شاہان ایران کا ایک خاندان جس کا بانی بہمن کا بھائی ساسان تھا) سکہ تھا جو عراق کے راستے سے عرب پہنچتا تھا، اور لوگ اس کی بنیاد پر باہم لین دین کرتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو برقرار رکھا، اور یہ دراہم وزن کے اعتبار سے مختلف ہوتے تھے، اس لیے جب زکوۃ کے نصاب کے لیے درہم کا وزن مقرر کرنے کی نوبت آئی تو ان میں سے متوسط کو معیار بنایا گیا اور اسی کو شرعی درہم سمجھا جاتا ہے۔

اسی طرح دینار رومیوں کی کرنسی تھی جو شام کے راستے سے عرب میں آئی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باقی رکھا۔

عیب بتادیا

اگر سودا کرتے وقت بائع (سیلر) نے بتادیا کہ اس چیز میں فلاں فلاں عیب ہے، اور خریدار اس پر راضی ہوگیا، تو بعد میں ان عیوب کی وجہ سے اس چیز کو واپس نہیں کرسکتا، البتہ اگر اس میں کوئی ایسا پرانا عیب نکل آئے جس کا تذکرہ بائع نے نہیں کیا تھا تو اس عیب کی وجہ سے خیار عیب حاصل ہوگا، اور خریدار چیز واپس

کر سکے گا۔ (۱)

عیب بیان کر دینا

اگر سامان میں عیب ہے تو بیچنے والا خریدار (گاہک) کے سامنے بیان کر دے، عیب اور نقص چھپا کر سامان بیچنا بہت بڑا گناہ ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے عیب دار چیز بیچی اور اس کا عیب نہ بتایا تو اللہ اس سے ہمیشہ ناراض رہے گا یا یہ فرمایا کہ فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔ (۲)

عیب پر بائع نے اطلاع دی

''عیب دیکھ کر خرید لی'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۷۶/۴)

---

(۱) اذا ذکر البائع أن فی المبیع عیب کذا کذا، وقبل المشتری مع علمه بالعیب لا یکون له الخیار بسبب ذلک العیب، وانما له الخیار بعیب آخر لو ظهر فی المبیع، لأنه انما رضی بما ذکره البائع لا بغیره وهو ظاهر... (شرح المجلة للاتاسی: (۳۰۲/۲)، المادة: ۳۴۱، البیوع، الباب السادس: فی بیان الخیارات، الفصل السادس: فی بیان خیار العیب، ط: رشیدیه۔

در الحکام شرح مجلة الاحکام لعلی حیدر: (۲۹۳/۱)، المادة: ۳۴۱، أیضاً، ط: دار الکتب العلمیة۔

شرح المجلة لرستم باز: (۱۴۶/۱)، المادة: ۳۴۱، أیضاً، ط: فاروقیه کوئٹه۔

(۲) عن واثلة بن اسقع قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: من باع عیبا لم ینبه لم یزل فی مقت الله أو لم تزل الملٰئکة تلعنه۔ (مشکوٰة المصابیح: (۲۴۹/۱) کتاب البیوع، باب المنهی عنها من البیوع، الفصل الثالث، ط: قدیمی)

ابن ماجة: (۱۶۲/۲) أبوب التجارات، باب من باع شیئاً فلیبنه، ط: قدیمی۔

الترغیب والترهیب: (۲۵۱/۲) کتاب البیوع، الترهیب من الغش والترغیب فی النصیحة فی البیع، ط: دار الکتب العلمیة)

عیب پر رضامندی کا اظہار

خریدار چیز خریدنے کے بعد عیب پر مطلع ہوا، لیکن اس نے صراحۃً یا دلالۃً رضامندی کا اظہار کردیا تو عیب کی وجہ سے مبیع واپس کرنے کا اختیار ختم ہوجائے گا، اور سودا لازم ہوجائے گا۔

صراحۃ واضح الفاظ میں رضامندی ظاہر کرنے کی مثال یہ ہے کہ خریدار کہہ دے کہ میں اس عیب پر راضی ہوں یا یہ کہے کہ میں نے بیع کی اجازت دیدی۔

اور دلالۃ یعنی عملی طور پر رضامندی ظاہر کرنا یہ ہے کہ مثلاً خریدار عیب پر مطلع ہونے کے بعد مبیع میں ایسا تصرف کرے جو رضامندی پر دلالت کرے، جیسا کہ کپڑا خریدنے کے بعد عیب کا علم ہوا، اس کے باوجود قمیص یا شلوار بنانے کے لیے کاٹ دی، یا گندم کو پیس دیا یا چاول کو پکالیا وغیرہ تو یہ عملی طور پر رضامندی کی دلیل ہے۔ (۱)

عیب پر مطلع ہونے کے بعد واپس کرنا شرعاً منع ہو

''واپسی منع ہونے کی صورتیں'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۱۷/۶)

---

(۱) الرد یمتنع بأسباب منها: الرضا بالعیب بعد العلم به... ثم الرضا نوعان: صریح وما هو في معنی الصریح، ودلالة أما الأول: فنحو قوله: "رضیت بالعیب أو أجزت هذا البیع أو أوجبته" وما یجری هذا المجری۔ وأما الثاني: فهو أن یوجد من المشتري بعد العلم بالعیب تصرف في المبیع یدلّ علی الرضا بالعیب نحو ما إذا کان ثوبًا فصبغه أو قطعه أو سویقًا فلته بسمن أو أرضا فبنی علیها أو حنطة فطحنها أو لحمًا فشواه ونحو ذلک ۔ (بدائع الصنائع: (۲۸۲/۵) کتاب البیوع، فصل وأما حکم البیع، ط: سعید)

الفقه الإسلامي وأدلّته: (۳۱۲۱/۴) القسم الثاني: النظریات الفقهیة، الفصل الرابع: نظریة العقد، المبحث السادس: الخیارات، خیار العیب، ط: رشیدیه۔

شرح المجلّة لرستم باز: (۱۴۸/۱) المادة: ۳۴۴، الکتاب الأوّل في البیوع، الباب السادس في بیان الخیارات، الفصل السادس: في بیان خیار العیب، ط: فاروقیه۔

عیب پوشیدہ رکھ کر فروخت کرنا

جان بوجھ کر مبیع (بیچی جانے والی چیز) کا عیب چھپانا ناجائز اور حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا جو ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔ (۱)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس نے گاہک کو بتائے بغیر عیب دار چیز فروخت کردی، وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور فرشتوں کی لعنت میں گرفتار رہے گا''۔ (۲)

ایسا آدمی فاسق اور سخت گنہگار ہوتا ہے، بعد میں عیب پر مطلع ہونے کی صورت میں خریدار کو مال واپس کرنے کا حق ہوگا، ہاں اگر خریدار نے عیب پر

---

(۱) عن أبي هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرّ على صبرة من طعام فأدخل يده فيها، فنالت اصابعه بللا، فقال: يا صاحب الطعام ماهذا؟ قال: اصابته السماء يا رسول الله! قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس، ثم قال: من غش فليس منا۔

قال المحشي: أي ليس من اخلاقنا ولا على سنتنا، قال ابو عيسى: والعمل على هذا عند اهل العلم كرهوا الغش وقالوا: الغش حرام۔ (ترمذى مع الحاشية: (۲۴۵/۱) أبواب البيوع، باب ماجاء في كراهية الغش في البيوع، ط: قديمي۔)

مشكوة المصابيح: (ص: ۲۴۸) كتاب البيوع، باب المنهى عنهامن البيوع، ط: قديمي۔

صحيح مسلم: (۹۵/۱)، كتاب الايمان، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم: من غشنا فليس منا، ط: رحمانيه۔

(۲) عن واثلة بن الأسقع، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من باع عيبا لم يبينه، لم يزل في مقت الله ولم تزل الملائكة تلعنه۔ (سنن ابن ماجة: (ص: ۱۶۲) أبواب التجارات، باب من باع عيباً فليبينه، ط: قديمي)

مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۹)، كتاب البيوع، باب المنهى عنها من البيوع، الفصل الثالث، ط: قديمي۔

المعجم الكبير للطبرانى: (۶۵/۲۲)، رقم الحديث: ۱۵۷، باب الواو، من اسمه: واثلة، ط: مكتبه ابن تيمية، القاهره۔

رضامندی ظاہر کی ہے تو پھر اس کے بعد واپس کرنے کا حق نہیں ہوگا۔[1]

۳۶۸ عیب جدید ختم ہوگیا

اگر خریدار کے پاس مبیع (خریدی گئی چیز) میں کوئی نیا عیب پیدا ہوگیا، پھر اس کے بعد چیز میں کسی ایسے عیب پر اطلاع ہوئی جو عیب بائع (سیلر) کے پاس رہتے ہوئے اس چیز میں ہوا تھا تو نئے عیب پیدا ہونے کی وجہ سے چیز کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، ہاں اگر نیا عیب ختم ہوجائے تو قدیم عیب کی وجہ سے چیز واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔[2]

---

(۱) لایحل کتمان العیب فی مبیع أو ثمن؛ لأنّ الغش حرام۔ (قوله: لأن الغش حرام)... اذا باع سلعة معیبة علیه البیان، وان لم یبین قال بعض مشایخنا یفسق وترد شهادته....۔ (الدر مع الرد: (۴۷/۵) کتاب البیوع، باب خیار العیب، فروع، مطلب فی جملة مایسقط به الخیار، ط: سعید)

قال: اشتره فإنّه لاعیب به، ثم وجد به عیبًا کان له ان یخاصم فیه بائعه۔ (المبسوط للسرخسی: (۹۲/۱۳) کتاب البیوع، باب العیوب فی البیوع، ط: إدارة القرآن)

وإذا اطلع المشتری علی عیب فی المبیع فهو بالخیار ان شاء أخذه بجمیع الثمن وان شاء رده لأن مطلق العقد یقتضی وصف السلامة فعند فواته یتخیر کیلا یتضرر بلزوم مالا یرضی به۔ (الهدایة: (۳/ ۳۲) کتاب البیوع، باب خیار العیب، ط: رحمانیه۔)

(۲) لو حدث فی المبیع عیب عند المشتری ثم ظهر فیه عیب قدیم فلیس للمشتری أن یرده بالعیب القدیم بل له المطالبة بنقصان الثمن فقط.... اذا زال العیب الحادث صار العیب القدیم موجباً للرد علی البائع، مثلاً لو اشتری حیوانا فمرض عند المشتری ثم اطلع علی عیب قدیم فیه لیس للمشتری رده بالعیب القدیم علی البائع بل یرجع علیه بنقصان الثمن، لکن اذا زال ذلک المرض کان للمشتری أن یرد الحیوان للبائع بالعیب القدیم الذی ظهر فیه۔ (شرح المجلة للاتاسی: (۳۱۱/۲، ۳۱۵، ۳۱۶)، المادة: ۳۴۵، ۳۴۷، البیوع، الباب السادس، فی بیان الخیارات، الفصل السادس: فی بیان خیار العیب، ط: رشیدیه۔

شرح المجلة لرستم باز: (۱۵۰/۱، ۱۵۲)، المادة: ۳۴۵، ۳۴۷، أیضاً، ط: فاروقیه کوئٹه۔

الدر مع الرد: (۳۰/۵)، کتاب البیوع، باب خیار العیب، مطلب: الأصل للامام محمد من کتب ظاهر الروایة، وکافی الحاکم جمع فیه کتب ظاهر الروایة، ط: سعید۔

عیب جدید کے ساتھ چیز کو واپس لینا

اگر چیز خریدار کے قبضہ میں آنے کے بعد اس میں کوئی نیا عیب پیدا ہوجائے، تو خریدار کو وہ چیز واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، ہاں اگر بائع نئے عیب کے ساتھ چیز کو واپس لینا چاہیے، تو واپس لے سکتا ہے، لیکن چند صورتیں ایسی ہیں کہ بائع چیز کو نئے عیب کے ساتھ واپس لینا چاہے بھی تو نہیں لے سکتا، اور وہ صورتیں یہ ہیں:

❶ چیز میں خریدار کی طرف سے ایسا اضافہ ہوجائے جو اس کے ساتھ متصل ہو اور جدا نہ ہو سکے، جیسے کپڑے کو کاٹ کر، سی لے، یا رنگ کرلے وغیرہ۔

❷ مشتری (خریدار) کی جانب سے چیز پر قبضہ کرنے کے بعد چیز میں ایسا اضافہ ہوجائے جو اس کے ساتھ متصل نہ رہتا ہو، جیسے خریدے ہوئے درخت میں پھل آجائیں، خریدے ہوئے جانور سے بچے پیدا ہوجائیں۔

ان صورتوں میں اگر بائع چیز واپس لے گا تو وہ سود کے حکم میں ہوگا۔[1]

---

(۱) (حدث عیب آخر عند المشتری)... (رجع بنقصانه)... (وله الرد برضا البائع) الا لمانع عیب أو زیادة (کأن اشتری ثوباً فقطعه فاطلع علی عیب رجع به)... (قوله: أو زیادة)... وحاصله: أنه یمتنع الرد فی موضعین: فی المتصلة الغیر المتولدة مطلقاً، وفی المنفصلة المتولدة لو بعد القبض کما فی البزازیة، ووقع فی الفتح أن المنفصلة المتولدة تمنع الرد،... وقد صرح فی الذخیرة أیضاً بأنه لا یرده، لأن الولد یصیر رباً، لکونه للمشتری بلا عوض... (الدر مع الرد: (۱۶/۵، ۱۹)، کتاب البیوع، باب خیار العیب، مطلب: فی أنواع زیادة البیع، ط: سعید۔

☜ الزیادة، وهی ضمُ شیء من مال المشتری وعلاوته الی المبیع یکون مانعاً من الرد، مثلاً: ضم الخیط والصبغ الی الثوب بالخیاطة والصباغة، وغرس الشجر فی الأرض من جانب المشتری مانع للرد،... اذا وجد مانع للرد لیس للبائع أن یسترد المبیع ولو رضی بالعیب الحادث، لتعلق حق المشتری بالزیادة، اذ لا یمکن فسخ البیع فی المبیع فقط، لأن الزیادة لا تنفک عنه، ولا یمکن أخذ المبیع مع الزیادة ولو رضی المشتری لحصول الربا، لأن الزیادة حینئذ تکون فضلاً مستحقاً فی عقد المعاوضة بلا مقابل وهو معنی الربا۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۱۵۳/۱)، المادة: ۳۴۹، ۳۵۰، البیوع، الباب السادس: فی بیان الخیارات، الفصل السادس: فی بیان خیار العیب، ط: فاروقیه کوئٹه۔

☜ شرح المجلة للاتاسی: (۳۱۹/۲، ۳۲۰)، المادة: ۳۴۹، ۳۵۰، أیضاً، ط: رشیدیه۔

عیب چھپا کر بیچنے والا مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہو جاتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں ایک غلہ کے ڈھیر کے پاس سے گزرے، آپ نے اس غلہ کے ڈھیر کے اندر ہاتھ ڈالا، تو آپ کا ہاتھ بھیگ گیا (غلہ میں تری تھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، اے غلہ والے یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: بارش کا پانی پڑ گیا ہے اے اللہ کے رسول! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو اسے غلہ کے اوپر نہیں رکھ سکتا تھا تا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے، تو آپ نے فرمایا: جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔ (مذہب اسلام مسلمانوں میں سے نہیں)[1]

اس حدیث پر غور کرنا چاہیے کہ غلہ بیچنے والے نے سوکھا غلہ تو ڈھیر کے اوپر رکھ دیا اور نیچے بھیگا غلہ رکھ دیا تا کہ لوگ ڈھیر کو سوکھا دیکھ کر خرید یں اور اس کے ساتھ نیچے سے بھیگا غلہ بھی فروخت ہو جائے، اس طرح دھوکہ سے خراب مال بھی فروخت ہو جائے گا، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈانٹا اور فرمایا: اسے اوپر رکھتے تا کہ لوگ دیکھ کر سمجھ کر خریدتے دھوکہ نہ کھاتے۔

لہٰذا دکانداروں کو چاہیے کہ عیب والے سامان ظاہر کر کے رکھ دیں جس کے سمجھ میں آئے کچھ کم دام میں خرید لے گا، اور اگر عیب چھپا کر دھوکہ دے کر بیچے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے خارج ہو جائے گا، اور شفاعت کی دولت سے بھی محروم ہو جائے گا۔

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرّ على صبرة طعام فأدخل يده فيها، فنالت أصابعه بللاً، فقال: ما هذا يا صاحب الطعام؟ قال: أصابته السماء يا رسول الله!، قال: أفلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس، من غش فليس منا۔ رواه مسلم وابن ماجه والترمذي وأبو داود۔ (الترغيب والترهيب: (۲/ ۳۵۰) كتاب البيوع، الترهيب من الغش والترغيب في النصيحة في البيع، ط: دار الكتب العلمية)=

عیب چھپانا حرام ہے

(۳۷۱) اگر سامان میں عیب ہے تو فروخت کرتے وقت عیب بتا دینا چاہیے کیونکہ جان بوجھ کر عیب چھپانا حرام ہے۔

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے بھائی سے سامان میں کسی ایسی بات کو چھپائے کہ وہ جان لیتا تو نہ خریدتا بلکہ چھوڑ دیتا۔ (۱)

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، مسلمان کے لیے حلال نہیں اپنے بھائی کو ایسا سامان بیچ دے جس میں عیب ہو، ہاں مگر یہ کہ اس عیب کو بیان کر دے۔ (۲)

= الصحیح لمسلم: (۷۰/۱) كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: من غشنا فليس منا، ط: قديمي۔

جامع الترمذي: (۲۴۵/۱) أبواب البيوع، باب ماجاء في كراهية الغش في البيوع، ط: سعيد۔

سنن أبي داود: (۱۳۳/۲) كتاب الإجارة، باب في النهي والغش، ط: رحمانيه۔

سنن ابن ماجه: (۱۶۰/۱) أبواب التجارات، باب النهي عن الغش، ط: قديمي۔

(۱) عن عقبه بن عامر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المسلم أخو المسلم، لايحل لامرئ مسلم أن يغيب ما بسلعته عن أخيه ان علم بها تركه۔ (مسند أحمد: (۱۶۸/۴) رقم الحديث: ۱۷۴۸۶ م حديث عقبه بن عامر الجهني، ط: مؤسسة قرطبة القاهرة)

مجمع الزوائد: (۸۰/۴) رقم الحديث: ۶۳۵۰، كتاب البيوع، باب بيان العيب، ط: مكتبه القدس۔

غاية المقصد في زوائد المسند: (۱۴۲/۲) كتاب البيوع، باب كتمان العيب، ط: دار الكتب العلمية۔

(۲) عن عقبة بن عامر قال: سمعت رسول الله يقول: المسلم أخو المسلم ولا يحلّ لمسلم باع من أخيه بيعًا فيه عيب، إلا بينه له۔ (سنن ابن ماجه: (۱۶۲/۲) أبواب التجارات، باب من باع عيبا فليبنه، ط: قديمي)

كنز العمال: (۵۹/۴) رقم الحديث: ۹۵۰۲، كتاب البيوع من قسم الأقوال، الباب الثاني في البيوع، الفصل الثاني في محظورات البيع، الفرع الثالث في الخداع والغش، ط: مؤسسة الرسالة=

☆ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی کے لیے حلال نہیں کہ کوئی سامان بیچے مگر یہ کہ جو عیب و برائی اس میں ہو اُسے بیان کردے، جسے عیب کا علم ہو اس کے لیے عیب بیان کئے بغیر بیچ دینا حلال نہیں۔ (۱)

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دھوکہ دے ہم میں سے نہیں، مکر اور دھوکہ کرنے والا جہنم میں جائے گا۔ (۲)

عیب چھپانا سامان دیتے وقت

"سامان دیتے وقت عیب چھپانا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۰۵/۴)

عیب چھپانے والے پر لعنت

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

= البدر المنير: (۵۴۶/۶) كتاب البيوع، باب مايصح به البيع، ط: دار الهجرة۔

(۱) عن واثلة بن الاسقع قال: انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لايحلّ لأحد أن يبيع شيئًا إلاّ بيّن ما فيه۔ ولايحل لمن علم ذلك إلاّ بينه۔ رواه الحاكم والبيهقي۔ (الترغيب والترهيب: (۳۵۱/۲) كتاب البيوع، الترهيب من الغش والترغيب في النصيحة في البيع ط: دار الكتب العلمية)

المستدرك للحاكم: (۱۰/۲) كتاب البيوع، ليس منا من غشنا، ط: دار المعرفة۔

السنن الكبرى للبيهقي: (۳۲۰/۵) كتاب البيوع، باب ماجاء في التدليس و كتمان العيب بالمبيع، ط: إدارة تاليفات اشرفية۔

(۲) عن عبد الله ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من غشنا فليس منا، والمكر والخداع في النار۔ رواه الطبراني وابن حبان۔ (الترغيب والترهيب: (۳۵۰/۲) كتاب البيوع، الترهيب من الغش والترغيب في النصيحة في البيع، ط: دار الكتب العلمية)

صحيح ابن حبان: (۳۶۹/۱۲) رقم الحديث: ۵۵۵۹، كتاب الحظر والإباحة، ذكر الزواجر عن أن يمكر المرء أخاه المسلم أويخادعه في أسبابه، ط: مؤسسة الرسالة۔

المعجم الكبير للطبراني: (۱۳۸/۱۰) رقم الحديث: ۱۰۲۳۴، باب العين، ومن مسند عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، ط: مكتبه ابن تيميه۔

علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے عیب دار چیز کو بیچ دیا اور بتایا نہیں تو وہ ہمیشہ اللہ کے غضب میں اور فرشتوں کی لعنت میں گرفتار رہے گا۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ عیب چھپا کر بیچنا بہت بڑا جرم ہے، ایسے تاجر پر اللہ کا غضب اور فرشتوں کی لعنت ہے، ایسی دکانداری میں برکت نہیں ہوگی اور چین و سکون کی زندگی نصیب نہیں ہوگی، اس لیے سامان بیچنے والے دکانداروں کو چاہیے کہ لعنت اور غضب والا کام نہ کرے، چاہے تھوڑا نقصان ہی نظر آئے، رحمت والا کام کرے، لعنت والا کام نہ کرے، دنیا میں چین وسکون اور برکت نصیب ہوگی اور آخرت میں راحت حاصل ہوگی۔

عیب دار اشیاء فروخت کرنا

مثلاً ایک دکاندار کے پاس مختلف اقسام کے چاول، گندم، دال اور تیل وغیرہ ہیں اور ہر قسم کے چاول وغیرہ کی قیمت الگ الگ ہے، اگر دکاندار ان مختلف اقسام کے چاول یا گندم یا دال یا تیل کو ملا کر ایک علیحدہ قسم نکالتا ہے، اور اس میں ادنیٰ اور اعلیٰ قسم کے چاول یا گندم یا دال یا تیل شامل ہوتے ہیں، تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر دکاندار چاول، یا گندم یا دال یا تیل وغیرہ کی حقیقت چھپا کر خریدار کو اعلیٰ قیمت پر فروخت کرتا ہے تو یہ ناجائز ہے، اور اگر گاہک کو حقیقت بتا کر فروخت کرتا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ بائع (دکاندار) کی جانب سے عیب کی نشان

---

(۱) عن واثلة بن الاسقع قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من باع عيبا لم يبينه، لم يزل في مقت الله ولم تزل الملٰئكة تلعنه۔ (الترغيب والترهيب: (۲/۲۵۱) كتاب البيوع، الترهيب من الغش والترغيب في النصيحة في البيع وغيره، ط: دار الكتب العلمية)

سنن ابن ماجه: (۲/۱۶۲) أبوب التجارات، باب من باع عيبا فليبنه، ط: قديمى۔

مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۹) كتاب البيوع، باب المنهي عنها من لبيوع، الفصل الثالث، ط: قديمى۔

دہی کے بعد عیب دار چیز کو فروخت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ واضح رہے کہ کسی چیز کے عیب کو چھپا کر فروخت کرگناہ ہے، عیب بتا کر فروخت کرنا گناہ نہیں ہے۔ (۱)

عیب دار چیز بائع واپس لینے پر قادر نہ رہے

مثلاً کسی نے کپڑا خریدا، پھر اس کے بعد کپڑے میں کوئی ایسا عمل کیا، جس سے کپڑے میں کوئی زائد چیز کا اضافہ تو نہیں ہوا لیکن بائع اس کو واپس لینے پر قادر نہیں ہے، تو خریدار اپنے عمل کی وجہ سے مقررہ قیمت سے کم نہیں کرا سکتا، مثلاً خریدار نے وہ کپڑا بیچ دیا، یا اپنے نابالغ بچے کو ھبہ کرنے اور پہنانے کی نیت کرکے کاٹ لیا، پھر اس میں عیب نکلا، تو اب دام کم نہیں کئے جائیں گے، اور اگر بالغ اولاد کی نیت سے کاٹا، اور پھر عیب نکلا، تو چونکہ بالغ اولاد کو قبضہ دئے بغیر ہبہ مکمل نہیں ہوتا، لہٰذا اب دام کم کردیئے جائیں گے۔ (۲)

---

(۱) لایحل کتمان العیب فی مبیع أو ثمن؛ لأن الغش حرام۔ (الدر مع الرد: (۴۷/۵) کتاب البیوع، باب خیار العیب، فروع، مطلب فی جملة مایسقط به الخیار، ط: سعید۔)

إذا اطلع المشتری علی عیب المبیع فهو بالخیار ان شاء أخذه بجمیع الثمن وإن شاء رده۔ (الهدایة: (۴۲/۳) کتاب البیوع، باب خیار العیب، ط: رحمانیه۔)

البحر الرائق: (۲۵/۶) کتاب البیع، باب خیار العیب، ط: سعید۔

(۲) اذا رضی البائع أن یأخذ المبیع الذی ظهر به عیب قدیم بعد أن حدث به عیب عند المشتری و کان لم یوجد مانع للرد، لا تبقی للمشتری صلاحیة الادعاء بنقصان الثمن بل یجبر علی رد المبیع الی البائع، أو قبوله بکل الثمن... حتی أن المشتری اذا باع المبیع بعد الاطلاع علی عیبه القدیم لا یبقی له حق بأن یدعی بنقصان الثمن، مثلاً: لو أن المشتری قطع الثوب الذی اشتراه و فصله قمیصاً ثم وجد به عیبا و بعد ذلک باعه؛ فلیس له أن یطلب نقصان الثمن من البائع؛ لأن البائع له أن یقول: کنت أقبله بالعیب الحادث فیما أن المشتری باعه کان قد أمسکه وحبسه عن البائع، و کذا لو باع بعضه أو أخرجه أو أخرج بعضه عن ملکه بهبة أو اقرار... أما لو تصرف المشتری تصرفاً لا یخرجه عن ملکه کما اذا آجره أو رهنه ثم اطلع علی عیب فیه رجع بنقصان الثمن... (شرح المجلة لرستم باز: (۱۵۲/۱، ۱۵۳)، المادة: ۳۴۸، البیوع، الباب السادس: فی بیان الخیارات، الفصل السادس: فی بیان خیار العیب، ط: فاروقیه کوئٹه۔

درر الحکام شرح مجلة الاحکام: (۳۰۱/۱)، المادة: ۳۴۸، أیضاً، ط: دار الکتب العلمیة۔

شرح المجلة للاتاسی: (۳۱۶/۲)، المادة: ۳۴۸، أیضاً، ط: رشیدیه۔

عیب دار چیز کی خرید وفروخت

بیع صحیح ہونے کے لئے مبیع کا مال متقوم ہونا ضروری ہے، اور عیب دار چیز بھی مال متقوم ہے، اس لئے عیب دار چیزوں کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے، البتہ عیب کو چھپا کر دھوکہ دینا جائز نہیں ہے۔ (۱)

عیب دار چیزوں کو الگ رکھ کر فروخت کرے

عیب دار چیزوں کو الگ رکھ کر فروخت کرنا چاہے، خراب اور ردی چیزوں کو اچھی چیزوں کے ساتھ ملا کر فروخت نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس میں دھوکہ ہے اور دھوکہ جائز نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غلہ فروخت کرنے والے کے پاس سے گزرے، جسے وہ عمدہ کہہ کر فروخت کر رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غلہ کے اندر ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ خراب ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک کو الگ بیچو، جو دھوکہ دے وہ ہم سے نہیں۔ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ خراب چیزوں کو فروخت کرنا منع نہیں ہے، البتہ خراب چیزوں کو اچھی چیزوں کے ساتھ ملا کر بیچنا منع ہے، کیونکہ اس میں دھوکہ ہے۔

---

(۱) بلغنا عن زيد بن ثابت أنه قال: من باع غلاماً بالبرائة فهو بریء من كل عيب، و كذلك باع عبد الله بن عمر بالبرائة ورآها جائزة ...۔ (اعلاء السنن، (۱۴/۱۰۱)، رقم الحديث: ۴۶۳۶، أبواب البيوع، باب البيع بالبرائة من كل عيب، ط: ادارة القرآن۔

وإذا اطلع المشتری علی العيب فی البيع فهو بالخيار، ان شاء اخذه بجميع الثمن وان شاء رده۔ (الهداية: (۳/۴۲) كتاب البيوع، باب خيار العيب، ط: رحمانية)

شامی: (۵/۵)، كتاب البيوع، باب خيار العيب، ط: سعيد۔)

(۲) عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: مرّ رسول الله صلى الله عليه وسلم بطعام، وقد حسنه صاحبه، فادخل يده فيه، فإذا طعام ردیء، فقال: بع هذا على حدة، وهذا على حدة فمن غش فليس منا۔ (مجمع الزوائد: (۴/۷۸) رقم الحديث: ۶۳۳۸، كتاب البيوع، باب في الغش، ط: مكتبة القدس)=

عیب دار ہونے کا اقرار نہ کرنا

اگر بائع چیز کے عیب دار ہونے کا اقرار نہ کرے، اور خریدار بائع سے اس بات پر صلح کرنا چاہے کہ یہ عیب دار چیز آپ واپس لے لیں، اور میری ادا کی ہوئی رقم میں سے کچھ رقم منہا کر کے بقیہ رقم مجھے واپس کر دیں، تو یہ صلح کرنا جائز ہے، البتہ اگر بائع چیز کے عیب دار ہونے کا اقرار کرے، لیکن چیز واپس لینے کی صورت میں کچھ رقم کا بھی مطالبہ کرے تو اس صورت میں رقم دینا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ یہ رشوت ہے۔ (۱)

عیب دیکھ کر خریدلی

اگر بائع (سیلر) مشتری (خریدار) کو چیز فروخت کرتے وقت بتادے کہ اس چیز میں فلاں عیب ہے، اس کے باوجود مشتری نے وہ چیز خرید لی، اور اس چیز پر قبضہ اور تصرف بھی کرلیا، پھر اس کے بعد اس عیب کی وجہ سے وہ چیز واپس کرنا چاہے، تو شرعاً اس کو یہ اختیار حاصل نہیں، تاہم اگر بائع اور مشتری رضامندی سے ''اقالہ''

= مسند أحمد: (۵۰/۲) رقم الحدیث: ۵۱۱۳، مسند عبد اللہ عمر بن الخطاب رضي اللہ عنہما، ط: مؤسسة قرطبة۔

المعجم الأوسط: (۲۳/۳) رقم الحدیث: ۲۳۹۰، باب الألف، باب من اسمه: ابراهیم، ط: دار الحرمین، القاهرة۔

(۱) اذا وجد المشتری بمشریه عیباً وأراد الرد به، فاصطلحا علی أن یدفع البائع دراهم الی المشتری ولا یرد علیه المبیع جاز، ویجعل حطاً من الثمن وعلی العکس، وهو أن یصطلحا علی أن یدفع المشتری الدراهم الی البائع ویرد علیه لا یصح؛ لانه لا وجه له غیر الرشوة الا اذا حدث به عیب أو لم یقر البائع بالعیب القدیم۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۱۴۳/۱)، تحت المادة: ۳۳۷، البیوع، الباب السادس: فی بیان الخیارات، الفصل السادس: فی بیان خیار العیب، ط: فاروقیه کوئٹه۔

شرح المجلة للاتاسی: (۲۹۴/۲)، قبیل المادة: ۳۳۸، أیضاً، ط: رشیدیه۔

جامع الفصولین: (۲۶۱/۱)، الفصل الخامس والعشرون: فی الخیارات، ط: اسلامی کتب خانه۔

کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ (۱)

عیب سے براءت کی شرط

اگر بائع (سیلر) نے عقد کرتے وقت مشتری (خریدار) سے کہہ دیا کہ مبیع (بیچی گئی چیز) اچھی طرح دیکھ کر لے لے، اگر بعد میں کوئی خرابی یا عیب ظاہر ہوا تو میں ذمہ دار نہیں ہوں گا، اور مشتری نے ظاہری درست حالت دیکھ کر تسلی کر کے مبیع خرید لی تو براءت کی یہ شرط درست ہے، اگر اس کے بعد مشتری نے مبیع میں ایسا عیب پایا جو بائع کے پاس تھا تو ایسے مبیع واپس کر کے پیسے واپس لینے کا اختیار نہیں ہوگا۔

اور اگر بائع نے عقد کرتے وقت ہر ہر عیب کا نام لے کر کہا کہ میں اس سے بری ہوں تب بھی وہ بری ہو جائے گا، اور اگر عام الفاظ میں کہا کہ میں ہر قسم کے عیب سے بری ہوں، لیکن ہر عیب کا تفصیل سے نام نہیں لیا تب بھی وہ بری ہو جائے گا۔

واضح رہے کہ براءت کی صورت میں بائع اس عیب سے بھی بری ہوگا جو عقد کے وقت موجود تھا، اور اس عیب سے بھی جو سودا ہونے کے بعد مشتری کے قبضہ سے

---

(۱) اذا ذكر البائع أن في المبيع عيب كذا و كذا وقبل المشترى مع علمه بالعيب لا يكون له الخيار بسبب ذلک العيب... بعد اطلاع المشترى على عيب في البيع إذا تصرف فيه تصرف الملک سقط خياره مثلاً، وعرض المشترى المبيع للبيع بعد اطلاعه على عيب قديم فيه كان عرض المبيع للبيع رضى بالعيب فلا يرده بعد ذلک۔ (شرح المجلة لسليم رستم باز: (۱/۱۴۷، ۱۴۸)، المادة: ۳۴۱، ۳۴۴، كتاب البيوع، الباب السادس: في بيان الخيارات، الفصل السادس: في بيان خيار العيب، ط: فاروقيه كوئٹه۔

شرح المجلة للاتاسی: (۲/۳۰۲، ۳۰۷)، المادة: ۳۴۱، ۳۴۴، أيضاً، ط: رشيديه۔

الاصل ان المشترى متى تصرف في المشترى بعد العلم بالعيب تصرف الملک بطل حقه في الرد۔ (الهندية: (۳/۷۵) كتاب البيوع، الباب الثامن: في خيار العيب، الفصل الثالث: فيما يمنع الرد بالعيب ومالا يمنع ومايرجع فيه بالنقصان ومالا يرجع، ط: رشيديه۔)

وأما شرائط صحة الاقالة فمنها: رضا المتقايلين۔ (بدائع الصنائع: (۵/۳۰۸) كتاب البيوع، فصل وأما بيان مايرفع حكم البيع، ط: سعيد)

الفتاوى الهندية: (۳/۱۵۷) كتاب البيوع، الباب الثالث عشر في الاقالة، ط: رشيديه۔

پہلے مبیع میں پیدا ہوا۔[1]

عیب قدیم پر اطلاع ہوئی

”قدیم عیب پر اطلاع ہوئی“ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۶۱/۵)

عیب کا اقرار کر کے پیسہ لینا

”عیب دار ہونے کا اقرار نہ کرے“ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۷۶/۴)

عیب کا خیار، شرط کے بغیر ثابت ہوتا ہے

”خیار عیب شرط کے بغیر ثابت ہوتا ہے“ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۷۶/۳)

عیب کا علم کپڑا کاٹنے کے بعد ہوا

”کپڑا کاٹنے کے بعد عیب کا علم ہوا“ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۸۳/۵)

عیب کیا ہے؟

عیب ہر وہ نقص ہے جس کی وجہ سے تاجروں کے عرف میں قیمت کم ہو جاتی ہے اور عیب کی دو قسمیں ہیں:

❶ ظاہری عیب جیسے جانور کا اندھا ہونا، کانا ہونا، شل ہونا، معذور ہونا، زخمی ہونا وغیرہ۔

---

(۱) (وصح البيع بشرط البراءة من كل عيب وإن لم يسم . . . ويدخل فيه الموجود والحادث) بعد العقد (قبل القبض فلا يرد بعيب)۔

(قوله: وإن لم يسم) أي لم يذكر أسماء العيوب۔ (قوله: فلا يرد بعيب) أي موجود أو حادث۔ (الدر المختار مع الرد: (۴۲/۵) كتاب البيوع، باب خيار العيب، مطلب في البيع بشرط البراءة من كل عيب، ط: سعيد)

الهداية: (۵۰/۳) كتاب البيوع، باب خيار العيب، ط: رحمانيه۔

بدائع الصنائع: (۲۷۶/۵، ۲۷۷) كتاب البيوع، فصل: وأما حكم البيع، ط: سعيد۔

❷ باطنی عیب: جیسے سواری کا سرکش ہونا، یا رفتار کم ہونا، یا مشین کا آہستہ چلنا وغیرہ۔ (۱)

عیب کی وجہ سے قیمت میں کمی کا تعین

''قیمت میں کمی کا تعین'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۵۰/۵)

عیب کی وجہ سے مبیع کی واپسی کا خرچہ

اگر مشتری (خریدار) مبیع (خریدی گئی چیز) میں پرانے عیب پر مطلع ہونے کے بعد بائع کو واپس کرنا چاہتا ہے تو واپسی کا خرچہ مشتری کے ذمہ لازم ہوگا، وہ خرچہ زبردستی بائع سے لینا جائز نہیں ہوگا، ہاں اگر بائع خود دیدے تو لینا جائز ہوگا۔ (۲)

---

(۱) العيب هو ماينقص ثمن المبيع عند التجار وأرباب الخبرة۔ (شرح المجلّة لرستم باز: (۱۳۵/۱) المادة: ۳۳۸، الكتاب الأوّل: البيوع، الباب السادس في بيان الخيارات، الفصل السادس في بيان خيار العيب، ط: فاروقيه)

🗀 العيب الموجب للخيار: هو عند الحقيقة والحنابلة: كل مايخلو عنه أصل الفطرة السليمة، ويوجب نقصان القيمة في عرف التجار نقصانًا فاحشًا أو يسيرًا كالعمي والعور، وهٰذا التعريف ذو معيار مادي۔ وعند الشافعية ذو معيار شخصي، وهو كل ماينقص القيمة أو يفوت به غرض صحيح كجماح الدابة أو قطع شئ من أذن الشاة المشتراة للأضحية۔ (الفقه الإسلامي وأدلّته: (۳۱۱۶/۴، ۳۱۱۷) القسم الثاني: النظريات الفقهية، الفصل الرابع: نظرية العقد، المبحث السادس، الخيارات، خيار العيب، ط: رشيديه)

🗀 فكل مايوجب نقصان الثمن في عادة التجار نقصانًا فاحشًا أو يسيرًا، فهو عيب يوجب الخيار، ومالا نحو العمى والعور والحول ... والسلع والشلل والزمانة ... والشجاج والأمراض كلها۔ (بدائع الصنائع: (۲۷۴/۵) كتاب البيوع، فصل: وأمّا حكم البيع، ط: سعيد)

(۲) تنبيهات مهمة: الأوّل: وجد بالمبيع الّذى له حمل و مؤنة عيبا، ورده فمؤنة الرد على المشترى۔ (البحر الرائق: (۳۷/۶) كتاب البيع، باب خيار العيب، ط: سعيد۔)

🗀 وجد بالبيع الّذى له حمل و مؤنة عيبا ورده فمؤنة الرد على المشترى۔ (الفتاوىٰ البزازية على هامش الهندية: (۳۴۷/۴) كتاب البيوع، الفصل السادس: فى العيب، نوع فى الرد به، ط: رشيديه۔)

🗀 وفى المنتقى: اشترى من آخر تمرًا بالرى وحمله إلى الكوفة ثم اطلع على عيب هناك، فإن أراد أن يرده قال محمد: ليس له ذٰلك حتى يرده إلى ذٰلك الموضع، علل، فقال: لأنّ لحمله مؤنة۔ (المحيط البرهانى: (۳۰/۸)، كتاب البيع، الفصل الرابع عشر: فى العيوب، ط: رشيديه)

عیب کی وجہ سے واپس کرنے کی شرائط

٣٨٠ اگر خریدار کو خریدی ہوئی چیز میں ایسا عیب نظر آئے جو اس چیز کے تاجروں اور ماہروں کے نزدیک عیب شمار ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے چیز کی قیمت میں کمی آجاتی ہے تو خریدار کو اختیار ہے کہ وہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ چیز واپس کردے۔

❶ چیز میں وہ عیب بائع (بیچنے والے) کے پاس ہی پیدا ہو گیا ہو۔

❷ خریدار کو چیز خریدتے وقت یا قبضہ کرتے وقت اس عیب پر اطلاع نہ ہوئی ہو۔

❸ بائع نے سودا کرتے وقت تمام عیوب سے یا کسی خاص عیب سے اپنے آپ کو بری الذمہ کرکے چیز کو فروخت نہ کیا ہو۔

❹ وہ قدیم عیب چیز میں اس وقت تک باقی رہے، جب تک کہ خریدار اس کے بارے میں بائع سے تصفیہ نہ کرلے۔

❺ اس عیب کو خریدار کے لئے آسانی سے زائل کرنا اور دور کرنا ممکن نہ ہو۔

❻ چیز خریدنے کے بعد خریدار کی طرف سے چیز میں کوئی ایسا کام نہ ہو گیا ہو جس کی وجہ سے اس چیز کو واپس کرنا منع ہو گیا ہو۔

❼ خریدار نے عیب پر مطلع ہونے کے بعد اس عیب پر رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو یا کوئی ایسا کام نہ کیا ہو جس سے عیب پر رضامندی ظاہر ہوتی ہو۔

ان تمام صورتوں میں خریدار کو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ وہ عیب دار چیز اپنے پاس رکھ لے، اور عیب کی وجہ سے قیمت میں کمی کا مطالبہ کرے، لیکن اگر بائع خود اپنی مرضی سے خریدار کو کچھ رقم واپس کردے، اور عیب دار چیز خریدار کے پاس ہی

رہنے دے تو یہ جائز ہے۔ (۱)

عیب کی وجہ سے واپسی کا اختیار

اگر چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے عیب کی وجہ سے واپس کرنا چاہے تو بائع کی رضامندی کے بغیر بھی واپس کرنے کا اختیار ہوگا، اور اگر خریدی گئی چیز قبضہ کرنے کے بعد عیب کی وجہ سے واپس کرنا چاہے تو بائع کی رضامندی یا عدالتی فیصلہ ضروری ہے۔ (۲)

---

(۱) مابیع مطلقا اذا بیع وفیہ عیب قدیم یکون المشتری مخیراً ان شاء ردہ، وان شاء قبلہ بثمنہ المسمّٰی... ولا بد للرد من قیود، الأوّل: أن یکون العیب عند البائع، الثانی أن لا یعلم بہ المشتری عند البیع، الثالث: أن لا یعلم بہ عند القبض، الرابع: أن لا یتمکن من ازالتہ بلا مشقۃ، فان تمکن فلا کما لو اشتری ثوباً فوجد فیہ دماً ان کان اذا غسل من الدم ینقص الثوب کان عیباً لوجود حدہ والا فلا، الخامس: أن لا تشترط البرائۃ منہ خصوصاً أو من العیوب عموماً، السادس: أن لا یزول العیب قبل الفسخ فان زال لیس لہ الرد... ولیس لہ أن یمسک المبیع ویأخذ ما نقصہ العیب، وھذا یقال لہ خیار العیب، الا اذا تعذر الرد بسبب زیادۃ المبیع أو حدوث عیب آخر فیہ... اذا وجد المشتری بمشریہ عیباً وأراد الرد بہ، فاصطلحا علی أن یدفع البائع دراھم الی المشتری ولا یرد علیہ المبیع جاز ویجعل حطامن الثمن، وعلی العکس وھو أن یصطلحا علی أن یدفع المشتری الدراھم الی البائع ویرد علیہ، لا یصح؛ لانہ لا وجہ لہ غیر الرشوۃ الا اذا حدث بہ عیب عند المشتری أو لم یقر البائع بالعیب القدیم۔ (شرح المجلۃ لرستم باز: (۱۴۳/۱، ۱۴۴)، المادۃ: ۳۳۷، البیوع، الباب السادس: فی بیان الخیارات، الفصل السادس: فی بیان خیار العیب، ط: فاروقیہ کوئٹہ۔

شرح المجلۃ للاتاسی: (۲۹۰/۲، ۲۹۱)، المادۃ: ۳۳۷، أیضاً، ط: رشیدیہ۔

شامی: (۵/۵)، کتاب البیوع، باب خیار العیب، ط: سعید۔

(۲) ثم أنہ اذا علم المشتری بالعیب قبل القبض فلہ أن یرد المبیع علی البائع وینفسخ العقد بقولہ: رددت، ولا یحتاج الی رضا البائع ولا الی قضاء القاضی، وأما اذا علم بہ بعد القبض فلا ینفسخ البیع الا بقضاء الحاکم أو برضا البائع... (شرح المجلۃ لرستم باز: (۱۴۴/۱)، تحت المادۃ: ۳۳۷، البیوع، الباب السادس: فی بیان الخیارات، الفصل السادس: فی بیان خیار العیب، ط: فاروقیہ کوئٹہ۔

شرح المجلۃ للاتاسی: (۲۹۳/۲)، تحت المادۃ: ۳۳۷، أیضاً، ط: رشیدیہ۔

شامی: (۶/۵)، کتاب البیوع، باب خیار العیب، ط: سعید۔

عیب کے عوض میں قیمت کم کرنا

چیز کو خرید کر جب دیکھا تو اس میں کوئی عیب تھا، جیسے کپڑے کے تھان کو چوہوں نے کاٹ ڈالا تھا یا اس میں زائد رنگ لگا ہوا تھا، یا اس میں دھبہ لگا ہوا تھا، یا اس میں سوراخ تھا، یا قیمتی لکڑی ہے کیڑا لگ گیا تھا، یا الیکٹرک سامان تھا اس میں سے کوئی چیز خراب یا ٹوٹی ہوئی تھی، یا اور کوئی عیب نکل آیا، تو اب اس خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے رکھ لے اور لے لے چاہے واپس کر دے، لیکن اگر رکھے گا تو پوری قیمت ادا کرنا لازم ہوگا، اس عیب کی وجہ سے مقررہ قیمت میں سے کچھ رقم کم کر لینا درست نہیں، ہاں اگر قیمت کی کمی پر وہ بیچنے والا بھی راضی ہو جائے تو قیمت کم کر کے دینا درست ہے۔[1]

عیب معلوم ہونے کے بعد واپسی کا حق

اگر خریدار کو کوئی چیز خریدنے کے بعد عیب کا علم ہوا اور وہ اس پر راضی ہو گیا، تو اس کے بعد مبیع واپس کرنے کا حق نہیں ہوگا، ہاں اگر علم ہونے کے بعد راضی نہیں ہوا تو واپس کر کے بائع سے قیمت واپس لینے کا حق ہوگا۔

---

(۱) (مابیع مطلقاً اذا بیع وفیه عیب قدیم یکون المشتری مخیراً ان شاء رده وان شاء قبله بثمنه المسمی، ولیس له أن یمسک المبیع ویأخذ مانقصه العیب) . . . تتمة: اذا وجد المشتری بمشریه عیباً وأراد الرد به فاصطلحا علی أن یدفع البائع دراهم الی المشتری ولا یرد علیه المبیع جاز ویجعل حطاً من الثمن۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۱/۱۴۳، ۱۴۴) المادة: ۳۳۷، الکتاب الأول فی البیوع، الباب السادس فی الخیارات، الفصل السادس فی بیان خیار العیب، ط: مکتبه فاروقیه)

الدر المختار مع الرد: (۵/۵) کتاب البیوع، باب خیار العیب، ط: سعید۔

الدر المختار مع الرد: (۵/۴۶) کتاب البیوع، باب خیار العیب، مطلب فی مسألة المصراة، ط: سعید۔

شرح المجلة للأتاسی: (۲/۲۹۱) المادة: ۳۳۷، ط: رشیدیه۔

مثلاً کسی نے کوئی جانور خریدا، اور خریدنے کے بعد اس میں کسی عیب کا علم ہوا، لیکن خریدار نے جانور واپس نہیں کیا بلکہ اس کا علاج کرالیا، تو کہا جائے گا کہ خریدار اس جانور کے عیب کے ساتھ اس کو لینے پر راضی ہوگیا ہے لہٰذا اس کے بعد واپس کرنے کا حق نہیں ہوگا۔

اور اگر کوئی گاڑی خریدنے کے بعد عیب نظر آیا، اور عیب نظر آنے کے بعد گاڑی واپس نہیں کی بلکہ اس کی مرمت کرالی تو عیب کی وجہ سے گاڑی کو واپس کرنے کا حق نہیں ہوگا۔

اور اگر کوئی اور چیز خریدی، اور خریدنے کے بعد عیب کا علم ہوا، اور عیب کا علم ہونے کے بعد اس کو واپس نہیں کیا، بلکہ اس کی مرمت کرالی یا مرمت کرنے کی کوشش کی تو سمجھا جائے گا تو یہ شخص اس عیب کے ساتھ وہ چیز لینے پر راضی ہوگیا ہے، لہٰذا اس چیز کو بعد میں واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ (۱)

---

(۱) بعد اطلاع المشتری علی عیب فی المبیع اذا تصرف فیه تصرف الملاک سقط خیاره، مثلاً: لو عرض المشتری المبیع للبیع بعد اطلاعه علی عیب قدیم فیه کان عرض المبیع رضاً بالعیب، فلا یرده بعد ذلک۔ (شرح المجله لرستم باز: (۱۴۸/۱) المادة: ۳۴۴، الکتاب الأول فی البیوع، الباب السادس فی الخیارات، الفصل السادس فی بیان خیار العیب، ط: مکتبه فاروقیه۔

(واللبس والرکوب والمداواة) له او به عینی (رضاء بالعیب) الّذی یداویه فقط، (قوله: واللبس والرکوب الخ) أی لو اطلع علی عیب فی المبیع فلبسه أو رکبه لحاجته فهو رضا دلالة۔ (قوله: والمداواة له او به) أی أنه یشمل مالو کان المبیع عبداً مثلاً فداواه من عیبه، أو کان دواء فداوی به نفسه أو غیره بعد اطلاعه علی عیب منه۔ (الدر مع الرد: (۳۳/۵) کتاب البیوع، باب خیار العیب، مطلب فیما یکون رضا بالعیب، ط: سعید۔)

فلو کسره بعد العلم لا یرد؛ لأنه صار راضیا۔ (شامی: (۲۵/۵) کتاب البیوع، باب خیار العیب، ط: سعید۔

شرح المجلة لرستم باز: (۱۴۸/۱)، المادة: ۳۴۴، البیوع، الباب السادس: فی بیان الخیارات، الفصل السادس: فی بیان خیار العیب، ط: فاروقیه کوئٹه۔

شرح المجلة للاتاسی: (۳۰۸/۲)، المادة: ۳۴۴، أیضاً، ط: رشیدیه۔

عیب نکلے تو بائع ذمہ دار نہیں

اگر سامان بیچتے وقت بیچنے والے نے خریدار سے کہہ دیا کہ اچھی طرح دیکھ بھال کرلو، اگر اس میں بعد میں کچھ عیب نکلے یا خراب ہو تو میں ذمہ دار نہیں، بائع کے اس طرح کہنے پر بھی خریدار نے لے لیا تو اب چاہے جتنے عیب اس میں سے نکلیں واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، اس طرح بھی بیچنا درست ہے، اور اس طرح کہہ دینے کے بعد عیب بتانا بھی لازم نہیں۔(۱)

عیب نکلنے کے بعد واپس کرنے کا اختیار کب ہوتا ہے

''واپس دینے کا اختیار'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۶/۴۱۲)

عیب نہ بتانا

جب کوئی چیز بیچے، اگر اس میں کوئی خرابی ہے، تو اس کو بتانا واجب ہے، عیب نہ بتانا اور دھوکہ دے کر فروخت کرنا حرام ہے۔(۲)

---

(۱) اذا باع مالا علی أنه بریء من کل عیب ظهر فیه لا یبقی للمشتری خیار عیب، ولا یشترط تسمیة العیوب لأن الابراء اسقاط... ویدخل فی البراء من العیوب العیب الموجود وقت البیع والعیب الحادث بعده قبل القبض، لأن الغرض من البرائة الزام العقد باسقاط المشتری حقه عن وصف السلامة وذلک بالبرائة من الموجود والحادث، وفی الخانیة: لو تبرأ البائع من کل عیب یدخل فیه العیوب والأدواء (شرح المجلة لرستم باز: (۱/۱۴۷)، المادة: ۳۴۲، البیوع، الباب السادس: فی بیان الخیارات، الفصل السادس: فی بیان خیار العیب، ط: فاروقیه کوئٹه۔

شرح المجلة للاتاسی: (۲/۳۰۵)، المادة: ۳۴۲، أیضاً، ط: رشیدیه۔

الدر مع الرد: (۵/۴۲)، کتاب البیوع، باب خیار العیب، مطلب فی البیع بشرط البرائة من کل عیب، ط: سعید۔

(۲) لا یحل کتمان العیب فی مبیع أو ثمن؛ لأن الغش حرام۔ (الدر مع الرد: (۵/۴۷) کتاب البیوع، باب خیار العیب، فروع، مطلب فی جملة ما یسقط به الخیار، ط: سعید۔)

إذا اطلع المشتری علی عیب المبیع فهو بالخیار ان شاء أخذه بجمیع الثمن وإن شاء رده۔ (الهدایة: (۳/۴۲) کتاب البیوع، باب خیار العیب، ط: رحمانیه)=

عیب ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہو

(۳۸۵) اگر کسی چیز کے بارے میں تاجروں کے درمیان یہ اختلاف ہو جائے کہ فلاں چیز میں عیب ہے یا عیب نہیں ہے، تو اختلاف کی وجہ سے اس چیز کو عیب دار شمار نہیں کیا جائے گا۔ (۱)

عیب ہے

جو چیز فروخت کی جارہی ہے، اگر اس میں کوئی عیب ہے تو خریدار کو ضرور بتادے، تاکہ دھوکہ نہ ہو۔ (۲)

= البحر الرائق: (۶/ ۲۵) کتاب البیع، باب خیار العیب، ط:سعید۔

(۱) ان اختلف التجار فقال بعضهم أنه عیب وبعضهم لا، لیس له الرد اذا لم یکن عیباً عند الکل۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۱/ ۱۴۶)، تحت المادة:۳۳۸، البیوع، الباب السادس: فی بیان الخیارات، الفصل السادس: فی بیان خیار العیب، ط: فاروقیہ کوئٹہ۔

شرح المجلة للاتاسی: (۲/ ۲۹۴)، المادة:۳۳۸، البیوع، الباب السادس: فی بیان الخیارات، الفصل السادس: فی بیان خیار العیب، ط: رشیدیہ۔

الدر مع الرد: (۵/ ۵)، کتاب البیوع، باب خیار العیب، ط:سعید۔

(۲) لایحل کتمان العیب فی مبیع أو ثمن؛ لأنّ الغش حرام۔ (الدر مع الرد: (۵/ ۴۷) کتاب البیوع، باب خیار العیب، فروع، مطلب فی جملة مایسقط به الخیار، ط:سعید۔)

إذا اطلع المشتری علی عیب المبیع فهو بالخیار ان شاء أخذه بجمیع الثمن وإن شاء رده۔ (الهدایة: (۳/ ۴۲) کتاب البیوع، باب خیار العیب، ط: رحمانیہ۔)

البحر الرائق: (۶/ ۲۵) کتاب البیع، باب خیار العیب، ط:سعید۔

عن أبی هریرة رضی الله عنه أنّ رسول الله ﷺ مرّ علی صبرة من طعام فأدخل یده فیها، فنالت اصابعه بللاً، فقال: یا صاحب الطعام ماهذا؟ قال: اصابته السماء یا رسول الله!، قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتی یراه الناس، ثم قال: من غش فلیس منا۔

قال المحشی: أی لیس من اخلاقنا ولا علی سنتنا، قال ابو عیسی: والعمل علی هذا عند اهل العلم کرهوا الغش وقالوا: الغش حرام۔ (ترمذی مع الحاشیة: (۱/ ۲۴۵) أبواب البیوع، باب ماجاء فی کراهیة الغش فی البیوع، ط: قدیمی)

مشکوة المصابیح: (ص:۲۴۸) کتاب البیوع، باب المنهی عنها من البیوع، ط: قدیمی۔=

عید کارڈ

کارڈز جو مختلف تقریبات اور مواقع پر استعمال کئے جاتے ہیں، اگر وہ کارڈ جاندار کی تصاویر پر مشتمل نہیں اور اس میں بے حیائی اور بے شرمی پر مبنی اشعار و مضامین وغیرہ نہیں اور کسی غیر مسلم کے تہوار یا ان کے جشن کے کارڈز نہیں جیسے کرسمس کارڈز وغیرہ تو ان کی خرید وفروخت جائز ہے، اور اگر مذکورہ خرابیوں میں سے کسی ایک خرابی پر بھی مشتمل ہو، تو ان کارڈز کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔ (۱)

عین

عام اشیاء کو شریعت میں "عین" کہا جاتا ہے، عام طور پر "مبیع" (بیچی گئی چیز) اعیان میں سے ہوتی ہے، اور بعض اوقات دین بھی ہوتی ہے، جیسا کہ بیع صرف میں ہوتا ہے۔ (۲)

= صحیح مسلم: (۱/ ۹۵)، كتاب الايمان، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم: من غشنا فليس منا، ط: رحمانيه۔

(۱) ما حرم أخذه حرم إعطاؤه، و كما حرم الأخذ والاعطاء فعلا، حرم الأمر بالأخذ اذا الحرام لا يجوز فعله ولا الأمر بفعله... ما حرم فعله حرم طلبه...، فكل شيء لا يجوز فعله، لا يجوز طلب ايجاده من الغير، سواء كان بالقول أو بالفعل، بأن يكون واسطة أو آلة لايجاده... (شرح المجلة للاتاسي: (۱/ ۷۷، ۷۸)، المادة: ۳۴، ۳۵، القواعد، ط: رشيديه۔

مجموعة قواعد الفقه الحنفية: (ص: ۱۱۵)، القاعدة رقم: ۲۹۱، ۲۹۲، القواعد الفقهية، ط: مدنى كتب خانه، الصدف پبلشرز کراچی۔

شرح المجلة لرستم باز: (۱/ ۲۷)، المادة: ۳۴، ۳۵، المقالة الثانية فى بيان القواعد الكلية الفقهية، ط: فاروقيه كوئٹه۔

(۲) تعريف المبيع والثمن... والمبيع في الغالب: ما يتعين بالتعيين، والثمن في الغالب: ما لا يتعين بالتعيين، وهذا الأصل الغالب يحتمل تغييره في الحالتين بعارض من العوارض؛ فيصير ما لا يحتمل التعيين مبيعا كالمسلم فيه. (الفقه الإسلامي وأدلته: (۵/ ۳۳۴۰) القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، الفصل الأول: عقد البيع، المطلب الثاني: الثمن والمبيع، ط: رشيديه)=

عیوب پر راضی ہے

(۳۸۷) اگر چیز اس شرط پر خریدی کہ میں اس کے تمام عیوب پر راضی ہوں، تو اب خیارِ عیب کی وجہ سے چیز واپس نہیں کر سکتا، اور تمام عیوب سے براءت میں جانور کے امراض سے بھی براءت ہو جاتی ہے۔ (۱)

عیوب سے براءت کا اعلان کر کے کوئی چیز فروخت کرنا

جملہ عیوب سے براءت کی شرط پر خرید و فروخت کرنا جائز ہے، تاکہ بعد میں جھگڑا اور پریشانی کی گنجائش باقی نہ رہے۔

موجودہ دور میں بعض دکاندار کوئی چیز فروخت کرتے وقت خریدار سے اس طرح کہہ دیتے ہیں کہ اس چیز کے نقائص اور عیوب کے بارے میں اگر کچھ کہنا ہے تو ابھی کہہ دیں، ورنہ بعد میں میں کسی قسم کے عیب کا ذمہ دار نہیں ہوں گا، اس طرح کہنا درست ہے، اور خریدار کو اس کے بعد مبیع میں کسی قسم کے عیب یا نقائص کی وجہ سے مبیع

= وإما أن يكون المبيع نقدًا بنقد ويسمى صرفًا . . . ويقال له بيع الدين . . . وإما أن يكون المبيع عينًا بنقد عاجل أو اجل وهو البيع المطلق، وهو الغالب عند ذكر كلمة بيع۔ (الفقه على المذاهب الأربعة: (۱۳۸/۲) كتاب أحكام البيع، ط: دار إحياء التراث العربي)

(۱) اذا باع مالا على أنه برىء من كل عيب ظهر فيه لا يبقى للمشترى خيار عيب، ولا يشترط تسمية العيوب لأن الإبراء اسقاط . . . ويدخل فى البراء من العيوب العيب الموجود وقت البيع والعيب الحادث بعده قبل القبض، لأن الغرض من البرائة الزام العقد باسقاط المشترى حقه عن وصف السلامة، وذلك بالبرائة من الموجود والحادث، وفى الخانية: لو تبرأ البائع من كل عيب يدخل فيه العيوب والأدواء (شرح المجلة لرستم باز: (۱۴۷/۱)، المادة: ۳۴۲، البيوع، الباب السادس: فى بيان الخيارات، الفصل السادس: فى بيان خيار العيب، ط: فاروقيه كوئٹه۔

شرح المجلة للاتاسى: (۳۰۵/۲)، المادة: ۳۴۲، أيضاً، ط: رشيديه۔

الدر مع الرد: (۴۲/۵)، كتاب البيوع، باب خيار العيب، مطلب فى البيع بشرط البرائة من كل عيب، ط: سعيد۔

انظر أيضاً الحاشية الآتية۔

کو واپس کرنے کا حق نہیں ہوگا۔ [1]

(۱) (وصح البيع بشرط البراءة من كل عيب، وإن لم يسم) خلافا للشافعي؛ لأن البراءة عن الحقوق المجهولة لايصح عنده، ويصح عندنا لعدم إفضائه إلى المنازعة، (ويدخل فيه الموجود والحادث) بعد العقد (قبل القبض فلا يرد بعيب)... (قوله: وصح البيع بشرط البراءة من كل عيب) بأن قال بعتک هذا العبد على انی بریء من کل عیب۔ (الدر مع الرد: (۴۲/۵) کتاب البیوع، باب خیار العیب، مطلب فی البیع بشرط البراءة من کل عیب، ط: سعید۔)

وصح البيع بشرط البراءة من كل عيب وإن لم يسم خلافا للشافعي؛ لأن البراءة عن الحقوق المجهولة لاتصح عنده و تصح عندنا لعدم إفضائه إلى المنازعة ۔ (تنقيح الفتاوى الحامدية: (۱/ ۲۷۳) کتاب البیوع ومطالبه، باب الخيارات، ط: رشیدیه۔)

شرح المجلة لسليم رستم باز: (۱/۱۴۷)، المادة: ۳۴۲، البیوع، الباب السادس: في بيان الخيارات، الفصل السادس: في بيان خيار العيب، ط: فاروقيه كوئٹه)

میت کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا

مرض الوفات سے تدفین کے بعد تک بشمول میت کے غسل، کفن دفن، جنازہ اور قبر کے بیشتر مسائل اور فکر آخرت پیدا کرنے والی چیدہ چیدہ مضامین و واقعات اس کتاب میں باحوالہ الف بائی ترتیب پر جمع کر دیے گئے ہیں، ہر مسلمان کی دینی ضرورت، دیدہ زیب طباعت کے ساتھ دو جلدوں میں دستیاب ہے۔

غسل کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا

جنابت اور ناپاکی سے پاک ہونے اور غسل کرنے کا طریقہ اور اس کے مسائل جاننا ہر بالغ مرد عورت کے لیے ضروری ہے، بالغ افراد کی اس ضرورت کو نہایت آسان انداز میں پورا کرنے والا اردو زبان کا پہلا انسائیکلو پیڈیا۔

حج و عمرہ کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا

اپنے نام کی طرح آسان، حجاج و زائرین کرام کے لیے مبارک سفر میں قدم بقدم رہنمائی کرنے والی مختصر اور نہایت عام فہم کتاب، ہر حاجی اور زائر بیت اللہ و مسجد نبوی کے بابرکت سفر کی اہم ضرورت۔

بیت العمار کراچی

+92 333 3136872 +92 302 3305466
+92 333 3845224